غاية التحقيق

تصنیف فارسی

زبدۃ العارفین، عمدۃ الکاملین، قدوۃ السالکین حضرت العلام

سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی علیہ الرحمۃ

المعروف بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ



اردو ترجمہ

مولانا مولوی **حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی** لطیفی ایم اے پی ایچ ڈی،

استاذ تفسیر، دار العلوم لطیفیہ ویلور

غایۃ التحقیق

تصنیف فارسی

زبدۃ العارفین، عمدہ الکاملین، قدوۃ السالکین حضرت العلام

سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی علیہ الرحمہ

المعروف بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ

اردو ترجمہ

مولانا مولوی **حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی** لطیفی ایم، اے، پی، ایچ، ڈی،

استاذ تفسیر، دار العلوم لطیفیہ ویلور

زیر ظل حمایت

حضرت مولانا **ڈاکٹر سید عثمان قادری** دامت برکاتھم

ناظم دار العلوم لطیفیہ، حضرت مکان ویلور، ویلور

شائع کردہ

دار التصنیف والاشاعت حضرت مکان

ویلور، جنوبی ہند

تاریخ اجراء، برموقعہ سالانہ جلسہ تقسیم اسناد، دار العلوم لطیفیہ ویلور

روز جمعرات 20 جون 2013 مطابق ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

انتساب

میں اس ترجمہ کو حضرات شیخین کے نام سے معنون کرتا ہوں۔

مترجم کو شیخ اول حضرت علامہ سید محمد المعروف بہ محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۸۱ھ) نبیرۂ حضرت العلام سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ (متوفی ۸۲۹ھ) کچھوچھہ فیض آباد یوپی، کی ذات والا صفات سے عہد طفولیت میں بیعت تبرک کی سعادت حاصل ہوئی۔

اور شیخ ثانی اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۴۱۵ھ) آخری صلبی سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطب ویلور، از سلسلۂ اولاد قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ عبداللطیف۔ قادری بیجاپوریؒ (متوفی ۱۱۴۹ھ) کی ذات گرامی سے بیعت وخلافت کی نعمت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

طالب خیر

ڈاکٹر بشیر الحق قریشی عفی عنہ وعن والدیہ

پیش لفظ

از مترجم

غایۃ التحقیق حضرت قطب ویلور کی معرکۃ الآراء علمی وتحقیقی اور عرفانی کتاب ہے اور وہ اسم باسمّٰی ہے۔ جس میں وحدۃ الوجود پر محققانہ گفتگو کی گئی ہے۔ اور اس مسئلہ کی تحقیق کی انتہاء تک پہنچنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اور بجا طور پر یہ تحقیق کی غایت ہے۔ یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ کوئی بھی تحقیق حرف آخر نہیں ہوتی لیکن جس نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے یہ تحقیق ہوئی ہے وہ ایک کامیاب کوشش ہے۔

وحدۃ الوجود کا مسئلہ تصوف کے بطن سے پیدا شدہ ہے اور یہ انتہائی دقیق، انتہائی نازک اور انتہائی پیچیدہ اور فلسفیانہ نوعیت کا ہے۔ صوفیہ نے اس نظریہ اور عقیدہ کو کتاب وسنت سے استنباط کرنے کے علاوہ اپنے کشف والہام اور مشاہدہ کی بنیاد پر قبول کیا ہے اور یہ مسئلہ شرعی حیثیت سے کہیں زیادہ کشفی والہامی اور شہودی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ کشف والہام ایک ظنی اور غیر یقینی چیز ہے یہی وجہ ہے کہ یہ مسئلہ خود صوفیائے کرام کے درمیان مختلف فیہ بن گیا۔ اور ارباب تصوف کے درمیان تائید اور تردید کا ایک سلسلہ چل پڑا اور اس نظریہ کے مؤیدین اور منکرین نے اپنے اپنے استدلالات کی روشنی میں اپنے اپنے موقف کی تائید وتقویت میں دلائل وبراہین کے انبار لگا دئے، وحدۃ الوجود کے قائل صوفیائے کرام کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے اور بہت سارے وجودی صوفیہ نے اپنی نظم اور نثر کی کتابوں میں مسئلہ وحدۃ الوجود کو بیان کیا ہے۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمہ ایک وجودی بزرگ تھے، وحدۃ الوجود پر انہوں نے بھی کتابیں لکھی ہیں ان کا ایک دکنی شعر تصوف

کی دنیا میں کافی مشہور ہے۔

پانی میں نمک ڈال نمک دیکھ، نادسے
جب گھل گیانمک تو نمک بولنا کسے
یوں کھوی خودی اپنی، خدا سات محمدؐ
جب گھل گئی خودی تو، خدا بن نہ کوئی دسے

وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں علمائے ظاہر اور علمائے باطن کے خیالات میں فرق ہے۔ اہل ظاہر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، کائنات سے الگ ہے، اہل باطن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کائنات سے الگ نہیں ہے، اپنے اس خیال کی تائید میں دریا اور دھاگہ کی مثال پیش کرتے ہیں، موج، کف، گرداب، یہ سب دریا ہے، اس سے الگ نہیں ہیں، ایک دھاگہ میں سو گرہیں لگادی جائیں تو وہ اپنے وجود سے ممتاز تو نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ دھاگہ ہی ہے۔ صرف صورت میں تبدیلی نظر آرہی ہے۔

گفتم از وحدت وکثرت سخنے گوئی بہ رمز
گفت موج و کف و گرداب، ہمانا دریاست
باوحدت حق زکثرت خلق چہ باک
صدجائے اگر گرہ زنی رشتہ یک بست

اہل باطن میں بعض حضرات نے یہ مثال دی ہے، آدمی کا سایہ جب زمین پر پڑتا ہے تو یہ سایہ آدمی سے الگ نظر آتا ہے لیکن واقع میں اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا، آدمی ہی اصل ہے۔

وحدۃ الوجود کا عقیدہ اہل اسلام کے علاوہ ہندی اور یوروپی قوموں میں بھی

پایا جاتا ہے لیکن مسلمان صوفیہ اور غیر مسلم وجودی اقوام کے نظریات اور خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وحدۃ الوجود کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ خارج میں صرف ایک ہی ذات ہے اور اسکے علاوہ کوئی اور وجود نہیں ہے۔ کائنات اور کائنات میں موجود اشیاء کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے۔ اور یہ ساری اشیاء، ذات وحدہ لاشریک سے علی حدہ اپنا وجود نہیں رکھتی ہیں بلکہ اسی ذات کے مظاہر، ظلال اور عکوس ہیں، خارج میں صرف ایک ہی ذات اور ایک ہی ہستی کا وجود ہے اور یہ ذات اپنے آپ کو متعین کر لیتی ہے تو اس تعین کے نتیجہ میں اسکے اندر فرق وامتیاز پیدا ہوتا ہے، اور وحدت سے کثرت کا ظہور ہوتا ہے اور اس عمل میں وہ نہ تقسیم ہوتی ہے، اور نہ ہی کم یا زیادہ۔ وہی ایک ذات مختلف مظاہر میں جلوہ نماہ ہوتی ہے، جیسے پانی ہے، وہ کبھی بھاپ کی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی برف کی شکل میں ہوتا ہے لیکن بھاپ اور برف کی حقیقت پانی ہے، وحدۃ الوجود کا اصلی اور بنیادی تصور یہی ہے کہ موجود ایک ہے اور وہ اللہ ہی ہے۔

وحدۃ الوجود ایک قدیم نظریہ اور عقیدہ ہے، اسلام کے ابتدائی دور مین اسکی وہ شکل وصورت اور وہیئت نہ تھی جو بعد کے ادوار میں بنتی چلی گئی، سب سے پہلے شیخ ابن عربی نے وحدۃ الوجود کے نظریہ کو ایک فلسفیانہ رنگ وآہنگ اور علمی پیرایہ عطا کیا۔ اور اسکے لئے ایک مخصوص اصطلاح ہمہ اوست وضع کی، ان ہی کی وجہ سے یہ مسئلہ غیر معمولی شہرت اور مقبولیت اختیار کرتا چلا گیا، اور ہزاروں علماء اور صوفیہ نے اس نظریہ کو قبول کیا اور اسکے زبردست داعی اور مبلغ بن گئے، اور وحدۃ الوجود ایک مستقل مکتبۂ فکر بن گیا۔

جب اس نظریہ کی اشاعت ہونے لگی اور عام طور پر اسکی تشہیر اور تفہیم ہونے لگی تو ایک دوسرا رخ سامنے آگیا، اور بہت سارے علماء اور صوفیہ کے ذریعہ اسکی تردید ہونے لگی اور اسکے مقابل ایک مستقل شہودی مکتبۂ فکر وجود میں آگیا۔

اس مکتبۂ فکر کے بانی امام ربانی مجدد الف ثانی ہیں جنہوں نے ہمہ از وست کی ایک مخصوص اصطلاح وضع کی۔ انکی فکر کی اساس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات سے بالکل مختلف اور کلی طور پر غیر ہے۔ اور کائنات کسی بھی معنی و مفہوم میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ اور نہ دونوں ایک وجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا وجود ایک ہے اور کائنات کا وجود بالکل دوسرا ہے، اللہ تعالیٰ اور کائنات دونوں ایک وجود نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کائنات سے جدا ہے، اس میں شامل نہیں، خدا کی ذات کے علاوہ خارج میں کائنات کا وجود تسلیم کر لینے سے اس حقیقت کی نفی نہیں ہوتی کہ خارج میں صرف ایک ہی وجود ہے۔ خدا کا وجود حقیقی ہے اور کائنات کا وجود غیر حقیقی ہے۔

اس طرح شیخ ابن عربی سے وحدۃ الوجود اور امام ربانی سے وحدۃ الشہود ہمہ از وست ایک دوسرے کے مقابل مختلف تعبیرات اور نظریات سامنے آگئے دونوں جانب علماء اور صوفیاء کی اکثریت رہی دونوں جانب سے وجودی اور شہودی نقطہ نظر پر کتابیں وجود میں آئیں جن میں ایک دوسرے کی تائید اور تردید اور تطبیق کی صورتیں ملتی ہیں۔

وحدۃ الوجود سے متعلق حضرت سید شاہ محمد علی قادری چشتی میکش اکبر آبادی نے اپنی کتاب ''نقد اقبال'' میں اس طرح وضاحت کی ہے، وجود کا مسئلہ خالص فلسفیانہ ہے اور یقیناً اسلام اپنی ابتداء میں وجود اور عدم جیسے مباحث سے نا آشنا تھا، لیکن وحدۃ الوجود کا یہ اصلی تصور کہ موجود ایک ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، لاموجود الا اللہ، خالص اسلامی ہے، ابن عربی بلکہ شنکر کے زمانے سے بہت پہلے سے اسلام میں رائج تھا جیسا کہ علامہ اقبال نے بھی فرمایا ہے:

تو اے ناداں دل آگاہ دریاب — بخود مثل نیاگاں راہ دریاب
چناں مومن کند پوشیدہ را فاش — زلا موجود الا اللہ دریاب

سری شنکر ہندی وحدۃ الوجود کے بانی سمجھے جاتے ہیں، ان کا زمانہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی ہے یعنی ۷۸۸ء تا ۸۲۰ء مطابق ۱۷۲ھ تا ۲۰۵ھ۔ لیکن شنکر سے کئی سو سال قبل ہندوستان سے بہت دور عرب کی ایک ناخاندہ قوم کے شاعر لبیدؔ نے کہا تھا۔

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل، اور پھر پیغمبر اسلام نے اسکی تصدیق فرما کر اس عقیدے کو غیر فانی بنا دیا، حضورﷺ نے فرمایا سب سے سچی بات جو شاعر نے کہی ہے وہ لبید کی یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ یہ حدیث امام بخاری نے تین جگہ بیان کی ہے باب ایام الجاھلیۃ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے، باب الادب میں ابن بشار سے اور باب الرقاق میں محمد بن مثنّٰی سے،

ابن عربی کے مرشد حضرت ابو مدین مغربی نے بھی اس عقیدہ کی وضاحت اپنی شاعری میں کی ہے، شیخ فرید الدین عطار نے بھی اس نظریہ کو نہایت سادگی اور صراحت کے ساتھ پیش کیا۔ اسی طرح شیخ نظامی گنجوی اور حکیم سنائی نے بھی صراحت کے ساتھ وحدۃ الوجود پر روشنی ڈالی ہے۔

اہل طریقت کے نزدیک جن میں اکثر بڑے بڑے عالم مجتھد اور محدث شامل ہیں، یہ مسلم ہے کہ یہ عقیدہ (وحدۃ الوجود یا وحدۃ الموجود) سند متصل سے پیغمبر اسلام سے اہل باطن کو پہنچا ہے۔ قرون اولیٰ میں یہ عقائد خواص کو ان کی استعداد باطن کے لحاظ سے تلقین کئے جاتے تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت مالک بن انس کے ایک جلیل القدر اور نامور شاگرد حضرت ذوالنون مصری (۲۴۵ھ ۸۵۹ء) نے ان مسائل کو اشارات سے عبارت میں منتقل کیا۔ ان کے بعد سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی (متوفی ۲۹۷ھ ۹۱۹ء) نے تصوف کو بطور علم ترتیب دیا اور اس پر تصنیف کی، پھر

شیخ شبلی (متوفی ۳۳۴ھ ۹۴۵ء) نے اسرار کو منبر پر بیان کیا، شیخ عطار نے اس واقع کو اپنے مشہور قصیدے میں بیان کیا ہے۔

روزِ آدینہ برسر منبر گشت شبلی برائے خطبہ سوار
کرد توحید ایزدی آغاز کہ یک است او چہ دہ چہ صد چہ ہزار
مگر آں جاجنید حاضر بود گفت اے پاک باز تا درکار
انچہ من باتو گفتہ ام بہ نہفت تو عیانش ہمی کنی اظہار
قم باذنی وقم باذن اللہ ہر دو یک نغمہ است از لب یار

صوفیائے اسلام کا سب سے بڑا گروہ جس میں شیخ ابن عربی بھی شامل ہیں، ان کے خیال میں عالم اور انسان عین حق یا مظہر حق ہے، قرآن سے اسی نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔ موجودات، خارج اور ظاہر میں ہوں یا باطن میں، زمانی ہوں یا مکانی، سب کی حقیقت اللہ ہی ہے۔ هو الاول والآخر والظاهرو الباطن قرآن یہ بھی تصدیق کرتا ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ سب معدوم اور باطل ہے، کل شئی هالك الاوجهه۔ اور ذلك بان الله هوالحق وان ماتدعون من دونه الباطل، سنريهم اياتنا الى آخر الاية ۔اس آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ خدا کا مشاہدہ خارجی عالم اور اپنی ذات دونوں میں ہوسکتا ہے۔اپنی ذات میں مشاہدہ زیادہ قریب کا مشاہدہ ہے۔قرآن نے کہا، نحن اقرب اليه من حبل الوريد ۔یعنی ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔لقاء رب تعالیٰ یا اس حقیقت وجدان وعرفان ہی صوفیوں کا آخری مطمح نظر اور انتہائی منزل ہے نہ کہ نفی محض یا نفی خودی (نقد اقبال از حضرت سید محمد علی قادری چشتی میکش اکبر آبادی)

حضرت قطب ویلور وحدۃ الوجود کے قائل، داعی اور مبلغ تھے اور آپ کا یہ موقف

خاندانی اور موروثی ہے آپ کے آباء واجداد بھی وحدۃ الوجود کے عقیدہ سے وابستہ اور منسلک رہے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی قادری ویلوری علیہ الرحمہ وجودی نقطہ نظر رکھتے تھے،۔ انہوں نے اس عقیدہ کی وضاحت نہ صرف نثر میں کی ہے بلکہ اپنی شاعری میں بھی اسی کو موضوع بنایا ہے، چنانچہ آپ کے بے شمار اشعار وحدۃ الوجود کے محور پر گھومتے نظر آتے ہیں، فرماتے ہیں:

آسمان او، ابراو، اوہی زمین
خاک وآب و آتش و بارا ہوا
وہی زمین ہے وہی فلک ہے، وہی پری ہے وہی ملک ہے
وہی سورج ہے وہی جھپک ہے وہی قمر ہوکر جھلملایا
ظہور دوست ہے کیا خار وکیا گل
وہی ہے کیا چمن ہے کیا دمن ہے
انا الحق بولنا رمز کہن ہے
سخن بوج اس سخن میں کیا سخن ہے
نہیں ہے غیر حق موجود جگ میں
تجلی اس کی سارا انجمن ہے
ذرات خلق، حق کی تجلی ہے درعیاں
آیا ہے عین میں جو اتھا علم میں نہاں
عبدوہی رب وہی، سب وہی ہے جگ منے
اس کے ہیں اطلاق کے درجات اشیاء بے خطا
سب مراتب داخلی کے ہیں مراتب خارجی
داخلی کون خارجی ہے، آرسی اے باصفا

اب اناالحق بولنے شکنا عبث
دل میں کچھ ہورموں پوچھ رکنا عبث
ہر مزہ کی بات اپنے سات بول
راز کم فہماں منے بکنا عبث
جب فنا ہے غیر حسن لایزال
اندھا ہو، ہر خوب کو تکنا عبث
قربیؔ اس نکتہ کا تو تکرار کر
اب اناالحق بولنے شکنا عبث

حضرت قربیؔ کے عہد میں صوفی نما گمراہ اشخاص اور سادہ لوح بے علم وعمل افراد نے وحدت الوجود کو لے کر بڑی گمراہی اور بدعقیدگی میں مبتلا تھے اور دوسرے لوگوں کو گمراہ کرر ہے تھے۔ اسکے علاوہ آپ کے زمانے میں صوفیائے وجودیہ بھی دوفرقوں میں بٹ گئے تھے اوران کے درمیان عینیت اور غیریت کی بحث بڑی شدت اختیار کرگئی تھی، ایسی فضا میں حضرت قربی علیہ الرحمہ نے اپنی نوک قلم کو جنبش دی، جسکے باعث کئی ایک کتابیں وجود پذیر ہوئیں۔ استاذ العلماء حضرت مولانا مولوی محمد طیب الدین اشرفی مونگیری سابق استاذ دارالعلوم لطیفیہ ویلور، مجموعہ رسائل قربی کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں۔

مسئلہ توحید وجود دورتابعین کے بعد ہی سے علماء اور صوفیہ کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے اور آگے چل کر صوفیہ میں بھی وجودیہ اور شہودیہ، دوگروہ ہوگئے۔ وجودیہ کے شیخ اکبر ابن عربی اور شہودیہ کے شیخ علاؤالدولہ سمنانی پیشوا مانے جاتے ہیں۔ محققین وجودیہ کی تعبیروں کو کما حقہ نہ سمجھ کر بہت سے لوگ اتحاد وحلول کا گمان کر بیٹھے جو ایک اور نئے فتنہ کا سبب ہوا، حضرت قربی کے زمانے میں پھر وجودیہ میں لوگ دو طبقے میں ہوگئے، ایک نے کہا کہ بندے اور خدا

کے درمیان عینیت وغیریت حقیقی کی نسبت پائی جاتی ہے۔اور دوسرے نے کہا کہ عینیت حقیقی اور غیریت اعتباری ہے،اور آپ کے شیخ حضرت عبدالحق مخدوم ساوی مدراسی نے عینیت وغیریت کو اصطلاحی قرار دیا اور اسی بنیاد پر مسئلہ مذکور کی وضاحت کی،جسکی وجہ سے علماء مدراس اور حضرت مخدوم ساوی میں شدید اختلاف رہا۔حضرت قربی اپنے شیخ ہی کے مسلک پر قائم رہے اور اسکی تحقیق میں بہت سے رسائل لکھے چنانچہ رسالہ اثبات وجود حقیقی میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کمل اولیاء قدس اللہ اسرارھم، ہم نسبت عینیت حقیقی اصلاحی، وغیریت حقیقی، اصطلاحی درمیان خالق ومخلوق ثابت می کنند تا آیات واحادیث دال بریگانگی، وآیات واحادیث دال بر بے گانگی، ہمہ بجائے خود مثبت باشد۔

کاملین اولیاء کرام قدس اللہ اسرارھم بھی خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت عینیت حقیقی اصطلاحی اور غیریت حقیقی اصطلاحی ثابت کرتے ہیں۔تا کہ وہ آیات اور احادیث جو عینیت پر دال ہیں۔اور وہ آیات واحادیث جو غیریت پر دال ہیں۔بجائے خود مثبت ہوں، اسی رسالہ میں آگے چل کر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر عینیت درمیان خالق ومخلوق، وغیریت میان ہر دو حقیقی اصطلاحی بنود، پس عینیت وغیریت، نسبتی باشد، پس لازم می آید کہ عالم را صفات اللہ تواں گفت، زیرا کہ ہمیں نسبت، درمیان ذات وصفات ومعلومات حق تعالیٰ است، پس جمیع وعیدات وعذاب ولعنت ونقائص راجع بحق تعالیٰ بود، حال آنکہ از بطلاں آن قرآن شریف واحادیث منیف وعقائد مملو است۔

اگر خالق اور مخلوق کے درمیان عینیت اور غیریت حقیقی اصطلاحی نہ ہوتو عینیت وغیریت نسبتی ہوں گی۔تو اس سے لازم آتا ہے کہ عالم کو صفات اللہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہی

نسبت ذات اور صفات کے درمیان، اور معلومات حق تعالیٰ کے درمیان ہے، پس تمام وعیدیں اور عذاب اور لعنت اور نقائص، حق تعالیٰ کی جانب لوٹ جائیں گے۔ حالاں کہ اسکے بطلان سے قرآن اور حدیث اور عقائد بھرے ہوئے ہیں۔

اس مسئلہ پر حضرت قربی نے کئی رسالوں مثلاً توحید الجامع، توحید الاقوم، خلاصۃ المعرفۃ، جمع الجمع، رسالہ توفیق، حلال درحل عینیت وغیریت وغیرہ میں جامع بحث کی ہے۔

اور یہ ثابت کیا ہے کہ تمام کاملین مشائخ نے خالق اور مخلوق کے درمیان نسبت عینیت وغیریت حقیقی اصطلاحی کو مانا ہے، جس کی تائید آیات اور احادیث سے ہو رہی ہے۔

حضرت قربیؔ کے فرزند صالح وخلیفہ رشید حضرت غلام محی الدین سید شاہ عبداللطیف ذوقیؔ ویلوری علیہ الرحمہ ایک عظیم الشان علمی وعبقری شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کے قلم سے تین لاکھ سے زائد اشعار معرض وجود میں آئے اور آپ نے مختلف علوم وفنون پر مشتمل ساٹھ سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

آپ بھی وجودی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے تھے، فارسی میں ایک رسالہ موجود ہے جسکا نام ہے، الطالع من طالع، العينية اللامعة بلوامع الغيرية ، جس مین صوفیہ کے مشہور و معروف مسئلہ عینیت وغیریت پر بحث کی ہے۔

حضرت قربی کے پوتے اور حضرت قطب ویلور کے والد ماجد حضرت سید شاہ ابوالحسن محوی قادری ویلوری ایک صاحب جذب استغراق بزرگ تھے، آپ کا رجحان بھی وحدۃ الوجود ہی کی طرف رہا، آپ نے بھی اس مسئلہ سے مربوط مسائل پر کئی ایک کتابیں لکھی ہیں ان میں سے ایک رسالہ ذکر وجود ومراتب وجود ہے۔ جس میں آپ نے صوفیہ کے معروف مسئلہ اندراج (کل شئی فی کل شئی) کی تشریح کی ہے۔ اور ایک رسالہ معرفت لکھا ہے جس میں لا الہ الا اللہ کی تشریح وجودی نقطۂ نظر [illegible] کی ہے، فرماتے ہیں، کلمۂ توحید کا معنی یہ

ہے کہ نہیں ہے موجود مگر اللہ تعالیٰ یعنی جو جہاں میں موجود ہے سوسب اللہ کی ذات ہے۔

حضرت قطب ویلور کے آباء واجداد کا وجودی پس منظر اس لئے پیش کیا گیا تاکہ حضرت قطب ویلور کی وجودی فکر ونظر کے بارے میں یہ کہا جاسکے کہ آپ وحدت الوجود کے مسئلہ میں اپنے آباء اجداد کے نقش قدم پر ہیں۔

حضرت قطب ویلور کا اسم گرامی سید عبداللطیف ہے اور آپ علمی دنیا میں شاہ محی الدین اور قطب ویلور کے نام سے مشہور ہیں۔آپ نے اپنے والد ماجد حضرت محوی ویلوری اور دیگر نابغہ روزگار اساتذہ علوم وفنون سے اکتساب کیا آپ کے اساتذہ میں ملک العلماء حضرت مولانا علاؤالدین احمد ناظم مدرسہ کلاں مدراس، اور افضل العلماء قاضی القضاۃ محمد ارتضاعلی خان بہت مشہور ہیں۔آپ نے اپنے قیام مکہ مکرمہ کے دوران حضرت مولانا شاہ اسحاق دہلوی مہاجر مکی سے علمی استفادہ کیا۔شاہ صاحب نے آپ کو ۱۲۶۲ھ میں سند حدیث دی۔جس کا تذکرہ نزھۃ الخواطر میں ہے۔صحب الشیخ الدھلوی بمکۃ الشریفۃ واخذعنہ الطریقۃ۔

حضرت قطب ویلور نے اپنے والد ماجد حضرت محوی سے تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ان کے زیر سایہ سلوک طے کیا اور ایک سوا کانوے سلاسل میں اور چھبیس خانوادوں سے خلافت آبائی اور خلافت خلفائی کی نعمت حاصل کی۔ ۱۲۴۳ھ میں مسند سجادگی پر رونق افروز ہوے، مسند ارشاد پر فائز ہونے کے بعد آپ درس وتدریس، اصلاح وتزکیہ، دعوت وتبلیغ اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوگئے۔۱۲۸۸ھ کو آبی جہاز سے حجاز روانہ ہوئے ۱۲۸۹ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پائیں جنت البقیع میں مدفون ہوے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت قطب ویلور کے قلم سے کئی ایک کتابیں معرض وجود میں آئیں، اس وقت

ہمارے پیش نظر وہی تصانیف ہیں جن کا موضوع تصوف ہے۔آپ کے عہد میں دنیائے تصوف میں تصنیفی عمل کی رفتار سست تھی،حضرت سید شاہ عبدالقادر مہربان فخری میلاپوری مدراس المتوفی ۱۲۰۴ھ کی کتاب اصل الاصول ،اور مفتاح العوارف ، اہل تصوف کے لئے مرجع تھی،مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نے بھی مثنوی مولانا روم کی بڑی عمدہ تشریح لکھی تھی۔اسکے باوجود علم تصوف پر خالص علمی اور فنی انداز اور مثبت پہلو پر مبسوط و مفصل اور مدلل تصنیف کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی،حضرت قطب ویلور نے تعلیم وتزکیہ اور تصنیف وتالیف میں ایک نئی روح ڈال دی۔آپ کے قلم سے کئی ایک گران قدر علمی وتحقیقی کتابیں معرض وجود میں آئیں،جو آج بھی تصوف کے موضوع پر منفرد اور ممتاز سمجھی جاتی ہیں۔ان میں سے پہلی کتاب جواہرالحقائق ہے اور یہ کتاب علمی حقائق و دقائق اور صوفیانہ اسرار وغوامض سے بھرپور ہے۔آپ نے اس کتاب میں علم تصوف، تصوف کا موضوع اور اسکی غرض و غایت،مسائل ومبادیات،وجوداور اسکے مراتب واقسام،تنزلات ستہ،وحدۃ الوجوداور وحدۃ الشہود،عالم ارواح،عالم مثال،عالم اجسام،عقل کل،نفس کل،طبیعت کل،جوہر ھبا،جسم کل، شکل کل،عرش،کرسی،فلک اطلس،فلک منازل،سبع سمٰوٰت،کرۂ اثیر،کرۂ ہوا،کرب آب،کرۂ ارض،جمادات،نباتات،حیوانات،جن،ملک،انسان،انسان کامل،حقیقت دنیا اور حقیقت آخرت پر فاضلانہ وعالمانہ اور محققانہ بحث کی ہے۔

آپ نے جن موضوعات کوزیر بحث لایا ہے ان میں سے اکثر وبیشتر ایسے ہیں جن کا تعلق طبقہ خواص اور علماء سے ہے اور یہ کتاب ان ہی حضرات کے لئے مفید ہے جو صاحب علم ہوں اور فن تصوف سے واقفیت رکھتے ہوں۔ یہ کتاب ۱۲۷۴ھ میں مدراس سے شائع ہوئی ہے۔علم تصوف میں آپ کی دوسری کتاب جواہرالسلوک ہے اور یہ آپ کی آخری تصنیف ہے اور یہ چالیس ابواب اور چند ضمیموں پر پھیلی ہوئی ہے۔مصنف کی زندگی میں

۱۲۸۱ھ میں مدراس کے مطبع مظہر العجائب سے چھپی ہے۔

جواہر السلوک درج ذیل موضوعات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

انسانی طبقات کے مراتب، معرفت نفس ہی معرفت حق کی کنجی ہے۔ انواع سفر، راہ حق کے مسافر دو ہیں، ایک حکماء وعلماء۔ دوسرے عرفاء واولیاء، طور ولایت اور طور نبوت کے خواص واحکام، حب عشقی (راہ ولایت) اور حب ایمانی (راہ نبوت) دائرۃ الوجود کے اسفار اربعہ، سلوک سفر اول اور طریق اکتساب ولایت، مرتبہ نفس، مرتبہ قلب اور مرتبہ روح، ترقیات سالک، انسان اور قرب نوافل وقرب فرائض کا بیان، توحید وجودی کی تصویر اور سالکوں کے شبہات کا ازالہ، تجلیات حق چار قسم پر ہیں، فوائد عجیبہ پر مشتمل توحید کی قسمیں، انواع تجلی افعال، انواع تجلی اسماء، انواع تجلیات صفات، تجلی ذات، جہت معیت اور جہت سلسلۂ ترتیب، ارباب صلاح وسلوک چار ہیں، راہ جذب وسلوک، جذبہ اور سلوک وغیرہ، ولایت اولیاء واقسام ولایت اور دیگر فوائد معیت تجدد، وحدۃ الوجود کے ضروری امور، آداب ذکر، ہنگام مشغولی اسکے قبل اور اسکے بعد، تبتل وانقطاع، فوائد متعلقہ کے ساتھ سلوک کے طریق کا بیان، سلوک مقام عشرہ، سلوک دائرۃ الوجود، نصیحت سالک، اوقات کو اذکار اور صلوۃ وغیرہ سے معمور رکھنا۔ صلوٰۃ وصوم، صدقہ وتلاوت وغیرہ کیفیات ذکر وغیرہ معارضاتِ راہ سلوک اور اسکے معالجات۔

تصوف میں آپ کی تیسری کتاب رسالۂ الف مقام، ہے اس کتاب کو حضرت قطب ویلور نے اپنے سفر حجاز کے دوران طائف میں عربی زبان میں لکھا ہے۔ جس میں ایک ہزار صوفیانہ مقامات کی تشریح کی ہے جو ایک سالک کے لئے نہایت ضروری ہے۔ تصوف میں چوتھی اور آخری تصنیف غایۃ التحقیق ہے۔

غایۃ التحقیق

حضرت قطب ویلور کی عالمانہ وعارفانہ تصنیف جواہر الحقائق کے مباحث عوام کی عقل وفہم سے بالاتر تھے لیکن اہل علم میں بھی، جو علم تصوف سے ناآشنا تھے ان کے لئے بھی ذہنی خلجان کا باعث بن گئے اور سارے علاقۂ مدراس میں علماء کے درمیان تائید وتوثیق اور تردید وتشکیک کی فضا پیدا ہوگئی تو پیارم پیٹ کے ایک بزرگ مولانا ٹیپو حسین صاحب نے اپنی جانب سے چند اشکالات اور استفسارات حضرت قطب ویلور کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت قطب ویلور نے بھی ضرورت محسوس کی کہ اس سلسلہ میں ایک تحریر شائع کی جائے جو سارے شکوک وشبہات اور سوالات واعتراضات کو ختم کرسکے۔ چنانچہ آپ نے " غایۃ التحقیق " کے نام سے ایک فتویٰ لکھا جو ۱۲۸۰ھ میں سید جمال الدین کی نگرانی میں مدراس کے مظہر العجائب پریس سے شائع ہوا، اور اس وقت کے مستند جلیل القدر علماء اور اہل علم صوفیاء نے فتویٰ کی صحت اور صواب سے متعلق اپنی رائے پیش کی اور ان کے تمام بیانات اور تصدیقات دستخط اور مہر کے ساتھ غایۃ التحقیق کے اواخر میں شائع ہوی ہیں۔ جن میں حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب قادری بانی مدرسۂ باقیات صالحات ویلور اور ان کے استاذ حضرت مولانا حکیم زین العابدین مائل ویلوری، مولانا حضرت سید عبدالقادر حنیف الدین فخری الصفوی، حضرت مولانا محمد شہاب الدین کی تصدیقات بھی ہیں.

جواب ھذا بلاشک وارتیاب صحیح ہے (مولانا عبدالوہاب قادری، بانی مدرسہ باقیات صالحات، ویلور)

حضرت مولانا سید شاہ عبداللطیف قادری نے واضح دلائل اور قاطع براہین اور صحیح ومستند مقالات ومقولات کی روشنی میں مخالفین کے سوالات واعتراضات کا مکمل جواب تحریر

فرمایا ہے۔اس تحقیق وتدقیق اور تنقیح پر علماء ومشائخ معاصرین میں سے کسی عالم اور شیخ کو کسی بھی قسم کا شکروشبہ اورظن وتو ہم نہیں ہے۔(مولانا زین العابدین مائل ویلوری)

اس فتویٰ میں درج کئے ہوئے سوالات کے جوابات صحیح اور درست ہیں اور اہل سنت وجماعت اور تمام صوفیاء کے مسلکِ حق کے موافق اور مطابق ہیں۔

(مولانا سید عبد القادر علوی)

اس محقق (حضرت قطب ویلور) کا جواب صوفیاء اور اہل سنت وجماعت کے مسلک کے مطابق ہے اور وہ مذاہب باطلہ کے عقائد کی تردید کرنے والا ہے۔

(مولانا شہاب الدین)

حضرت قطب ویلور کے عہد میں جس طرح فقہی اختلافی مسائل اور فروعی مسائل اور احکام کے اندر افراط وتفریط ،تشدد وتعصب اور غلو کی فضا پیدا ہوگئی تھی اور علماء نے ان مسائل کو نصوص کا درجہ دیتے ہوئے باہمی تکفیر وتضلیل کا بازار گرم رکھا گیا تھا اسی طرح آپ کے عہد میں تصوف کے اندر بھی افراط وتفریط ،تشدد وتعصب اور غلو کی فضا پیدا ہوگئی اور غالی و متشدد صوفیاء اور صوفی نما افراد نے بھی تضلیل وتکفیر کا بازار گرم کر رکھا تھا۔حضرت قطب ویلور نے فقہ کی طرح تصوف میں بھی اعتدال وتوازن اور توسط ومیانہ روی پیدا کی اور صوفیاء کے دو عظیم گروہ وجودیہ اور شہودیہ کے درمیان ارتباطِ قلبی ، وسعت ذہنی اور فکری ہم آہنگی پیدا کی۔ اور نظریۂ وجودیہ اور شہودیہ کے درمیان تطبیق دی۔ چنانچہ غایۃ التحقیق کے اندر بارھویں سوال کے جواب میں صوفیاء کی کتابوں سے درج ذیل موقف پیش کیا۔

”تیسری اور پانچویں صدی ہجری کے سلف صالحین کے بعد توحیدِ وجودی اور شہودی کے مسئلہ میں صوفیاء دو طبقوں میں بٹ گئے۔ ہم لوگ وجودی اور شہودی کے اختلافات کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔طرفین میں سے کسی ایک جانب کی صحت ودرستگی کا یقین

نہیں کر سکتے لہٰذا ہمارے لئے یہی ایک راہ ہے کہ جس طرح مذاہبِ اربعہ میں حق کو دائر اور شامل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہبِ حنفیہ صواب پر مبنی ہے اور خطا کا احتمال ہے۔ اور مذہب شافعیہ اور دیگر مذاہب خطا ہیں اور صواب کا احتمال ہے۔ اسی طرح دونوں مذاہب (وجودی وشہودی) میں کسی ایک مذہب کی دلیل راجح معلوم ہو تو دوسرے مذہب کو غلط خیال نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ دوسرے مذہب کو غلط سمجھنے سے برگزیدہ علماء ومشائخ کی کثیر جماعت گم راہ ہونا لازم آئے گا۔

ہاں! اگر کسی ایک مذہب کی تقلید میں غلو کرے اور فرقِ مراتب کو نظر انداز کرے اور جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ رکھے اور عابد کو معبود، حادث کو قدیم، ملوث کو منزہ، حرام کو حلال اور نجس کو طاہر قرار دے تو یقیناً ایسے اشخاص ملحد اور زندیق قرار پائیں گے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کے فرق کی وجہ سے جو اختلاف امت میں پیدا ہوا وہ سنی اور رافضی یا سنی اور خارجی کے اختلاف کے مانند نہیں ہے کہ فریقین ایک دوسرے کو گم راہ اور کافر قرار دیں، بلکہ شہودی اور وجودی کا اختلاف مذاہب اربعہ کے اختلاف کی طرح ہے۔

ہاں! اگر کوئی وجودی شخص جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھتے ہوئے الحاد وزندیقیت پھیلائے تو یقیناً وہ شخص گم راہ اور گم راہ کن ہے اور اسی طرح کوئی شہودی شخص اعتدال کی روش ترک کرتے ہوئے علماء وصوفیاء کو گم راہ اور کافر کہنے لگے تو وہ بھی یقیناً مطعون اور قابل سرزنش ہے۔''

غایۃ التحقیق میں حضرت قطب ویلور نے درجِ ذیل سوالات کے جوابات دئے ہیں:

☆ وحدۃ الوجود قرآن وحدیث کے مطابق اور اہل سنت وجماعت کے عقیدہ کے موافق ہے یا نہیں؟

☆ علمائے متکلمین کے انکارِ مسئلہ وحدۃ الوجود کے اسباب کیا ہیں؟

☆ وحدۃ الوجود دلائل شرعیہ سے ثابت ہونے کی صورت میں اس کا انکار کرنے والے شخص کو کافر یا فاسق قرار دینا ضروری ہے یا نہیں؟

☆ وحدۃ الوجود کشف والہام سے ثابت ہونے کی صورت میں دوسروں کے لئے حجت ہے یا نہیں؟

☆ صاحب کشف کو اپنا الہام قرآن وحدیث پر پیش کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

☆ کیا تصوف کے دقیق وغامض مسائل کو عوام سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے؟

☆ کیا مسائل تصوف سمجھنے کے لئے کسی ذی علم شیخ کامل سے وابستگی ضروری ہے؟

☆ کیا صوفیاء کے مسائل ظاہر شریعت کے خلاف ہیں؟

☆ صوفیائے متقدمین میں سے کون کون وحدۃ الوجود کے قائل ہیں؟

☆ وجودیہ اور شہودیہ کے اختلافات کی نوعیت کیا ہے؟ اور ان میں تطبیق کی صورت کیا ہے؟

نحن اقرب اليه من حبل الوريد:(آیت) اور ان الله علی کلی شئی محیط (آیت) اور خلق الانسان علی صورته(حدیث)۔وغیرہ اور کتب اعتقادی کی تاویلات جو صوفیاء کے نزدیک ثابت ہیں۔کیا یہ صحیح ہیں؟ اور انا من نورالله و کل شئی من نوری اور انا عرب بلامیم و انا احمد بلامیم۔کیا یہ صحیح احادیث ہیں؟

حضرت قطب ویلور نے غایۃ التحقیق کو درجِ ذیل عبارت پر ختم کیا ہے۔ اس اندازِ بیان سے بھی آپ نے ایک فتنہ کو رفع کرنے کی سعی و کوشش کی ہے۔

"چوں ایں مختصر گنجائش اقاویل دیگر ندارد و بیشتر مردم طاعن باصاحب صراط المستقیم کمال اعتقاد دارند و از کن مکن او

بیرون نمی روند. لهذا قول او را خاتم اقوال متاخرین این قرن گر دانیده آمد واللّٰہ ھو الھادی الی صراط مستقیم،"

حاصل کلام! اس مختصر رسالہ میں مزید اقوال نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور زیادہ تر طعن و تشنیع کرنے والے لوگ صاحب صراط مستقیم (مولانا شاہ اسمٰعیل) کے ساتھ مکمل اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کی بات کو بے چون و چرا تسلیم کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا قول اس صدی کے علماء کے اقوال کے آخر میں نقل کیا جارہا ہے۔

رسالہ غایۃ التحقیق راقم الحروف کے ترجمہ کے ساتھ سالنامہ "اللطیف" میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔ فلیراجعھا۔ (سالنامہ اللطیف سن ۱۹۸۲ء۸۳،۸۴،۸۵،۸۶،۸۷ء)

اللہ تعالیٰ کی توفیق و ہدایت سے میں نے غایۃ التحقیق کے ترجمہ کا کام ۱۹۸۲ء میں شروع کیا اور درس و تدریس، امامت و خطابت اور سالنامہ اللطیف کی ادارت کے فرائض کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ اس کتاب کا ترجمہ بھی کرتا رہا۔ اور جس قدر حصہ ترجمہ کا ہوتا رہا اسے متن کتاب کے ساتھ ہر سال قسط وار اللطیف میں شائع کرتا رہا، اس طرح سے چھ سال میں ترجمہ مکمل ہوا، اور اسکی آخری قسط اللطیف ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں شائع ہوئی۔ اس تدریجی عمل کے باعث اللطیف میں غایۃ التحقیق کا متن اور اسکا ترجمہ محفوظ ہو گیا۔ آج اسی ترجمہ کو ربع صدی کے بعد ایک کتابی صورت میں پیش کرتے ہوئے میں اپنے اندر بے پایاں خوشی اور مسرت محسوس کررہا ہوں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔

اصحاب علم و قلم سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں علمی و ادبی اور اصطلاحی و فنی مواد کی منتقلی و ترجمانی اور ترجمہ کا کام کس قدر نازک اور سخت ہے۔ لہٰذا ارباب علم و فن سے التماس ہے کہ انہیں ترجمہ میں جہاں کہیں ذہول و فروگذاشت اور سہو و خطا کا احساس ہو جائے تو مترجم کو مطلع فرمائیں تاکہ اصلاح ہو سکے۔

غایۃ التحقیق کے ترجمہ کے ضمن میں ایک بات کا اظہار کرنا میں اپنا علمی اور اخلاقی فرض تصور کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میرے اس علمی و تحقیقی کام میں حضرت مولانا محمد حسین باقوی مرحوم علیہ الرحمہ سابق پرنسپل عثمانیہ کالج کرنول، سابق ناظم جمالیہ عربک کالج چنئی و سابق استاذ دارالعلوم لطیفیہ ویلور پوری طرح سے معاون ومددگار رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس علمی ودینی خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

غایۃ التحقیق کا مطالعہ ان ہی حضرات کرام کے لئے مفید اور سودمند ہے جو علم تصوف سے پوری طرح واقفیت رکھتے ہوں اور جو اشخاص علم تصوف اور اسکی اصطلاحات، تعبیرات اور بالخصوص وجود اور شہود کی تشریحات اور اختلافات سے واقف نہ ہوں تو یہ کتاب ان کے لئے قابل مطالعہ نہیں ہے اور انہیں نفع بخش ثابت نہ ہوگی۔

حضرت مولانا سید شاہ ابوالحسن علی حسنی ندوی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے میں نے غایۃ التحقیق پر مقدمہ لکھنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ۱۹۸۷ء میں ایک مکتوب میرے نام ارسال فرمایا تھا جس میں انہوں نے لکھا ہے۔

''میں نے کتاب غایۃ التحقیق'' پر نظر ڈالی، فاضلانہ ومحققانہ کتاب ہے لیکن خواص اور نظر وتحقیق رکھنے والوں کے استفادہ کی ہے۔ عام اشاعت سے اندیشہ ہے کہ غلط فہمیاں پیدا ہوں اور اہل غرض اس کا غلط فائدہ اٹھائیں۔

تاریخ دعوت وعزیمت کے حصہ چہارم میں جو حضرت مجدد الف ثانی کے لئے مخصوص ہے۔ میں نے وحدۃ الوجود اور وحدت الشہود کے اختلاف کا تاریخی وعلمی جائزہ لیا ہے اور وحدت الشہود کو احترام شریعت، جذبہ عمل واتباع اور دعوت واصلاح کے نقطہ نظر سے ترجیح دی ہے میں غایۃ التحقیق رسالہ کو حضرت قطب ویلور کے انتساب کو ایک تبریک سمجھتا ہوں اور اس سے ان کی وسعت نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے علمی وادبی ذوق سے مسرت

ہوئی، مدراس کی طرف آنا ہوا تو انشاء اللہ ملاقات ہوگی۔"

راقم الحروف تصوف کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے اور اس کا تعلق علم تصوف سے دو جہتوں سے قائم ہوا۔ ایک جہت آباء واجداد سے قائم ہوئی۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا مولوی منشی محمد نور قریشی اشرفی سابق امام شاہی مسجد ادھونی تصوف کے متعدد سلاسل سے وابستہ تھے۔ آپ کے پہلے مرشد روحانی وشیخ مربی حضرت مولانا مولوی سید شاہ محمد مخدوم حسینی حسنی المعروف بہ خواجہ پیر حسین نظامی مفتی عدالت عالیہ جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن تھے، جن کی ذات گرامی سے والد مرحوم کو چشتیہ، مخدومیہ، اور قادریہ طریقہ میں بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہوا۔ اور دوسرے شیخ روحانی حضرت العلام حضور سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ تھے جن سے والد ماجد نے سلسلۂ اشرفیہ میں خرقۂ خلافت زیب تن فرمایا۔ میری ابتدائی تعلیم وتربیت والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی انہوں نے مجھے حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد اپنے شیخ حضور محدث اعظم کے حلقۂ ارادت میں شامل کروایا، اس وقت میں اپنی عمر کی پندرہویں بہار دیکھ رہا تھا۔

دوسری جہت دارالعلوم لطیفیہ وخانقاہ حضرت قطب ویلور سے قائم ہوئی ۱۹۶۸ء میں والد ماجد نے مجھے میری تعلیم وتربیت کے لئے دارالعلوم لطیفیہ میں داخل فرمایا، یہاں میں نے درس نظامیہ کے نصاب کی تعلیم کے ساتھ تصوف کی کتابوں مثلاً جواہر الحقائق، جواہر السلوک، فصوص الحکم، مثنوی مولانا روم کو سبقاً سبقاً پڑھا، شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب فصوص الحکم کو حضرت مولانا سید شاہ برہان الدین عنتری باقوی سے پڑھا اور جواہر السلوک اور مثنوی کا درس حضرت مولانا ابولمکارم سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری قادری سے لیا۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد اپنی مادر علمی دارالعلوم لطیفیہ میں درس وتدریس میں لگ گیا، جسکا

سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ ایک اور ذمہ داری سابق ناظم حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر قادری علیہ الرحمہ نے مجھ پر یہ عائد کردی کہ میں بزرگان حضرت مکان کی فارسی کتابوں کے ترجمہ کا کام بھی انجام دوں اور یہ ساری کتابیں اپنے اندر تصوف کا عنصر لئے ہوئے تھیں۔ اس طرح تصوف سے میرا رشتہ برقرار رہا، اور میں نے پورے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اپنے آپ کو اس علمی ودعوتی اور دینی خدمت کے لئے وقف کردیا، اسی اشتغال وانہماک کے باعث ''فصل الخطاب'' مکتوبات حضرت قطب ویلور'' غایۃ التحقیق'' انشائے لطف اللّٰہی، چہل حدیث درفضیلت صحابہ واہل بیت جیسی مفید اور نایاب کتابیں اردو قالب میں ڈھل گئیں اور آج وہ اردو دنیا کے لئے افادیت کا باعث بنی ہوئی ہیں الحمدللہ علی ذلک۔

مذکورہ ظاہری اسباب وعوامل کے ساتھ ساتھ ایک معنوی واسطہ میرے لئے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری بیجاپوری علیہ الرحمہ بانی خانوادۂ حضرت قطب ویلور کی صلبی اولاد میں آخری سجادہ نشین اعلیٰ حضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری علیہ الرحمہ نے راقم الحروف کو ۱۴۰۵ھ ذی الحجہ عرفہ کے دن خرقۂ خلافت پہنایا الحمدللہ علیٰ ذلک، یہ عاجز اپنی علمی وعملی کوتاہی وبے مائیگی اور بے بضاعتی کو دیکھتے ہوئے اس سے صادر ہونے والے علمی ودینی کام کی طرف نظر کرتا ہے تو دل سے یہ آواز نکلتی ہے کہ تمہارا یہ تصنیفی عمل خانوادۂ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی اور خانوادۂ حضرت قطب ویلور کے فیوض وبرکات کا عکس حسین اور مظہر جمیل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مذکورہ دونوں دودمان عالیشان کی علمی وروحانی برکات وآثار وفیوض کا سلسلہ میری اولاد میں بھی جاری وساری فرمادے۔ وماذلك على الله بعزيز امين بجاه سيدالمرسلين واله الطيبين واصحابه الظاهرين

خواجہ خود روش بندہ پروری می داند ایں کار دولت است اکنون تا کرا رسد۔

و اخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خادم العلم

حافظ بشیر الحق قریشی

۲۲ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ مطابق ۳ جنوری ۲۰۱۳ء

روز جمعرات قبل ظہر اتمام یافت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

ڈاکٹر راہی فدائی

صبر وتحمل اسلام کا اہم عنصر اس لئے ہے کہ اس صفت عالیہ کی وجہ سے بہت سے فتنے فرو ہو جاتے ہیں۔ معاشرے میں امن وامان قائم رہتا ہے اور سکون وسکینت کا ماحول نشوونما پاتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ صبر کرنے کا فائدہ بندے کو معیت الٰہی کی صورت میں حاصل ہوتا ہے (ان اللّٰہ مع الصابرین) جس کی قدر ومنزلت کا مقابلہ دنیا کی کوئی بھی نعمت نہیں کرسکتی۔ اسی وجہ سے ہی صبر کا مرتبہ شکر سے بلند قرار پایا ہے۔ علاوہ ازیں شکر انفرادی حیثیت کا حامل ہے جبکہ صبر کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ بندہ شکر کرتا ہے تو اس کا فائدہ اس کی ذات تک محدود رہتا ہے۔ (لان شکرتم لازیدنکم) جبکہ صبر کا صلہ اور اس کا اجر صبر کرنے والے کو ملتا ہی ہے مگر ساتھ ہی اس کے اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوتے ہیں اور تمام ماحول اس کے ثمرات سے تحفظ وطمانیت کی صورت میں استفادہ کرتا ہے۔

صبر زندگی کے ہر شعبے میں کارآمد ہوتا ہے چہ جائے کہ علم جیسا اہم ترین شعبہ اس سے خالی ہو۔ بلکہ علمی میدان میں صبر وتحمل کی تو بے حد ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ خصوصاً جبکہ کسی علمی مسئلہ میں دو مختلف آرا پیش کئے جائیں۔ اور ان متضاد آرا کے ماننے والوں میں نزاع کی کیفیت پیدا ہوگئی ہو۔ اس وقت فریقین صبر سے کام لیں ایک دوسرے کے دلائل کو اطمینان سے سنیں۔ فریق مخالف کی رائے کا احترام کریں، تو ایسی صورت میں علمی ماحول پر سکون رہے گا، اور اس وقت علم کی اہمیت وافادیت میں کافی اضافہ ہوجائے گا۔ اور اسکی برکتیں صدیوں باقی رہیں گی، صبر کی ان تمام خوبیوں کے باوجود علمی منظرنامے میں صابرین

کی تعداد بہت ہی کم نظر آتی ہے، جس کے سبب کسی نہ کسی مسئلہ میں علمی ماحول ہمیشہ گرم رہتا ہے۔ بسا اوقات اس کی گرمی اس قدر شدید ہو جاتی ہے کہ علم وادراک کا ظاہر ہی نہیں بلکہ باطن بھی جھلس جاتا ہے اور اس کا نقصان ایک زمانہ تک وبالِ جان بن کر اہل علم کے ذہن و دل پر چھایا رہتا ہے۔

کچھ ایسا ہی واقعہ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پیشتر رونما ہوا جس کے علمی نتائج و عواقب بڑے ہی گمبھیر ثابت ہوئے، علماء وفضلاء میں شدید افتراق و انتشار کی کیفیت پیدا ہوگئی، دو مختلف گروہوں کے درمیان ایک علمی مسئلہ پر باقاعدہ جھگڑا شروع ہوگیا۔ آپس میں مناظرے ہونے لگے، کتابیں لکھی گئیں جس سے علمی مسئلہ علمی مسئلہ نہیں رہا بلکہ عوامی مسئلہ بن گیا۔ پھر کیا تھا مسلمانوں میں ردوکد کا بازار گرم ہوگیا۔ تکفیر کی دکانیں سجائی جانے لگیں اور گاہکوں کو لبھانے کے لئے قرآن وسنت کی دہائی دی جانے لگی۔ اس اختلاف کی آگ میں بہت سے اہل قلم کے قرطاس وقلم جل گئے۔ یہاں تک کہ ان کی انگلیاں متاثر ہوگئیں۔ پھر یہ بیچارے علمی اشاعت اور دینی خدمت کے منصب جلیلہ سے ہاتھ دھو بیٹھے، ان انتہائی سنگین حالات میں ایک مرد مومن اس فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے لئے کمر ہمت باندھ کر اپنے ہاتھ میں قلم تھام کر اٹھ کھڑا ہوا، اور وہ اپنے زور قلم کے باوجود اعتدال پسندی اور شائستہ مزاجی کے باعث مذکورہ دو متحارب جماعتوں کے درمیان صلح وصفائی کرانے میں کامیاب بھی ہوگیا۔ اس بطل جلیل کا نام نامی حضرت علامہ سید شاہ عبداللطیف قادری نقوی معروف بہ قطب ویلور قدس سرہ ہے۔

واقعہ دراصل یہ ہے کہ بعض اہل اللہ نے حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی توضیح وتشریح اور اس کے وجود کی تعریف وتفہیم کے لئے وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے عنوان سے دو الگ الگ اصطلاحات وضع کیں اور انہوں نے اس کی تعبیر وتفسیر میں مختلف مثالوں کا بھی استعمال

کیا جس سے بظاہر کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئیں۔ چنانچہ وحدۃ الوجود کو اس طرح سمجھا گیا کہ وجود یعنی موجود ہونا، حق تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور یہ تمام موجودات کا مبداء اور مصدر ہے جس سے کائنات کا ہر ایک ذرہ وجود پذیر ہوا ہے اس کی مثال دیتے ہوئے کہا گیا کہ موم سے مختلف اشکال بنائی جائیں مثلاً اسے انسان و جانور کی شکلیں دی جائیں یا اشجار و احجار کی صورتوں میں ڈھالا جائے پھر ان اشیاء کو مختلف اسماء سے موسوم کیا جائے تو ان کے نام الگ الگ معلوم ہوں گے مگر حقیقت ان سب کی ایک ہو گی وہ ہے موم، بعینہ یہی معاملہ خالق و مخلوق کا ہے۔ وحدۃ الوجود کے قائلین میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابوبکر شبلیؒ، حضرت محی الدین ابن عربیؒ، حضرت امام غزالیؒ، حضرت امام فخر الدین رازیؒ، فقیہہ علی مہائمی گجراتی، حضرت ملا جامیؒ، حضرت عبدالحق محدث دہلویؒ، حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی ویلوریؒ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت بحر العلوم عبدالحئی مدراسیؒ، حضرت شاہ کمال کڈپویؒ، حضرت باقر آگاہ ویلوریؒ، حضرت مولانا عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت مولانا اسمٰعیل شہید دہلویؒ، وغیرہ صوفیائے صافیہ ہیں۔ انہیں میں سے مصنفِ ''غایۃ التحقیق'' حضرت قطبؒ ویلوری کی ذات گرامی بھی ہے۔ ان بزرگوں نے فاینما تولوا فثم وجه الله اور وما رميت اذ رميت ولكن الله رما، خلق الله ادم علىٰ سورته'' وغیرہ آیات و احادیث سے استنباط کرتے ہوئے اپنے موقف کو مدلل کیا۔ اس مسلک وحدۃ الوجود کے ماننے والوں پر جو بڑا الزام لگایا گیا وہ یہ کہ یہ لوگ نعوذ باللہ حق تعالیٰ کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے اور متضاد شکلوں میں حلول پانے کے قائل ہیں، جو صریح شرک کے مترادف ہے، اس مسلک و مشرب کے مقابل ''وحدۃ الشہود'' ہے جس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود ایک ہی ہے اور وہ ازلی و ابدی ہے باقی سب اس کے مظاہر اور حقائق مختلفہ ہیں جیسا کہ کوئی شخص کسی آئینہ خانے میں کھڑا ہو جہاں سینکڑوں آئینے دیواروں پر نصب کئے

گئے ہوں تو وہاں ہر مقام پر اسی کا عکس نظر آئے گا مگر یہ عکس اس کی ذات کا عین نہیں ہوگا۔ اس مشرب کے حاملین میں حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانیؒ، حضرت قاضی عضد الدینؒ، حضرت علامہ سعد الدین تفتازانیؒ، حضرت ملا علی قاریؒ، حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ وغیرہ اکابر وعلماء وصلحاء شامل ہیں جنہوں نے بڑے ہی شد ومد کے ساتھ اول الذکر داعیانِ مسلک کا انکار کیا۔ یہ معاملہ حضرت قطب ویلورؒ (متوفی ۱۲۸۹ھ) کے زمانے میں بعض پر جوش مگر کم علم وکم فہم احباب کی وجہ سے گرما گیا تھا۔ جس کی تپش دور دور تک محسوس کی جارہی تھی اور آپ کے عرب وعجم میں موجود لاکھوں معتقدین میں بھی یہ فتنہ اختلاف و انتشار کی صورت میں سر اٹھانے لگا تھا اس لئے حضرت قطب ویلور نے اس اختلاف کو اتحاد میں تبدیل کرنے کا خود بیڑا اٹھایا اسی مقصد کے تحت ''غایۃ التحقیق'' کو منصۂ وجود پر جلوہ گر ہونے کا موقع فراہم ہوا۔

حضرت قطبؒ ویلور کا مزاج ومنہاج اپنے آباء اجداد کی گرانقدر تعلیمات خاندانی صالح ترین روایات اور اس دور کے جید علماء وفضلاء کی تربیت کی وجہ سے سراسر داعیانہ اور انتہائی حکیمانہ ومصلحانہ ہوگیا تھا۔ اس لئے آپ نے قبل ازیں شریعت کے بعض فروعی مسائل کے تعلق سے پائے جانے والے افراط وتفریط سے عامۃ المسلمین کو محفوظ رکھنے اور انہیں راہ اعتدال سے آگاہ کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب ''فصل الخطاب بین الخطا والصواب'' (۱۲۷۷ھ) تصنیف فرمائی جس سے عوام وخواص دونوں طبقوں کو فائدہ پہنچا، یہاں تک کہ بہت سے اہل علم نے اس کتاب کو اپنی محسن کتابوں میں شمار کیا۔ الحمد للہ استفادہ کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ علاوہ ازیں حضرت قطب ویلور کی داعیانِ شخصیت کا ایک غیر معمولی وصف یہ ہے کہ آپ نے ہندوستان میں ایک ایسی سنت کو زندہ فرمایا۔ جو تقریباً دوسو سال سے نظر انداز ہوکر رہ گئی تھی۔ وہ یہ کہ آپ نے انگلستان کی حکمراں مہارانی وکٹوریا کو مفصل خط لکھ کر

اسے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی دعوت دی۔ جس پر اس نے اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے معذرت خواہی کرلی۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے ایک اور کارنامہ یہ انجام دیا کہ ملک کے طول و عرض میں موجود تمام غیر مسلم راجاؤں اور شہریارانِ مملکت کو بھی خطوط کے ذریعہ اسلام کی طرف مدعو کیا تھا اس طرح آپ نے یقیناً اپنے عہد کے داعیانِ اسلام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا۔ بہر حال قطب ویلورؒ نے جب یہ دیکھا کہ اختلاف کا پانی سر سے اونچا ہو رہا ہے تو آپ نے اپنے بے تکلیف اور جاذب نظر اسلوب میں مدعیانِ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے مابین اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لئے اصطلاحات صوفیہ کی حسنِ تاویل وعمدہ تشریح کی اور اسے قرآن وحدیث کے دلائل سے نہ صرف آراستہ کیا بلکہ اپنی تحریر پر اس وقت کے مشہور و معروف مفتیانِ کرام وعلمائے عظام سے بھی تائیدی نوٹس لئے۔ آپ کی اس بلند پایہ تحریر پر اپنے دستخط ثبت کرنے کی سعادت حاصل کرنے والوں میں ام المدارس مدرسۂ باقیات صالحات ویلور کے بانی اعلیٰحضرت شاہ عبدالوہاب قادری ویلوری علیہ الرحمہ اور ان کے استاذ گرامی حضرت علامہ حکیم زین العابدین مائل ویلوریؒ کے اسمائے گرامی بھی صفحۂ قرطاس پر منور دکھائی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس رسالے ''غایۃ التحقیق'' (مطبوعہ ۱۲۸۰ھ) کے منظر عام پر آنے کے فوری بعد اختلاف کے تند وتیز شعلے سرد پڑنے لگے یہاں تک کہ آگ یکلخت بجھ گئی۔ اور پھر دونوں مسلکوں کے ماننے والوں کے درمیان یگانگت اور یکجہتی کی شمع روشن ہوگئی۔

الغرض حضرت قطبؒ ویلور نے ''وحدۃ الوجود'' و ''وحدۃ الشہود'' کی بحثوں میں غلو کرنے اور بیجا اپنا سر کھپانے والوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''حاصل کلام ہم لوگ جو وجودی اور شہودی کے اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ طرفین میں سے کسی ایک جانب کی صحت و درستگی کا جزم و یقین حاصل نہیں کرسکتے لہٰذا ہمارے لئے یہی ایک راہ ہے کہ جس

طرح مذاہب اربعہ میں حق کو دائر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب حنفیہ صواب پر مبنی ہے اور خطا کا احتمال ہے اور مذہب شافعیہ و مالکیہ اوران کے علاوہ دیگر مذاہب خطا ہیں اور صواب کا احتمال ہے۔اسی طرح ان دونوں مذاہب (وجودی وشہودی) میں سے کسی ایک مذہب کی دلیل راجح معلوم ہو تو دوسرے مذہب کو غلط اور گمراہ خیال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دوسرے مذہب کو غلط سمجھنے سے نامور علماء ومشائخ کی کثیر جماعت کا کافر اور گمراہ ہونالازم آئے گا۔

ہاں! اگر کسی ایک مذہب کی تقلید میں غلو کرے اور فرق مراتب کو نظر انداز کردے اور جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھے اور عابد کو معبود، حادث کو قدیم، ملوث کو منزہ، حرام کو حلال اور نجس کو طاہر خیال کرے یقیناً ایسے اشخاص ملحد وزندیق قرار پائیں گے۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی کے فرق کے باعث جو اختلاف امت میں پیدا ہوا وہ سنی ورافضی یا سنی وخارجی کے اختلاف کے مانند نہیں ہے کہ فریقین جانبین سے ایک دوسرے کو گمراہ اور کافر قرار دیں بلکہ شہودی اور وجودی کا اختلاف تو مذاہب اربعہ کے اختلاف کی طرح ہے۔

ہاں اگر کوئی وجودی شخص جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھتے ہوئے الحاد وزندیقہ کی نوبت ومصیبت پیدا کردے تو وہ یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہے اور اسی طرح کوئی شہودی شخص اعتدال کی روش ترک کرتے ہوئے علماء اور صوفیاء کے گروہ کثیر کو گمراہ اور کافر لکھنے لگے تو وہ بھی یقیناً مطعون اور قابل سرزنش ہے"۔اس اقتباس سے آپ کے اسلوبِ بیان اور طرز تفہیم پر روشنی پڑنے کے علاوہ آپ کے داعیانہ وعالمانہ مزاج کا بھی بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس کتاب کو اتنی طویل مدت کے بعد شائع کرنے کا آخر سبب کیا ہے جبکہ مذکورہ مباحث کا نہ دینی درسگاہوں میں اور نہ خانقاہوں میں اعادہ کیا جاتا ہے اور یہ وہ بحثیں ہیں۔جن کا اظہار کرنا اور بطور آموختہ سہی انہیں دہرانا فعل عبث سمجھا جارہا ہے۔

راقم الحروف کی رائے میں اس دور میں بھی مذکورہ کتاب کی اہمیت باقی ہے۔ یہ اس طرح کہ آج مباحث کے موضوعات وعنوانات بدل گئے ہیں مگر ان کی شدت میں تاحال کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی بلکہ فی زماننا اختلافی مسائل کے انداز پیش کش اور طریقہ عمل میں اس قدر شدت وحدت پائی جاتی ہے کہ مساجد بھی ان کے اثرات سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس ہولناک صورتِ حال میں امتِ مسلمہ کو مختلف گروہوں میں بانٹ دینے والے ان فروعی اختلاف کے مہلک اثرات کو محو کرنے کے لئے جس طریقہ کار کی حاجت ہے اور ہمارے داعیوں مصلحتوں اور قلمکاروں کی جس اسلوب میں قلم اٹھانے کی ضرورت ہے اس کی جانکاری اس کتاب کے مطالعہ سے کما حقہ حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کا یہ بہت اہم وصف ہے۔ یہی اک بات اس کے جوازِ اشاعت کے لئے بھی کافی ہے۔

حضرت قطب ویلورؒ نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں اور ان کی حیات میں شائع ہوچکی ہیں۔ حضرت قدس سرہ کی زیادہ تر تصانیف فارسی میں ہیں۔ اور ان کی افادیت کا دائرہ فارسی دان حضرات اہل علم تک ہی محدود ہے۔ اردو دان طبقہ ان کتابوں سے مستفیض نہیں ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے یہ خلا پر کردیا۔ رفیق محترم مولوی حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی ایم اے، پی، ایچ، ڈی؛ استاد دارالعلوم لطیفیہ ویلور کو میدان کار میں لے آیا۔ اور انہوں نے حضرت قطب ویلور کی معرکۃ الآراء فقہی کتاب فصل الخطاب، اور ان کے علمی وتاریخی قلمی مکتوبات کے ضخیم دفتر کو اردو میں منتقل فرمایا، فصل الخطاب کا اردو ترجمہ ۲۰۱۱ء میں اور مکتوبات کا اردو ترجمہ ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا۔ اور اب ۲۰۱۳ء میں غایۃ التحقیق کا اردو ترجمہ متن فارسی کے ساتھ منظر عام پر آرہا ہے۔ اس ترجمہ کے لئے میں اپنے رفیق محترم مولوی حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے قلم سے اسی طرح اور بھی فارسی کتابیں اردو قالب اختیار کرتی

رہیں اور اردو دان طبقہ کے لئے افادیت کا باعث بنتی رہیں وماذلك على الله بعزيز ، وما علينا الاالبلاغ۔

ایک تاثر

توحید .....وحدت الوجود کے تناظر میں

از: ڈاکٹر صوفی غازی امان۔(اورنگ آباد مہاراشٹر)

کتابوں کے مطالعہ اور کتابوں کی دنیا میں قدم رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف اور تالیف بھی تمام علوم وفنون کے ساتھ ایک عدیم المثال فن سپہ گری ہے یہ فن انتہائی نازک اور اہم فن ہے۔درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، افتا نویسی، تقریر ووعظ، تحریر وتصنیف، یہ سب تبلیغ واشاعت دین کے لئے بے حد مفید اقدام ہیں۔ان سب فنون میں افتاء کے بعد سب سے مشکل فن، تحریر وتصنیف ہے۔کہنے کو تو یہ فن بہت آسان ہے لیکن جن حضرات نے اس میں قدم رکھا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کتنا کٹھن کام ہے۔اس خوبی کو پالینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بھی ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔اللہ پاک جس کو چاہے اس فن سے نواز دے۔اس لئے کہ بہت سے علماء واکابرین، ادباء وشعراء ایسے گزرے ہیں جو ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر علم وفن وحکمت وعمل کے کوہِ گراں تمام علوم وفنون میں یکساں دسترس رکھتے تھے لیکن تصنیف وتالیف وتحریر سے بہت دور تھے اسی لئے دنیا ان عظیم المرتبت ہستیوں کو دھیرے دھیرے وقت گذرنے کے ساتھ تحریر وتصنیف نہ ہونے کی صورت میں ان کے ناموں کو بھی بھولتی گئی بہر صورت یہ فن تصنیف وتحریر مشکل ترین فن ہے۔جیسا کہ اہل دانش جانتے ہیں کہ دینی ذوق عوام میں عام طور پر اتنا نہیں،

جتنا ہونا چاہئے۔خصوصاً تصوف کے قارئین کا حلقہ بہت محدود ہے، وحدت الوجود کا عقیدہ اس حصار کو مزید تنگ کر دیتا ہے جب کہ دنیائے اسلام میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جوان عقائد کو زندقیہ اور گمراہی قرار دیتے ہیں بلکہ مسلمانوں کے بعض فرقے اس حوالے سے بہت متشدد ہیں۔اس میں اگر ایسی کتابوں کی اتنی پذیرائی ہو جائے تو غنیمت ہے۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ تصوف وطریقت جیسے اور پیچیدہ موضوعات پر آج کل کافی تصنیفات نظر آ رہی ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسی کتابوں میں دلچسپی لینے والے حضرات کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر تعصب اور جانبداری کی عینک اتار کر دیکھا جائے اور دین کا عمیق مطالعہ کیا جائے تو اس کو ماننے بغیر چارہ نہیں۔ کیوں کہ کوئی بھی سنجیدہ اور خردمند آدمی بقول حضرت امام غزالیؒ مغز کے حصول کے بغیر محض قشر یا چھلکے پر ہرگز قناعت نہیں کرسکتا۔دریا کی صرف بالائی سطح کو دیکھ کر اس کی وسعت پر مطمئن ہو جانا بغیر یہ جانے کہ اس کی گہرائیوں میں کتنے صدف اور مروارید پوشیدہ ہیں ہوش مندی کا تقاضہ نہیں۔تصوف وطریقت اسلام کا حسن و جمال بلکہ کمال ہے۔شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہ ہرگز مقصد نہیں ہوسکتا کہ عبادات کے محض ظاہری ارکان پر توجہ کی جائے اور ان کی روح کو نظر انداز کر دیا جائے، یہی تصوف کی بنیاد ہے۔

''وحدت الوجود'' اس میں شک نہیں کہ بہت پیچیدہ مسئلہ ہے۔بغیر ضروری شرائط کی تکمیل کے [illegible] پڑھنا یقیناً گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔اس لئے اس کے مطالعہ میں احتیاط کی ضرورت ہے۔اسی باعث اسلام میں ان تعلیمات کو اخفا میں رکھا گیا اور سینہ بہ سینہ تعلیم کو ترجیح دی گئی۔لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے اور وقت کا بھی تقاضا ہے کہ ان تعلیمات کو عام کیا جائے اور اس مسئلہ کے صحیح خدوخال کو اجاگر کیا جائے۔ اس کے غلط تاویلات سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ بیشتر افراد صحیح تعلیمات سے

باخبر نہیں۔

یہاں یہ اظہار ضروری ہے کہ مسلک ومشرب کے لحاظ سے یہ خاکسار تصوف اور اس میں وحدت الوجود کی طرف مائل ہے۔ میرے تمام مضامین اور تمام کتابیں اسی بنیاد پر لکھی گئی ہیں۔ میری شاعری میں بھی یہی جھلک ہے۔ چنانچہ اس تبصرے میں بھی یہی رنگ غالب ہے جس کے لئے میں طبعاً اور فطرتاً مجبور ہوں، اختلاف رائے ہر شخص کا حق ہے ضروری نہیں کہ مسائل کے بیان میں ہر فرد مجھ سے متفق ہو۔ بہر صورت خطاونسیان انسانی فطرت ہے۔ میں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ قارئین کرام سے عفوودرگذر کا طلب گار ہوں۔ یہ بھی عرض کردینا مناسب ہوگا کہ میری معلومات کا منبع اور محور میرے پیرومرشد موحد کبیر گنجینہ عرفاں وتصوف حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین گولکنڈویؒ ہیں جو چاروں سلسلوں کے معتمد اور معتبر بزرگ ہیں، یہ زندگی کے اس بحر متلاطم اور گھٹاٹوپ اندھیروں میں وہ منارہ نور ہے جس کی روشنی منزل کا پتہ دیتی ہے۔

عظیم شخصیت

خالق کائنات جن شخصیتوں سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اور دین کا کام لینا چاہتا ہے انہیں دین کی صحیح فکر اور کامل شعور عطا فرما کر خیر کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔ پھر وہ عظیم شخصیتیں خداداد فقاہت وصلاحیت کی بنیاد پر قوم کی صحیح رہنمائی فرماتی ہے۔ صحیح اور غلط، حق اور باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتی ہیں۔ انہیں قابل قدر شخصیتوں میں ایک عظیم شخصیت حضرت العلام شاہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف المعروف حضرت قطبِ ویلوری تھی۔

حضرت قطب ویلور۔ ایک استاذ، ایک متبحر عالم دین، ایک بلند پایہ صوفی،

ایک رہبر طریقت بھی، صاحب شریعت بھی، مسند رشد و ہدایت بھی،

حضرت قطب ویلور۔

اکابر اہل سنت کے نورِ نگاہ بھی، مشائخ سلاسل کے دلوں کا چین بھی،

حضرت قطب ویلور۔ عوام کی سرپرستی بھی خواص کی آبرو بھی

اعلیٰ صفات کے مالک بھی صاحب بصیرت بھی

اور مجمع البحرین بھی، صاحب تصنیف و تالیف بھی

حضرت قطب ویلور۔ موقر و محترم شخصیت بھی، شریف النفس بھی

نمونہ سلف بھی اور فقیہ ملت بھی

حضرت قطب ویلور۔ حق آشنا بھی منبعِ گنجینۂ عرفان بھی

تزکیہ احسان کی تعلیمات سے آراستہ بھی

حضرت قطب ویلور۔ علم حدیث علم فقہ، علم معارف و علم ہیئت پر عبوری بھی

ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ بھی

حضرت قطب ویلور۔ فنون حرب و ضرب سے آراستہ بھی

حافظ قرآن بھی ماہر لسانیات بھی

حضرت قطب ویلور۔ صاحبِ اجازت و خلافت بھی

لاکھوں نفوس آپ کے دامن اقدس سے وابستہ

آپ ملت کے رہنما اور حق آگاہ بھی

حضرت قطب ویلور کی اہم تصانیف

اپنی تمام تر دعوتی، تبلیغی، تدریسی، علمی، فقہی اور خانقاہی مصروفیات کے ساتھ لوح و قلم سے اپنا مضبوط رشتہ استوار رکھا اور تحریر و تقریر کے ساتھ ساتھ نہایت علمی کتابیں یادگار چھوڑیں، ان میں سے چند تو ایسی شاہکار ہیں جن کا اعتراف اپنوں اور غیروں سبھوں نے کیا۔ حضرت کی اہم تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جواہر الحقائق۔ (۲) فصل الخطاب۔

(۳) غایۃ التحقیق۔ (۴) جواہر السلوک۔ (۵) مکتوبات لطیفی۔

غاية التحقيق

نام کتاب: غایۃ التحقیق

مصنف: سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف حضرت قطب ویلورؒ

اس کتاب میں مسئلہ وحدت الوجود کے متعلق جو مباحث، تشریح و تفہیم اور استفساء کا جواب ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ استفساء کا مکمل اور سیرِ حاصل جواب دیا گیا ہے جس کی صحت و اثبات پر نوروحی شاہد ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ وحدۃ الوجود ہی اصل اسلامی توحید ہے حضرت قطب ویلورؒ کے تمام جوابات کا لب لباب وحدۃ الوجود کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہر وجودی اپنا چہرہ صاف دیکھ سکتا ہے۔ تمام موجودات بحیثیت وجود عین حق ہیں اور بحیثیت غیر حق ہیں اور یہ غیرت بھی اعتباری ہے۔ یہ مسئلہ کبھی اختلافی نہ تھا نہ ہوتا اگر زندیقین اس کو ہوا نہ دیتے؟

ترجمہ نگاری کا فن

ترجمہ نگاری ایک مشکل فن ہے اس میں مطالعہ اور مشق از بس ضروری ہے۔ اس کے علاوہ چند بنیادی مسائل جو خاکسار کے ذہن میں ابھرے ہیں وہ یہ ہیں: (۱) اردو زبان پر

کامل دسترس فصاحت و بلاغت کا علم، لغت شناسی، رموز واوقات کی باریکیاں، زبانوں کا مطالعہ، اصطلاحوں اور مترادفات کا علم، ترجمہ نگاری کے فن میں معیاری کتابوں کا مطالعہ، زبان وبیان پر قدرت، موضوع سے دلچسپی، جس زبان سے ترجمہ کیا جارہا ہے اس کا عین علم، تقریباً ادبی سرمایے سے واقفیت، لغات سے عشق، فنی نزاکتیں اس زبان کی، محاورے، کہاوتیں، بول چال کے آداب، ترجمہ کا دوسری زبان کے تمام فنی اصول وآداب سے واقفیت، فن پارے کی روح میں اتر کر معنی کی آکاش تہوں کی پرتیں دوبارہ تخلیق کرنا۔ واضح رہے کہ Trans Creation اور Translation میں فرق ہے۔ اس کا شعور ہونا چاہیے۔ فن پارہ جب تک مترجم پر منکشف نہیں ہوگا۔ روح کا Transplant مشکل ہوگا۔ محض فن پارے کا مردہ ڈھانچہ، قاری کو مایوس کرے گا، پھر یہ کہ علوم وفنون وہ چاہیے مترجم کی زبان کے ہوں یا اس زبان کے جس سے ترجمہ مقصود ہے کماحقہ واقفیت ضروری ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ترجمہ شدہ متن میں روانی اور شگفتگی قائم رہے ثقیل الفاظ سے بوجھل نہ ہو۔ عصرِ حاضر میں اس فن کے ایک اعلیٰ اسکالر عربی فارسی اور اردو کے ماہر لسانیات حضرت مولانا ڈاکٹر بشیر الحق قریشی لطیفی ایم، اے، پی، ایچ، ڈی، ویلور ہیں جو مترجم کی حیثیت سے اور ان تینوں زبانوں کی اداشناسی کی حیثیت سے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

مولانا بشیر الحق کی بصیرت اور مقام

سندیں: افضل العلماء، منشی فاضل، ادیب فاضل، (مدراس یونیورسٹی) بی، او، ایل (عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد) پی، ایچ، ڈی، (سری شنکر آچاریہ یونیورسٹی آف سنسکرت کیرالا)

☆ تفہیم مضامین میں اردو کے مذہبی ادب کے اندر ایک اچھوتا انداز بیاں۔

☆ زبان وبیان پر قدرت، ٹھہراؤ، لہجہ پر اثر۔

☆ اپنے منفرد اسلوب سے عربی اور فارسی کے پر شکوہ الفاظ کا استعمال، ہر مضمون کو زبان وادب کی گہرائی اور گیرائی دے کر علم کے قیمتی خزانوں سے مالا مال کیا۔

☆ صاحب تصنیف وتالیف، ممتاز قلم کار۔

☆ صاحب اجازت وخلافت۔

☆ علم وفن، حکمت وعمل کے کوہِ گراں۔

☆ تمام علوم دینیہ میں یکساں دسترس۔

☆ جو خوبی تحریر میں وہی خوبی تقریر میں ہے۔

☆ تحریر میں فصاحت وبلاغت، ندرت ونکہت۔

☆ رموز ونکات اور دلکشی، تہہ داری اور معنویت۔

☆ درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف اور فارسی کتابوں کو اردو دنیا سے روشناس کرانا یہ مشکل نہیں تو آسان بھی نہیں ہے۔

☆ تقاریر سے تزکیہ اور اصلاح وتعمیر کا کام پابندی سے انجام دینا۔

☆ اسلامی مہینوں کی مناسبت سے منعقد ہونے والی مجلسوں اور جلسوں کو خطاب کرنا۔

☆ تہذیب واخلاق میں خاندانی اثر۔

☆ آپ کی نوک قلم سے مختلف موضوعات پر کم وبیش ۲۱ کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

☆ آپ کی کوشش سے ادارہ بنام ویلور اسلامک فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔

☆ مولانا موصوف کی ان خدمات کا یہ خاکسار ہی کیا ایک دن یہ پوری مذہبی دنیا اعتراف کرے گی۔

مکتوبات:

مکتوبات بھی اب ادب کی ایک صنف میں شامل ہو گئے ہیں۔ بہت سے ناقدین ادب نے نجی خطوط کو اس وجہ سے ادب میں اعلیٰ مقام دیا ہے کہ وہ بے ساختہ اور تکلفات سے دور ہوتے ہیں اور ان میں دلی جذبات کی بے تکلف ترجمانی ہوتی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک دور رہنے والوں کے لئے آپس میں ربط وضبط کا یہی واحد ذریعہ تھا اس لئے اسے ،نصف ملاقات، کہا جاتا ہے، لیکن اب ترسیلات کی دنیا میں ایک انقلاب آگیا ہے۔ ٹیلی فون ہی کیا حیرت انگیز ایجاد تھی کہ اب کمپیوٹر اور اس کے متعلقات نے ایک ایسا معجزہ کا سارنگ دے دیا ہے۔ پورے کے پورے خطوط آن واحد میں ہزاروں میل دور بھیج دئے جاتے ہیں۔ آمنے سامنے بیٹھ کر بالمشافہ گفتگو کی جاسکتی ہے اور آئندہ کچھ برسوں میں اس ضمن میں کیا کچھ ہو جائے گا شاید ابھی ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی ودویعت کردہ قوتوں کو برسرکار لانا انسانی عظمت کا اعجاز ہے۔ ان حالات میں خطوط کی اہمیت کم ہونا عین فطری ہے۔ باوجود اس کے گھر سے دور رہنے والوں کو اندازہ ہے کہ اپنے عزیزوں اور واقف کاروں کے خطوط کا کس قدر بے چینی سے انتظار ہوتا ہے۔ اہل خانہ اور متعلقین کی خیریت کی تشویش رہتی ہے۔ اب خیریت تو انٹرنیٹ یا ای میل کے ذریعہ ایک لمحہ میں معلوم ہو جاتی ہے۔ اس لئے خیر و عافیت کی طرف سے وہ اضطراب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ خطوط کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اول تو اوسط درجہ کی آمدنی والوں کے لئے کمپیوٹر وغیرہ تعیش کی حدود میں آتا ہے دوسرے دور بیٹھ کر انسان تفصیلی حالات معلوم کرنا چاہتا ہے جس سے اخوت ومحبت کے جذبات کی تسکین ہوتی ہے۔ خط پڑھ کر اور حالات معلوم ہو کر انسان کچھ عرصہ تک فضاؤں میں گم رہتا ہے جن سے وہ اتنی دور ہو گیا ہے۔

خطوط بہت ذاتی نوعیت کی چیز ہے جس سے غیر متعلقہ لوگوں کی عدم دلچسپی فطری

ہے جب تک تحریر میں اس نوع کے مندرجات نہ ہوں جو دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں اور مکتوب الیہ کے علاوہ عام قاری بھی اس سے مستفید ہو سکے ان خطوط کی اشاعت بے مصرف ہے۔ استفادہ علمی و ادبی دینی عام معلومات کسی بھی نوع کا ہو بہر حال آ گہی کا عنصر اس میں ہونا چاہئے۔

اردو میں فی زمانہ خطوط خاصی حد تک دستیاب ہیں جن کے لکھنے والوں میں ادیب، دانشور، شعراء، سیاسی زعما، دینی علماء غرض ہر طرح کے لوگ شامل ہیں۔ ظاہر ہے جب تک مراسلہ نگار عام ذہنی سطح سے قدرے بلند نہ ہو مکتوب الیہ کے علاوہ دیگر قارئین کو کیا متاثر کر سکتا ہے۔ کسی کے پاس اگر کچھ کہنے کو نہ ہو وہ دوسروں کو کیا سنا سکتا ہے اور دوسرے کیوں کر اس کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھنا ہی فہم و ادراک کی گرہیں کھولتا ہے قطب ویلور نے اربابِ اقتدار، اہل علم ودانش، اصحابِ فتویٰ، خویش و اقارب، علماء ومشائخین، طالبِ حق اور دوست و احباب کے نام لکھے ہیں جو مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ افضل العلماء ڈاکٹر بشیر الحق قریشی لطیفی نے بڑی ہی عرق ریزی کے ساتھ کیا ہے۔ دستیاب ہے۔

اصطلاحات کی اہمیت

زبان ترسیل خیال کا ایک اہم وسیلہ ہے۔ خیال ایک ذہنی کیفیت ہے جو خود اپنے اندر خوا طوفان بپا کئے ہو لیکن دوسرا اس سے باخبر نہیں ہو سکتا جب تک وہ خیال الفاظ کے پیکر میں نہیں ڈالا جاتا۔ اس طرح الفاظ خیال کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ جب کوئی خیال ہمارے ذہن میں آتا ہے تو اس کی اپنی کوئی شکل وصورت نہیں ہوتی نہ اس کی کوئی زبان ہوتی ہے جو دوسروں تک اس خیال کو پہنچا سکے یہ جب ہی ممکن ہے جب اس خیال کو ہم الفاظ کا لباس

پہنائیں گے۔ الفاظ گویا خیال کی صورت ہیں۔ اس طرح معنی وحقیقت کو بغیر لفظ وصورت اور لفظ وصورت کو بغیر معنی وحقیقت ظہور وجود نہیں۔ معنی کو الفاظ پر تقدم حاصل ہے۔ معانی کا وجود پہلے سے تھا۔ الفاظ بعد میں وضع کئے گئے تا کہ ان معانی کو جو ہمارے ذہن میں ہیں دوسروں تک پہنچایا جاسکے۔

خیالات کی ترسیل کے لئے الفاظ کے علاوہ اشارات کی بھی اہمیت ہے بلکہ بعض اوقات قلبی کیفیت کے اظہار کے لئے الفاظ واشارات دونوں ضروری ہوتے ہیں ورنہ صحیح تصویر سامنے نہیں آتی۔ لیکن کبھی الفاظ وہ کام نہیں کر سکتے جو محض اشارات کر دیتے ہیں مثلاً چہرے کے تاثرات، ہاتھوں کے اشارے، جسمانی اعضاء کی حرکات، آنکھوں کے اشارے بھنوؤں کا چلانا یہ سب حرکتیں ہمارے خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔ غصہ یا رنج والم کو جس طرح صورت میں دیکھا جاسکتا ہے لغت کی کتاب بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ہر علم تشریح کے لئے اصطلاحات کا محتاج ہے۔ اصطلاحات زبان کی ضرورت ہیں جن کے بغیر اس کو علم نہ سمجھا جاسکتا ہے نہ سمجھایا جاسکتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر علم کی اصطلاحات الگ ہوتی ہیں بلکہ بعض اوقات ایک ہی اصطلاح دو مختلف علوم میں الگ معنی رکھتی ہے۔ مثلاً زاویہ اگر حساب میں استعمال ہوگا تو اس سے مراد angle ہوتی ہے لیکن ادب کی زبان میں نکتہ نظر کو کہتے ہیں خود لفظ ''ادب'' لٹریچر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن معاشرتی زندگی میں احترام کے معنی لئے جاتے ہیں۔ دینی علوم ہوں یا دنیاوی تمام علوم اصطلاحات کے محتاج ہیں۔ دینی علوم میں بھی فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ سب کی اپنی اپنی اصطلاحات ہیں۔ تصوف بھی دینی علوم کا حصہ ہے اور بالکل اسی طرح اپنی تشریحات کے لئے اصطلاحات کا محتاج ہے تصوف کی اصطلاحات دو طرح پر ہیں (۱) علمی اور (۲) شاعرانہ۔

بحیثیت علم تصوف کی اپنی اصطلاحات ہیں جن کا جاننا تصوف کے ہر طالب علم کے

لئے ضروری ہے ورنہ وہ اس کے لئے چیستاں سے کم نہیں۔ علمی اصطلاحات مثال کے طور یہ ہیں۔ احدیت، وحدت، واحدیت، اعیان ثابتہ، تعین، مراتب ذات، تجدد امثال، فنا و بقا، سکر و صحو، عروج و نزول، وجود و شہود، قبض و بسط وغیرہ وغیرہ۔ ان علمی اصطلاحات کو سمجھے بغیر تصوف کو نہیں سمجھا جاسکتا لیکن شاعرانہ اصطلاحات بھی اپنی جگہ بہت اہم ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام میں شعری ذوق بہت پایا جاتا ہے اکثر صوفیاء شاعری کرتے تھے اور کرتے ہیں۔ اپنے اس شعری ذوق کو وہ تصوف کی تعلیمات میں استعمال کرتے ہیں۔ ساز و آواز، شعر و نغمہ کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ شاعرانہ اصطلاحات کی ضرورت اس لئے ہے کہ شعر و موسیقی کا باہمی ربط اظہر من الشّمس ہے۔ صوفیاء میں سماع و غنا عمومیت کے ساتھ رائج ہے، کلام جو سننے میں آتا ہے خواہ وہ صوفی کا ہو یا غیر صوفی کا حسن و عشق کے مضامنے سے پر ہوتا ہے زلف در خسار، چشم ولب، خط و خال وصل و ہجر ناز و زیبا، شوخی و غمزہ کا ذکر عام ہے جبکہ صوفی شعراء حد درجہ پابند شریعت ہوتے ہیں تصوف کا پہلا درس یہی ہے کہ طریقت بغیر شریعت زندقہ اور گمراہی ہے۔ حضور غوث پاکؒ کا ارشاد ہے اگر کوئی ہوا میں اڑنے لگے اور پانی پر چلنے لگے اور بغیر پابندی شریعت صوفی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور مکار ہے۔ صوفی شعراء کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نسبتاً بظاہر زیب نہیں دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف کی راہ میں جن امور سے سابقہ پڑتا ہے وہ محسوسات سے بالاتر ہیں۔ اس لئے ان کو استعارات کے پردہ میں بیان کرنا پڑتا ہے، بعض مسائل ایسے ہیں جس کو صوفیاء عام طور سے کھلے الفاظ میں بیان کرنا مناسب نہیں جانتے ان کو استعارات کے پردہ میں، بیان کرنا پسند کرتے ہیں تاکہ صرف صاحب فہم لوگ مستفید ہوسکیں ورنہ نااہل غلط سمجھ کر گمراہی کا شکار ہوتے ہیں اور صوفیاء کو ہدف ملامت بناتے ہیں۔ یہی استعارات بطور اصطلاحات استعمال ہوتے ہیں۔ ان استعارات کے ذریعہ سالک رموز حقائق الٰہیہ کو عقل و فہم کی گرفت میں لینے

کے قابل ہوتا ہے۔

سالک از نور ہدایت طلبیدہ راہ بدوست   کہ بجائے نہ رسد گر بضلالت برود

(یعنی سالک نور ہدایت سے محبوب تک پہنچنے کا راستہ طلب کرتا ہے اگر گمراہی کی طرف چلا گیا تو منزل پر نہیں پہنچ پایا)

جب تک ان اسرار و رموز کو سالک نہ سمجھے ترقی کے راستے اس پر مسدود ہوتے۔

تا نہ گردی آشنا پردہ بوئے نشنوی   گوش نامحرم نہ باشد جائے پیغام سروش

(یعنی جب تک تو اس پردہ سے واقف نہیں ہوتا کوئی آواز نہیں سن سکتا، نامحرم کے کان فرشتوں کا پیغام نہیں سن سکتے)

اس قسم کے الفاظ کو اس لئے تصوف کی شاعرانہ اصطلاحات سمجھا جاتا ہے۔

توحید

''وحدت الوجود'' دراصل توحید الٰہی کا ہی ایک پہلو ہے۔ بلکہ وجودی حضرات کے عقائد کے مطابق اصل اسلامی توحید ہی یہ ہے۔ اس لئے چند سطور اس ضمن میں لکھنا ضروری ہے۔ ''وحدت الوجود'' یا ''توحید وجودی'' مرکب لفظ ہے یعنی ''توحید'' اور ''وجود'' دو لفظ شامل ہیں اس لئے توحید اور وجود کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ پھر مجموعی طور پر وحدت الوجود یا توحید وجودی کا ذکر ہے۔ اسلام کی اساس ایمان ہے اور ایمان کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے۔ اخلاق کی درستگی اور کردار کی اصلاح ہر مذہب کا شعار ہے۔ کوئی مذہب افعال ذمیمہ اور اعمال قبیحہ کو اچھا نہیں سمجھتا۔ خدا کے وجود کا اعتراف اور عبادت کی ضرورت کا احساس بھی ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ اسلام کو جو چیز دوسرے مذاہب سے ممیّز کرتی ہے وہ عقیدۂ توحید ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وحی الٰہی کی بنیادوں پر جو توحید کا نظریہ پیش کیا وہ اتنا

مکمل اور جامع ہے کہ دوسرے مذاہب وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔صوفیائے کرام کے نزدیک یہ عقیدہ توحید صحیح معنوں میں خالصتاً توحید ہے جس میں ثنویت Duelism کا ذرہ بھی دخل نہ ہو۔کلمہ طیبہ کے معنی ان کے نزدیک لامعبود الا اللہ ہی نہیں بلکہ لامقصود الا اللہ۔ لامحبوب الا اللہ اور لاموجود الا اللہ ہیں۔یعنی بالذات سوائے حق کے کوئی موجود نہیں۔حقیقی وجود صرف اللہ کا ہے۔باقی سب کچھ اضافی اور اعتباری Relative ہے۔

یہ توحید کا پیغام اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر سرور کونینؐ کے ذریعے بھیج کر دین کو مکمل کر دیا۔ یہ کوئی نیا دین نہیں تھا۔ یہ اسی دین کی بازگشت تھی جو حضرت نوحؑ و ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دیگر پیغمبروں کے ذریعہ گم کردہ راہ انسانیت کے لئے پیش کیا گیا تھا۔لیکن اسلام میں یہ دین اپنی مکمل اور جامع شکل میں تھا۔اسلامی توحید نے ان دماغوں کو روشنی عطا کی جو نوفلاطونیت، ویدانیت اور اشراقیت وغیرہ کی موشگافیوں میں مبتلا تھے۔حقیقت کی تلاش میں لوگ سرگراں تھے۔ایسے میں صحرائے عرب سے یہ ابرِ کرم اٹھا اور بارانِ رحمت سے انسانیت کی اس تشنگی کو رفع کر گیا۔اس امر کا اعتراف تمام عالم کے دانشوروں نے کیا ہے۔مغربی مفکرین کا بہت لٹریچر اس سلسلے میں موجود ہے۔بقول حضرت باباذہین شاہ تاجیؒ توحید کے لغوی معنی ہیں کثرت کو وحدت کرنا یا کثیر کو واحد کرنا (جعل الکثرت وحدۃ اوالکثیر واحداً) توحید کے برعکس اشراک (شرک) کے معنی ہیں وحدت کو کثرت کرنا یا واحد کو کثیر کرنا۔(جعل الوحدۃ کثرۃ الواحد کثیرۃ) مشرک وہ ہے جو اس خدا کو جو وجوب اطلاقی اور امکانِ تعینی میں واحد ہے ایک نہیں مانتا بلکہ ایک سے زیادہ خیال کرتا ہے اس احوال (بھینگے) کی طرح جو ایک چراغ کو دو چراغ دیکھتا ہے۔

جس طرح بھینگے کے دو چراغ دیکھنے سے چراغ دو نہیں ہو جاتے بلکہ ایک ہی رہتا ہے اس طرح مشرک خدائے واحد کو متعدد گمان کرتا ہے تو اس سے خدائے واحد متعدد یا کثیر

نہیں ہوجاتا۔ وہ وحدہ لاشریک ہی رہتا ہے اس لئے اس کی بارگاہ وحدت میں شرک حقیقتاً ممتنع ہے۔ البتہ شرک مشرک کے خیال میں واقع ہوتا ہے۔ پس شرک کیا ہے مشرک کا زعم اور اس کا گمانِ فاسد ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

چوں کہ ہمارے پیش نظر صوفیانہ نقطہ نظر ہے اس لئے ہمارا مرکز فکر زیادہ تر انہیں کی تعلیمات ہے۔ ظاہر ہے کہ تمام پر حضرات کی تحریروں کا احاطہ ممکن نہیں بطور نمونہ چند بزرگوں کی تعلیمات کا خلاصہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ متعدد حضرات نے ''توحید'' کو مختلف انداز سے بیان کیا ہے۔ مقصد سب کا ایک ہے۔ اندازِ بیان میں فرق ہے۔ بیشتر حضرات نے توحید چار قسم کی بیان کی ہے۔ ایک تقسیم اس طرح کی گئی ہے۔

(۱) توحید آثاری: یہ کائنات اللہ نے بنائی جو واحد لاشریک لہ ہے۔

(۲) توحید افعالی: اس کائنات میں اللہ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت غوث اعظمؒ اپنی مشہور تصنیف فتوح الغیوب مقالہ پنجم میں فرماتے ہیں ''لا فاعل فی الحقیقۃ الا اللہ'' (یعنی سوائے اللہ کے کوئی فاعل نہیں)

(۳) توحید صفاتی: اس کائنات میں کسی شخص میں کوئی وصف نہیں ہے۔ یعنی کوئی خوبی یا کمال نہیں ہے۔

(۴) توحید ذاتی: اس کائنات میں دوسری ذات موجود نہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے توحید کے یہ چار مراتب بیان کئے ہیں۔

چار مراتب حسب ذیل ہیں:

(۱) پہلا درجہ: یہ ہے کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہے اور دل سے اعتقاد نہ رکھے۔ یہ منافقوں کی توحید ہے۔

(۲) دوسرا درجہ: یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی دیکھا دیکھی اس کا اعتقاد رکھے یا کسی

دلیل کی بناء پر مثل متکلمین اعتقاد رکھے۔

(۳) تیسرا درجہ: یہ مشاہدہ کرے کہ سب کی اصل ایک ہے اور سب افعال کا ایک ہی فاعل ہے۔ ایک نور ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے اور اس نور میں مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۴) چوتھا درجہ: آدمی ایک ہی وجود دیکھے۔ دوسرا کوئی وجود اسے نظر نہ آئے۔ سب کو ایک ہی دیکھے ایک ہی جانے۔ اس مقام میں تفرقہ نہیں۔ یہ مقام فنا فی التوحید ہے۔ (یہی مرتبہ جمع الجمع کہلاتا ہے۔ فنا فی اللہ کے بعد یہی بقا باللہ کی منزل ہے) یہی کمال عرفان ہے کیوں کہ اس میں حق ہی حق رہتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ایک کے سوا دوسرا نظر نہیں آتا۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے۔ جس طرح دیگر چیزیں دیکھنے میں محو ہوگئی ہیں اس طرح وہ خود بھی اپنے آپ میں محو ہے.....

اسی طرح حضرت جامیؒ بھی چار مرتبے بیان فرماتے ہیں:

(۱) توحید ایمانی: یہ ہے کہ بندہ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں یگانہ ہے اور صرف وہی معبودیت کا مستحق ہے۔

(۲) توحید علمی: یہ علم الیقین ہے۔ بندہ اس بات کا یقین کرلے کہ حقیقی موجودِ مطلق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ دیگر لوگوں کی صفات اور ان کے افعال کو اس کی ذات، صفات و افعال میں ہیچ جانے۔ ہر ایک ذات کی روشنی ذات مطلق کے نور سے سمجھے اور ہر صفت کو اسی نور مطلق کا پرتو جانے۔

(۳) توحید حالی: یہ ہے کہ ذات میں انسان کی محویت اتنی بڑھ جائے کہ بجز ذات و صفاتِ خداوندی کے اسے کچھ نظر نہ آئے حتیٰ کہ خود اپنی ہستی کا بھی احساس وشعور باقی نہ رہے۔ اپنی ہستی کے قطرہ کو بحر حقیقت میں غرق کردے۔ سوائے حق کے کچھ نہ دیکھے۔

(۴) توحید الٰہی: یہ ہے کہ حق تعالیٰ ازل میں واحد تھا۔ اب بھی وہ واحد فرد ہے اور

ہمیشہ واحد ہی رہے گا۔

اس توحید الٰہی سے حضرت جامی کی مراد یہ ہے کہ وہ ذات واجب الوجود کثرت کے واحد ہے۔ اس نے ظہور کیا تو رنگا رنگ لباس میں ظاہر ہوا۔

نوٹ: وجود کی بحث میں چند الفاظ آئے ہیں ان کو پہلے سمجھ لیں۔ ورنہ مسائل کا صحیح ادراک مشکل ہو جاتا ہے:

متکلمین: علم الکلام (SCHOLASTICISM) کے ائمہ اور علماء کو متکلمین کہتے ہیں۔ علم کلام دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔

(۱) اسلامی عقائد

(۲) فلسفہ ملاحدہ اور دیگر مذاہب کے اعتراضات وعقائد کی تردید۔

اشاعرہ۔ ماتریدہ۔ معتزلہ۔ جبریہ، قدریہ وغیرہ متکلمین کے مشہور فرقے ہیں۔ جو عقائد کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ناموں سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ اشاعرہ اور معتزلہ زیادہ نمایاں فرقے ہیں۔

"علم الکلام" دراصل بنی عباس کے زمانہ میں ایجاد ہوا۔ اسلام نے بہت سی اقوام عالم کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے باوجود انکا علمی مزاج ان کے ساتھ تھا۔ بنی عباس نے مذہبی آزادی دے رکھی تھی اور ایک دارلمبارحثہ قائم کیا تھا۔ جہاں ہر مذہب کا آدمی اپنا اظہار خیال کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ متعدد علوم کی کتابوں کا ترجمہ بھی عربی میں کرایا گیا۔ ان تمام مختلف نظریوں اور مسائل کی تائید وتردید میں جو مباحث پیدا ہوئے وہ علم الکلام ہے۔ متکلمین کے چند فرقوں کا ذکر حسب ذیل ہے۔

اشاعرہ: اشاعرہ کے امام ابوالحسن اشعری (۸۷۳ء/۲۷۰ھ تا ۹۴۱ء/۳۳۰ھ) جو معتزلہ کے مشہور امام عبدالوہاب جبائی کے شاگرد تھے۔ اور پھر ان سے علیحدہ ہو کر ایک

خاص مکتب خیال کی بنیاد ڈالی۔ دراصل اشعری کا ظہور معتزلہ کی حد سے بڑھی عقلیت کے ردعمل کے طور پر ہوا۔ جنہوں نے خالص عقلیت اور خالص اعتقادیت کے درمیان کا راستہ اختیار کیا۔ اس لئے معتزلہ (خالص عقلیت کے ماننے والے) بھی ان کے مخالف رہے اور خالص اعتقادیت کے معتقد یعنی محدثین بھی ان سے مطمئن نہ ہوئے ایک زمانہ میں تمام دنیائے اسلام اشعری عقیدہ کے پیرو تھی اور آج بھی اس کی اکثریت ہے یہ لوگ اپنے کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں۔ (نقد اقبال)

معتزلہ: مسلم معقولین اور فلسفی اسلام میں پہلی عقلی تحریک معتزلی فلسفہ کے مرکزی تصورات توحید 'عدل' 'الوحد والوحید' امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہیں۔ توحید پر بحث میں انہوں نے خدا کے بارے میں کثرت صفات کا تصور غلط قرار دیا کیوں کہ اس سے شرک لازم آتاہ۔ قرآن کو مخلوق قرار دیا۔ ان کے نزدیک خدا کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ عدل کے راستہ سے انحراف کرے۔ اس عقلی تحریک کے بانی واصل بن عطا اور عمر بن عباد تھے۔

''صوفیائے کرام کے نزدیک وجود یعنی ہستی ہی حق ہے۔ اس کی شکل اور حد نہیں ہے اور نہ اسے حصر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وجود کا ظہور اور تجلی شکل اور حد میں ہوتی ہے اس شکل اور حد میں ظاہر ہونے سے اس وجود میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے اور ویسا ہی رہے گا۔ یہ وجود ایک ہے مگر اس کے مظاہر اور لباس بہت سے ہیں۔ یہی وجود تمام موجودات کی حقیقت اور باطن ہے۔ کائنات کا ایک ذرہ بھی اس سے خالی نہیں۔ نہ خارج میں اس وجود کے علاوہ کوئی شئے موجود ہے۔ یہ وجود واجب ہیہ اور اس کی کنہ کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتی۔ عقل و حواس و ہم و قیاس اس تک نہیں پہنچ سکتے کیوں کہ یہ سب حادث ہیں اور حادث سوائے حادث کے کسی شئے کو معلوم نہیں کر سکتا۔ اسی خیال سے کہا گیا ہے کہ خدا کی ذات میں فکر نہ کرو وجود اپنی ذات کی حیثیت سے تمام ناموں، نسبتوں اور اضافتوں سے پاک ہے۔''

(نقد اقبال: از حضرت مولانا میکش اکبر آبادیؒ)

حضرت شاہ نیاز بریلویؒ فرماتے ہیں'' وجود بمعنی ما بہ الموجودیت (موجود ہونے کے اعتبار سے) عین حق ہے اوراس کی موجودیت بذات خود ہے اور تمام موجودات کی موجودیت اس سے ہے۔ درحقیقت اس کا غیر خارج میں کوئی موجود نہیں اور جس کو موجودات کہتے ہیں وہ اس ذات کے عوارض اوراس کی شانیں ہیں کہ اس پر عارض اوراس سے قائم ہیں (عارض یعنی جو بذات خود قائم نہ ہو) جیسے دریا میں موجیں۔ حضرت حق سبحانہ پر وجود کا اطلاق اسی معنی میں ہوتا ہے۔ ذات حق وجود محض ہے۔ اگر من حیث ہو اس کے تمام تعینات اوراس کی تمام شانوں سے قطع نظر کرکے اور بغیر لحاظ تنزیہہ وتشبیہ کے کیا جائے تو نہ اسے کلی کہا جاسکتا ہے نہ جزئی نہ کثیر نہ واجب نہ ممکن نہ قدیم نہ حادث نہ جوہر نہ عرض بلکہ تمام تعینات کے لئے حسب مراتب ومقامات وعارض ولازم ہے۔

وحدت الوجود

جیسا کہ کہا گیا توحید سے ہماری مراد وحدت الوجود ہے کہ اصل توحید اسی کو سمجھا جاتا ہے۔ بصورت دیگر یہ توحید نہیں بلکہ ثنویت ہوجاتی ہے۔ جو شرک بالذات ہے۔ حضرت ابوسعید مخزومیؒ پیرو مرشد حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانیؒ کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں۔

''تمام موجودات بحیثیت وجود عین حق تعالیٰ اور بحیثیت تعین غیر حق ہیں اور یہ غیرت اعتباری ہے۔ اور بہ لحاظ تحقق تعین غیر حق ہے اور یہ غیریت اعتباری ہے۔ اور بہ لحاظ تحقق کل حق تعالیٰ ہے۔ اس کی مثال حباب وموج اور کوزہ وبرف ہے۔ کیوں کہ یہ سب تحقق

کی حیثیت سے پانی کے عین ہیں اور تعین کے حیثیت سے پانی کے غیر ہیں''(تحفہ مرسلہ)

وحدت الوجود یہ ہے کہ وجود بہ معنی ہستی بحث عین ذات ہے۔ نہ اس پر کچھ زائد ہے اور نہ اس سے کچھ عارض ہے۔ وہی ایک ذات ہے اس کو موجود بھی کہتے ہیں اور وجود بھی۔ ظہور کے قبل وہ ذات پردہ غیب میں پوشیدہ تھی جو بے چونی و بے چگونی سے موسوم اور بے نامی و بے نشانی سے موصوف تھی۔ جب اس نے چاہا کہ وہ جانی اور پہچانی جائے تو رنگارنگ لباس پہن کر نہال خانہ غیب سے انجمن شہادت میں آئی پس وجود مطلق اور ہستی بحت جو اس سے عبارت ہے اپنے اطلاق سے تنزل کر کے لاہوت۔ جبروت۔ ملکوت اور ناسوت میں آئی۔ اس کا غیر کوئی موجود نہیں۔ ایک ہی ذات ہے جو ہزاروں شیون میں نظر آتی ہے۔''

قرآن وحدیث اور وحدت الوجود

جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ ''وحدت الوجود'' کوئی غیر اسلامی عقیدہ نہیں ہے بلکہ اسے مکمل طور پر قرآن و احادیث کی تائید حاصل ہے۔ ظاہر ہے کوئی بھی قول اگر حدیث و قرآن سے متصادم ہو تو وہ کسی بھی مومن کے لئے قابل قبول نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ صوفیائے کرام جو جامع شریعت و طریقت تھے جن کا ایک قدم بھی دائرہ شریعت سے باہر نہیں۔ قرآن وحدیث کے علاوہ اگر بزرگان دین کے اقوال بھی لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ صرف چند آیات لکھی جارہی ہیں لیکن یاد رہے ہر آیت بذات خود ایک سمندر ہے اور تشریح کی محتاج۔

(۱) سب سے بڑا ثبوت خود کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔ جس کی تفصیل پچھلی سطور میں لکھی گئی ہے کلمہ طیبہ اسلام کی بنیاد ہے۔

(۲) وھو معکم اینما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو)

(۳)وفی انفسکم افلا تبصرون (وہ تمہارے نفس میں ہے مگر تم نہیں دیکھتے)

(۴)فاینماتولوافثم وجهه الله (جدھر بھی تم پھرو اللہ ہی کا چہرہ ہے)

(۵)نحن اقرب الیه من حبل الورید (ہم رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے)

(۶)و کان الله بکل شئی محیط (اللہ تعالیٰ ہر شے پر محیط ہے)

(۷)کل شئی هالك الا وجهه (اللہ کے سوا ہر شئے ہالک ہے یعنی فی الحال معدوم ہے نہ کہ ہلاک ہونے والی ہے)

(۸)هو الاول والآخر والظاهر والباطن (وہی اول وآخر ظاہر و باطن ہے)

(۹)انك میت وانهم میتون (تحقیق تو اور وہ سب میت ہیں یعنی معدوم ہیں یہ نہیں فرمایا کہ فنا ہونے والے ہیں بلکہ حال کا صیغہ ہے یعنی فنا ہیں)

(۱۰)کل یوم هو فی شان (ہر لحظہ اس کی شان ہے)

احادیث متعدد ہیں۔صرف دو ایک دی جا رہی ہیں۔

(۱)کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو پیدا کیا خلق کو) یہ حدیث بہت تشریح کی محتاج ہے۔صوفیائے کرام کی تعلیمات میں یہ بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲)حدیث قدسی: کان الله ولم یکن معه شئی (تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی شئی) اس حدیث کے ساتھ قرآنی آیت کن فیکون ایجاد عالم کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

(۳)سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصدق کلمة قالها العرب الا کل شئی ما خلا الله باطل" (کسی عرب نے اس سے زیادہ سچا قول ادا نہیں کیا اللہ کے سوا ہر شئے باطل ہے)

(۴)آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم :لیس دونك شئی (اے خدا تیرے سوا کوئی شئی

موجود نہیں ہے)

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے مجھ کو اس خدا کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اگر ڈالو تم رسی کو سب سے نیچے کی زمین پر تو وہ البتہ پڑے گی اللہ پر پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ھو الاول والاخر والظاھر والباطن۔ اتنے ہی پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اہل ایمان کے لئے قرآن پاک کی ایک آیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کافی ہے۔ اور نہ ماننے والوں کے لئے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں۔

یہاں ایک بات کا اظہار ضروری ہے کہ ''وحدت الوجود بہت وسیع موضوع ہے اس پر مفصل کتابیں لکھی گئی ہیں یہ چند سطور اس وسیع موضوع کے لئے یقیناً کافی نہیں ہوسکتیں اور اہل ذوق حضرات جو اس علم سے واقفیت رکھتے ہیں اس میں تشنگی محسوس کریں گے۔ کیوں کہ اس ضمن میں بہت سے عنوانات ہیں جو تشریح طلب ہیں جن کا اس مختصر مضمون میں ذکر بھی نہیں کیا گیا۔ اس کمی کا احساس ہمیں بھی ہے لیکن دراصل یہ مضمون توحید یا وحدۃ الوجود پر مستقل تصنیف نہیں ہے اس لئے اختصار پیش نظر رہا ہے صرف کلمہ توحید کے حوالے سے بطور پس منظران عقائد کو بیان کیا گیا ہے جن کے بغیر کلمہ طیبہ کا مفہوم صوفیائے کرام کے نقطۂ نظر سے واضح نہیں ہوسکتا تھا۔

وحدت الشہود:

اسلام میں ابتداء سے صوفیائے کرام یعنی جو مقرب بارگاہ الٰہی بندے تھے نظریہ وحدت الوجود کے حامی تھے۔ یہ الگ بات ہے جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جاچکا ہے تصوف، صوفی، وحدت الوجود، وحدت الشہود وغیرہ ناموں کا وجود نہیں تھا بہرحال عقائد کے لحاظ سے

وحدت الوجود ہی بیشتر صوفیائے کرام کا مسلک تھا۔ نظریہ شہود کے بانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ (۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء تا ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) جو بعد میں مجدد الف ثانی کے نام سے مشہور ہوئے پہلے صوفی ہیں جنہوں نے وحدت الوجود کے مقابلہ میں نظریہ شہود کی بنیاد ڈالی جو بموجب بعض شہودی حضرات بطور ردعمل اختیار کیا گیا۔ وحدت الوجود کے عقیدہ میں ان حضرات کے نزدیک شریعت سے تجاوز کا پہلو نکلتا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عربی خود شریعت کے سختی سے پابند تھے اور تمام عمر انہوں نے شریعت کی تبلیغ کی۔ حضرت شیخ سرہندیؒ نے کوئی مستقل تصنیف نہیں چھوڑی۔ صرف ان کے مکتوبات کی تین جلدیں ہیں جن میں تقریباً ۵۳۵ خطوط ہیں جو انہوں نے مختلف لوگوں کو لکھے ہیں مکتوبات میں کوئی تاریخ نہیں ہے مگر مکتوبات کی جلدیں ان کے سامنے ہی یکے بعد دیگرے مرتب کرلی گئی تھیں اس لئے ان کے نظریات میں تبدیلی اور ارتقاء کا تعین دشوار سہی مگر ناممکن نہیں۔ اسی بناء پر بعض محققین نے یہ اندازہ لگایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خیالات بعد میں تبدیل ہو گئے تھے۔ واللہ اعلم

اس حوالہ سے چار گروہ کہے جا سکتے ہیں:

(۱) پہلا گروہ وہ جو وحدت الوجود کو اصل توحید سمجھتا ہے۔ ان کے نزدیک وحدت الشہود کا عقیدہ خلاف حقیقت ہے۔ جس سے اسلامی توحید کو ویدانیت اور نوفلاطونیت سے خلط ملط کرنے کا امکان پیدا ہوتا ہے۔

(۲) وحدت الشہود دوسرے گروہ کے نزدیک اصل توحید ہے۔ ان کے نزدیک وحدت الوجود زندقہ اور گمراہی ہے جو شریعت سے متصادم ہے۔

(۳) تیسرا گروہ میانہ روی کا قائل ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں کوئی فرق نہیں۔ سرف تعبیر کا فرق ہے ورنہ دونوں کا منشاء ایک ہے۔

(۴) چوتھا گروہ کہتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ بعد میں وحدت الشہود کے عقیدہ

کو چھوڑ کر خود وحدت الوجود کے قائل ہو گئے اور حضرت ابن عربیؒ کے ہمنوا ہو گئے تھے اور یہ تمام حضرات ان نتائج کو خود حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خطوط سے اخذ کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں ایسے دلائل پائے جاتے ہیں جس سے ہر گروہ حسب منشاء اپنا مطلب نکال لیتا ہے۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ قدس سرہ العزیز کے والد ماجد اور ان کے پیرو مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز نیز اکابر سلسلہ نقشبندیہ مسلک وحدت الوجود کے قائل اور اس کے سرگرم مبلغ تھے۔

فقط

خاکپائے فقرائے کرام ڈاکٹر صوفی غازی امان اللہ خان امان

المتخلص بہ صوفی غازی امانؔ

۱۵ دسمبر ۲۰۱۲ء مطابق یکم صفر ۱۴۳۴ھ

اورنگ آباد مہاراشٹرا

فارسی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً مسلساً دریں ایام ازقریه پیارم پیٹ استفسائے رسید حاصلش آں که مسئله وحدة الوجود که ازوی عینیت حق وخلق لازم می آید وصاحب تحفه مرسله وصاحب لمعات وغیرهما غیریت رااعتبافی میکوید حق است یاباطل وموافق شریعت و مطابق عقیدۂ اهل سنت وجماعت است یانه. اگر مطابق عقیدۂ اهل سنت باشد چراعلماء مکتلمین همچو قاضی عضدوسعدالدین تفتازانی وملاعلی قاری وغیرهم تضلیل وتکفیر قائلان ایں مسئله نموده وه عرفاء مشهورین همچه و علائوالدین سمنانی وخواجی محمد باقی وامام ربّانی مجدد الف ثانی وغیرهم ردوانکارایں مسئله فرموده اند

درصورت ثبوت ایں مسئله بدلائل شرعیه منکرآں کافر یا فاسق گردیدان ضروری است یانه.

ودرصورت ثبوت آں بکشف والهام بردیگراں حجت می توان شدیانه.

وصاحب کشف راعرض کشف خود برقرآن و حدیث لازم است یانه.

ونیز استفسائے دیگرازانجار سید حاصلش آنکه دریں جاچند کس ردوانکار مسئله وحدت الوجودمی نمایند وطعن و تشنیع و تضلیل و تکفیر شیخ محی الدین ابن عربی وملانورالدین جامی وسائر قائلان وحدت الوجود می کننداین طعن و تشنیع و تضلیل و تکفیر مردم را میر سدیانه.

واکثرمسائل صوفیه صافیه برخلاف ظاهر شریعت اندیانه.

واخفاء غوامض و دقائق آنها ازعوام الناس لازم است یانه.

واظهار وبیان اصطلاحات عرفاء ذوی الاحترام برذات عال متبحروشیخ مستقل موقوف است یانه.

ومعانی آیه نحن اقرب الیه من حبل الورید،وان الله علی کلی شیئی محیط و حدیث خلق الانسان علی صورته وغیرهاوماورا، تاویلات کتب اعتقادی که نزدعرفا متحقق است بجااست یانه.

وحدیث انامن نورالله وکل شیئی من نوری وانا عرب بلاعین وانا احد بلامیم وغیرهاصحیح اندیانه.

وقائلان مسئله وحدة الوجود درمتقدمان کدام، کدام اند.

جواب

جواب ا : سوال اول آنکه مسئله وحدةالوجود حق است مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی در فتوئ خودمی فرماید وحدت الوجود حق و مطابق واقع است ،چراکه دلایل عقلیه و نقلیه بران قائم است . چنانچه دررساله "ادلة التوحید "شیخ علی مهایمی گجراتی مشروح ومبسوط

است.

وا یں فتویٰ بتمامه پس از جواب سوالات دراسنادمر قومة الذیل خواهد آمد، وصوفیه آنچه عالم راعین حق گفته اند مرادازاں عینیت تجمیع وجوه نیست بلکه عالم بوجهی غیر بود.

چنانچه زید که فردیاست ازنوع انسان بوجه حقیقت عین نوع بود وبوجه تعین غیر.

مولانا شاه ولی الله دهلوی در "الطاف القدس" می نگارو ظهور، نسبتے است میان ظاهر و مظهر حکم ایں نسبت غیر حکم سائرنسبتهااست.

چه ظاهر عین مظهرجمیع اعتبار نیست وغیراو نیز بجمیع اعتبارنه مانندنوع انسان به نسبت افرادانسان اگر نوع عین ایں فردبر فرد برفرد دیگر محمول شدی.

چنانچه نوع محمول می شودواگر غیرایں فردبودے من جمیع الوجوه بایستی که هذا انسان صحیح نشدی. چنانچه هذا حصر صحیح نیست نوعِ انسان و نوع فرس به نسبت حیوان، وحیوان و شجر به نسبت نامی ، ونامی وجادبه نسبت جسم و جسم ومجردبه نسبت جوهر، وجوهره عرض به نسبت وجود عام هیں حال دادر، پس بدیهی است که دریں مواضع مصداق تغایرهردویافته می شود. دریں صورت احکام هردوقبیل راگنجالش بود. عقول قاصره گاهے آنرااز قبیل عین شی کیر ندمن جمیع الوجوه ، چوں بعض لوازم عینیت یافته نشود نقص آن عقیده

کنندوگاه آنرا ازقبیل غیر ترشند. من جمیع الوجوه چوں بعضِ لوازم غیریت بدست نیاید متحیر مانند عقول سلیمه دانند کی نسبتی است.
نسبت عینیت وغیریت هرچه از خصوصیات اشیاناشی شده ساحت وجود عام از غبار آن پاک است چنانچه سواد بشره وقصر قامت ولکنت زبان نوعِ انسان راملوث نمی سازو، هرچنداین اسود واقصر والکن انسان است وهرچه از مرتبه اطلاق من حیث المطلقیت سربرآوروه بخصوصیات نسبت نتوان کرد، چنانچه نوع بودن وکلّی بودن و مطلق بودن بمایمی فرد نسبت نتوان کرد، هر چند مطلق درمقید است چوں دراین انواع مختلفه خواص متنوعه بدست می آید عقل بدستاویز ان امور متغایره بحکم الاشیاء تعرف باضداد یابه ثبوت انواع شتی جزم کندوهریکے راازدیگری می شناسد بخلاف وجودعام که غیروی چیزے محسوس و معقول نیست تاعقل رادردے تصرف بود وازغیر باز شناسد معهٰذا لطافت در لطافت وبساطت در بساطت است،بچیزحیرت چیزے بدست عقل نیایدازیں جااست که معقولیاں درمیان جوهر وعرض حقیقت مشترک اثبات نکرده وجود عالم راجنس اعلمی نشمرده اندمنشاء آں عدم حضوروجود عام است نزدوعقل ایشاں انتهی.

ونیزمولانا شاه ولی الله دهلوی درمکتوب مدنی می طرازو الصوفیه حیثیت قالو العالم عین الحق ماارادو انفی الموجودات الخاصة الحاصلة من تنزل الوجود الی مراتب شتی بل ارادوالافادة معنی التنزل والظهور فکما ان المعقولی یقول زید عمر واحد یعنی التماثل فی النوع لا

الاتحاد من کل وجه ویقول الانسان والفرس واحد یعنی الاشتراک فی الحیوانیةویقول الشجاع والاسد واحد یعنی المشابهة فی الشجاعة فکذلک الصوفیون یقولون العالم عین الحق یعنون تعنیة کلیة فی الوجود المسنبط وقیام الوجودالمنسبط بالحق الاول جل مجده لانفی التایز لاکلیة قال قائلهم انتهی.

هر مرتبه از ... ود حکمے دارد
گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

وانچه صاحب تحفه المرسله وملانورالدین عبدالرحمن جامی ودیگر صوفیه غیر یت رااعتباری گفته اند مرادازان اعتبار واقعی و حقیقی است نه اعتبارمعتبر چناچنه مولاناشاه ولی الله دهلوی درمکتوب میگویدلایقال الصوفیة یلتزمون ان الحقائق الامکانیة اعتبارات واضافات لاحقة بالوجود لانانقول الصوفیة یقولون بان النار وغیر الماء والماء غیر الهواء،وان الانسان غیر الفرس وان کان الموجودیشلمها کلهافلا جرم انهم ارادوابالاعتبارات والاضافات ، معنی لایزاحم هذا التغایر الذی یکون منشا لاختلاف الاحکام والاثار وهذا المعنی هوالذی یعبر عنه بان الکثرة حقیقة والمحدة اعتباریة اذلا نعنی بحقیقة الکثرة التایز الحکام واختلاف الأثار وتغایر الحقائق التی هی الموجودات الخاصة (ای لانعنی) لااختلافهافی اصل الوجود الواحد السنبط علی هیاکل الموجوادت کلا. انتهی.

ونیز مولنا شاه ولی الله دهلوی درمکتوب مذکور میویگوید

وکـذالک کلام مولانا عبدالرحمٰن الجامی عندی مسلم فان مقصوده نفی تـاصـل الـحـقائق بجهالها وانها اعتبارات واضافات(بیوستگمها ومتعلقات آنهـا) الـموجودالحق بمعنی ان الوجود ظهر فیها وتعین بهالا بمعنی الفرق الاعتباری.انتهی،

از هـمیں عینیت وغیریت حقیقی خبر می وهدآنچه زبدة العارفین سید شاه کمال الدین قدس سره می گوید.

شـخـص دسـے عـکـس میں یعنـی جهـاں بیچ رب
عـکـس دسـے شـخـص میں رب میں جهاں یه عجب
شـخـص هـے باطن سوذات عکس هـے ظاهر صفات
بـمـرزخ جـامـع مـراد احـمد والا لقـب
نیست میں دستـاهـے هست هست میں دستا هے نیست
کـر نهیں باور تو دیک شک سراوحطب
صـوفیـه کـایـاد رکـهـ قـاعـدهٔ کـلیـه
خـلـق نه هوجائے حق، عبد نه هوجائے رب
عـطر کو کهنا شراب آب کو کهنا سراب
حوب کـو کهـنا خراب کذب هے، اے بے ادب
کـر تـو حقیقی دوئی عالم و حق میں ثبوت
ورنـه حـقـائـق کـے بیچ لاف نکر موندلب
وحـدت مـطـلق میں لیک جاں سمج بود دیک
عـالـم والله هے ایک سب سو وهی وه سو سب
ظـاهـر و بـاطن وهی، واجب وممکن وهی

کافر ومومن وهی دیروحرم روز شب

وصاحب فیض عام نیز درصفحه چهل ونهم درمیان حق و خلق، قائل نسبت عینیت و غیریت است چنانچه درجواب سوال یازدهم خواهد آمد وایضاً صاحب فیض عام درصفحه پنجاه و سیوم گوید، قطب المقربین شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات کی اٹھائسویں باب میں لکھاهے : اندلیس للعبد فی العبودیة نهایة حتی یصل الیهاثم یرجع ربا کما انه لیس للرب حدینتهی الیه ثم یعود عبدافالرب رب غیر نهایة والعبد عبد غیر نهایة یعنی بندے کو بنده پنے میں نهایت کو پهنچ کر رب هوجاوے جیسا حدنهیں هے، تب کو تا اس حد تک پهنچ کربنده هوجاوے.

پهر اس صورت میں رب هے سو رب هے .بلاانتها اور بنده هے سوبنده هے بلا نهایت یعنی رب پنے کو اوربنده پنے کو انتهانهیں هے، بنده هرمقام میں همیشه بنده هی هے اور رب هر مرتبه میں همیشه رب هی هے. کسی بندے کے رب پنے کا اعتقاد کرنا کسی مقام میں هو کفر هے. اگر کسی بزرگ کے کلام سے ایسی بات معلوم هوتو یه تیرے فهم کا قصور هے. اس بزرگ کی مراد وه نهیں‌جو تو نے سمجھ لیا. صوفیائے ملحدین نے بعض بزرگوں کے کلام سے یهی سمجھ لیکر خودبهی کافر هوے اور اپنے مریدین کو بهی کفر میں ڈالے . الله کی پناه.انتهی.

پس ازاں باید دانست که وجودیه و شهودیه ومتکلمین ایں هرسه طائفه ازاهل سنت وجماعت اند، حلول و اتحاد راکفر می دانند وحلولیه واتحادیه راتکفیری کنند واختلاف اهل سنت چه درمسائل ظاهر شریعت

وجه درمسائل باطن شریعت مانند اختلاف سنی و رافضی یا سنی و خارجی نیست تا تضلیل و تکفیر جانبے ازجانب دیگر باشد بلکه حق دریں اختلاف دایربود، مجتهد و مقلد جزم باحدالطرفین نمی تواندساخت اگر نظربدلیل یک طرف راجح شود طرف دیگر راضلال و گمراهی نباید. پنداشت ،مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی درمکتوب موسومه مولوی نورالله که دراسناد مرقومة الذیل خواهد آمد می فرماید که مامردم راکه بعدازیں اختلاف پیداشده ایم جزم باحدالطرفین نمی تواند شد پس سبیل مامردم این است که چنانچه درمذاهب اربعه حق رادایرمی انگاریم و می گویم که مثلاً مذهب حنفیه صواب یحتمل الخطاست و مذهب شافعی ومالکی وغیر ایشان خطا یحتمل الصواب است همچنیں دریں‌دومذهب توحید وجودی و توحید شهودی اگر نظر بدلیل یک طرف راجح شود آن طرف دیگر تاهم ضلال و گمراهی نباید انگاشت .

ونیزدردے می نگارد، حاصل کلام آنکه اختلافی که درمیان است بسبب تفاریق توحیدوجودی وتوحیدی شهودی واقع شده مانند اختلاف سنی ورافضی وخارجی نیست که تضلیل و تکفیر احدالجهتین از جانبین باشد بلکه مانند اختلاف مذاهب اربعه است انتهی.

وشیخ الهند درنوع ششم باب دهم "مدارج" می فرماید جزم کردن بیک جانب وترجیح آن تعصب نمودن دران مناسب طریقۀ اختلاف نیست.

ونیز دروے مے نگارد، درامر مکتلف فیه عیب یک دیگر نباید کمر دوهریکے رابحال خود باید گذاشت فربکم اعلم بمن هواهدی سبیلا. انتهی.

ازیں بیان هویداشد که مسئله وحدة الوجود حق و موافق شریعت و مطابق عقیدهٔ اهل سنت است.

جواب ۲. سوال دوم آنکه درعلماء سطحیان متکلمین همچو قاضی عضدوتفتازانی وملا علی قاری وغیرهم پئے بواقع نبرده یے، تعیق وتحقیق انکار مسئله وحدة الوجود کرده اند امامحققین وانه متکلمین همچو امام حجة الاسلام محمد غزالیؒ وامام فخرالدین رازی وغیرهما ازقایلان ایں مسئله اند مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی درفتوای خود که دراسناد خواهد آمد می فرماید علماء متکلمین راانکار ایں مسئله همکے ازدووجه است اول آنکه بریں مسئله بسبب کمال وقت وباریکی شبهات عقلیه و نقلیه بسیاروارد می شوند درنظر انها حل ان شبهات میسر شده ناچار بانکارش آمدنداست حال سطحیان ازمتکلمین.

دوم آنکه ایں مسئله از اسراراست شرایع وادیان موقوف بر دانستن ایں مسئله نیست بلکه عوام راتلقین ایں مسئله موجب انفتاح باب الحاد است واباحت شرور وفساداست و مداهنت درامتثال تکلیفات میکردوبس بیان ایں مسئله بنابر وقت وباریکی آں ممنوع ومحذوراست وامساک لسان ازاں واجب دانند چنانچه حدیث شریف وارداست.اذاذکر القدر فامسکوا، واذاذکر اصحابی فامسکواذا ذکر

النجوم فامسکوامعلوم شد که تفصیل و تفتیش درامتثال ایں مسئله دقیق مبخر بضلال واضلال می کرداین است حال محققان متکلمین ومعهذا ایں جماعه درتصانیف خودایماء اجمالی ایں مسئله داده اند کما لغزالی والرازی وغیرهمامن آئمة هذا الفن، اگر تفصیاش منظور باشد کتاب تنبیه الحجوبین مطالعه باید کر.

ونیزدروے می نگارد، بدانند که علماء متکلمین که اعتماد براقوال آنیاست انکار صریحش نکرده اند بلکه سکوت درزیده اندوازبیان آن دم درکشیده اندللوجه الذی ذکر ناه آری مقلدان علماء متکلمین سکوت ایشاں راانکار گمان کرده اندمثل تفتازانی وقاضی عضدودیگر متاخرین لیکن معلوم است که دریں باب مقتدایان امام غزالی وامام رازی و امثال آنها اندنه متاخرین انتهی.

پس دریں مسئله معتبر قول محققین وائمه متکلمین است نه قول سطحیان متکلمین ودرعرفاء جمهور صوفیه قائل مسئله وحدةالوجود اله بمعنی قائل وحدة الشهود مولاناشاه عبدلعزیز دهلوی درمکتوب موسومه مولوی نورالله کے دراسناد مرقومة الذیل خواهد آمد می طرازد.

که همیں مذهب رایعنی مذهب وحدة الوجود راصوفیه بسیار وعلماء نامداراختیار کرده اندودریں باب رسائل و کتب نوشته اند عمدهٔ شیخ عبدالکریم حلبی آنها ازقادریه شیخ اکبر محی الدین العربی وشیخ صدرالدین قونوی و شیخ عبدالرزاق جهجانوی وشیخ امان پانی پتی رحمهم الله.وازکبرویه مولانا جلال الدین رومی و شمس الدین تبریزی

رحمهماالله.

واز سهروریه شیخ فرید الدین عطار رحمةالله واز حضرات چشتیه سید محمد گیسو دراز و سید جعفرمکی رحمهما الله ل واز نقشبندیه خواجه باقی بالله وعبیدالله احرارو مولانا نورالدین جامی ومولانا عبدالغفور شمس الدین قنباری وقیصری وسعیدالدین فرغانی، موجود و مشهوراست چنانچه بملاحظه آں صاحب درآمده باشد و جماء دیگرآں همه اشارات، رابرتاویل حکایات یاسکرحمل نموده انکار وحدة الوجود کرده اندو گفته اندکه وحدة الوجود در بعض اوقات بنظر سالک می آید سے آنکه درحقیقت باشد چنانچه درروشنی آفتاب همه ستارهاھے بے نورمی شد وبے نظر نمی آید حالانکه درنفس الامر موجود اند ونور هم درانـد لیکن دروقت نمهارسبب غلبۂ نور آفتاب نوراین هماضمحل می گردو همچنیں است.

حال چراغ پیش مشعل پس کساینکه بتوحید صرف روزده اند توحید ایشاں محض درشهودو درنظر است بے آنکه دروجودباشدوهین است مذهب شیخ علائوالدوله سمنانی وجماعتے دیگر از قدماء هم ومذاهب امام ربانی واتباع ایشاں وابی حضرات دراثبات این عقیده برسائل ومصنفات بسیار پر داخته اند. انتهی.

اکنوں بماید دانست که دریں مسئله اگرچه شیخ سمنانی مخالف شیخ است معهذا مادرج شیخ است چنانچه صاحب نفحات دراحوال شیخ می فرماید، شیخ سمنانی قدس الله تعالیٰ روجه به بزرگی و کمال

حضرت شیخ رضی الله عنه دربسیارے از حواشی فتوحات اعتراف نموده است چنانچه درخطاب وے نوشته که ایها الصدیق وایها القرب وایهاالولی ایها العارف الحقانی وایں حواشی حالا بخط وی بر کنار فتوحات موجوداست .انتهی.

وامام بانی نیز باوجود مخالفت درمکتوب صدو شهتم جلداول طائفه وجودیه راعلی تفادت درجات الوصل والکمال واصل کامل می فرمایند

درمکتوب دوبست وشصت وششم جلد اول شیخ راازاولیاء مقبولان می گوید ودرمکتوب هفتا وهفتم سیوم شیخ رادراولیاء کبائر بیند.

ومولانا شاه ولی الله دهلوی درهمعات طریق شیخ راازشیوخ سلسلۂ خود شیرده است ودرمکتوب مدنی برصحت مکشوف وحدة الوجود وحدة الشهود رفته ومیان ایں، هردو مسئله تطبیق داده است بلکه برسهو وفلته علیه، شیخ شیوخ خود شیخ مجدد اعتراف نموده است حیث قال قدوقع عندنا ان المکشوفین صحیان جمیعان لکن القول ای قول المجدد بان وحدة الشهود علی هذا المعنی ای ان العالم عکوس الاساء والصفات انطبعت فی مراياالاعدام القابلة لتلک الاسماء الصفات لم يقل به الشیخ ابن العربی سهووبل الشیخ واتباعه بل الحکماء ایضا یقولون بها. انهتی.

ونیزدروے می گوید وبالجمله فالقول بان حقایق الممکنات

عـكـوس لاسـمـاء المنطبعة فی الاعدام القابلة لهالیس مخالفالکلام الشیخ ابن عربی واتباعه وکم لهم من تصریح اوتلویح بهذا المعنی وقد اومانا الی اوجه المسئلة فلا حاجة الی نقل کلامهم والطناب بسردة تصریحاتهم والقول بان حقائق اللمکنات هی الاسماء هی التاصلّة فی الوجود ولها ظل فی الطرف المقابل یسمی باعیان اهممکنات اوبمعنی ان المعارف له ربامن الاسماء وهو حقیقة التی یرجع الیها لیس مخالفا لکلام الشیخ المجدد ولوشئنا لا قمنابراهین کثیرة من کلامه فمحل کلام الشیخ انه وجد بعض مقال الشیخ ابن العربی واتباعه فحمهله علی مایخالف وجدانه وتلک فلتةٌ علمینةٌ لامنزلةٌ کشفیةٌ والفلتات لأیخلو منها العلماء ولا یضرعلومقامهم ان یوجد فی بعض کلامهم قلیلا فلتة انتهی.

بالجمله اسباب طعن بسیار اند صاحب نفهات دراحوال شیخ می فرماید که اعظم اسباب طعن طاعنان دروے کتاب فصوص الحکم است وهمانا که منشاء طعن طاعنان یا تقلید و تعصب است یا عدم اطلاع مصطلحات ومی باغموض معانی وحقائقی که درمضفات خود درج کرده است وآں مقدار حقائق ومعارف که درمضفات ومی بتحضیض در فصوص و فتوحات اندراج یافته است درهیچ کتاب یافته نشود وازهیچ کس ازیں طائفه ظاهر نشده است، وایں فقیر(مولاناجامی) ازخدمت خواجه ابونصرپارساقدس سرهٗ چنین استماع درادکه می گفت که والدمن (یعنی خودؤاجه محمد پارسا) می فرمود که فصوص جان است وفتوحات دل وهر جاکه والد بزرگوارایشان درکتاب فصل الخطاب قال

بعض کبراء العارفین گفته است.

مرادبآن حضرت شیخ است قدس سرهِ انتهی.

ازیں بیان هویداشد که دریں اختلاف اهل سنت معتبر قول محققین وائمه، متکلمین وجمهور صوفیه است.

سوال(۳)

در صورت ثبوت این مسئله بدلائل شرعیه منکر آن کافر یا فاسق گردیدن ضروری است یا نه ؟

جواب (۳) سوال سویم آنکه هر چه از دلیل شرعی ثابت کردو منکرِ آن کافر یا فاسق شدن ضرور نیست زیرا که منکر فرض غیر متفق کافر نمی گردد بلکه فاسق می شود و هکذا منکر واجب غیر متفق فاسق نمی گردد، نزد مجتهد یکه وجوب او ثابت آن بخبر متواتر و خبر مشهور نیست بلکه بخبر واحد است کافر و فاسق نمی شود بلکه بدعتی و مسی گردد و هکذا منکر مستحبی که ثبوت استحباب او بحدیث نیست نه کافر است، نه فاسق نه مبتدع نه مسی. کذا فی کتب الاصول و مفتاح الصلوٰة

اکنون باید دانست که مسئله وحدة الوجود و وحدة الشهود بقیاس مجتهدان باطن، و مسئله اثنینیت وجود بوجود اصلی بقیاس مجتهدان ظاهر مستنبط گردیده است. پس این هر سه ۳ مسئله از مسائل اجتهاد به اهل سنت است و اختلاف دراں همچو اختلاف مذاهب اربعه

کما مر فی جواب السوال الاول.

اما قیاس مقلد عامی در ادلّه شرعیه دخلے ندارد و مثبت احکام شرعیه نه بود. کذا فی کتب الاصول.

امام ربّانی در مکتوب پنجاه و پنجم جلد دویم می فرماید، معتبر در اثبات احکام شرعیه کتاب و سنت است و قیاس مجتهدان و اجماع امت، نیز مثبت احکام است بعد ایں چهار ادله شرعیه، هیچ دلیلے مثبت احکام شرعیه نمی تواند شد. انتهیٰ

پس مقلد بجز تقلیدِ مجتهد چاره نه دارد و در اختیار یکی ازیں اختلافات اجتهادیه مختار بود. اما در طعن و انکار مطعون و ملام و مکلف و معزز است، مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی در مکتوب موسومه مولوی نور الله می فرماید.

هر که از قائلان توحید وجودی پا از جادهٔ اعتدال بیرون نهاده نوبت الحاد و زندقه رساند البته ضال و گمراه می گردد و همچنیں اگر کسے از قائلان توحید شهودی پا از جادهٔ اعتدال بیرون نهاده تکفیر و تضلیل جمع کثیر از علماء و صوفیه نماید البته مطعون و ملام است. انتهیٰ

و نیز مولانا در فتویٰ خود می نگار دعا مه که هنوز بایں مرتبه صوفیه صافیه نرسیده و نه عالم متکلم شده مکلف است با آنکه اجمالا بداند که صوفیه صافیه آنچه اند حق است و فهمِ من بآں نمی رسد مثل ایمان بمتشابهاتِ قرآن. انتهیٰ

و ملا علی قاری در ساله سم القوارض، میں گوید و امّا ما اشتهر بین الحنفیه اذا انتقل الی مذهب الشافعی یعزز واذا کان الامر بالعکس یخلع فهو قول مبتدع و مخترع نعم لو انتقل طاعنا فی مذهبه الاول سواء کان حنفیا او شافعیا یعزز فتدبر. انتهیٰ.

مجتهد و مجدد قرن نهم حافظ احادیث نبوی شیخ جلال ارین سیوطی در " جزیل المواهب فی اختلاف المذاهب " می فرماید و من العجب ایضا من یاخذ فی تفضیل بعض المذاهب علی بعض تفضیلا یودی الی تنقیص المفضل علیه و سقوطه و ربّما ادّی الی الخصام بین السفهاء و صارت عصبیة و حمیة الجاهلیة والعلماء منزهون عن ذلک.

وقد وقع الاختلاف فی الفروع بین ا لصحابة وهم خیر الامة فما خاصم احد منهم احداء ولا عادی احدٌ احداً ولا نسبٌ الی الخطا والقصور. انتهیٰ.

ازیں بیان هویدا شد که هر چه از دلیل شرعی ثابت کردد منکر آن کافر یا فاسق شدن ضرور نیست و مقلد عامی در اختلافات اجتهادیه طعن مطعون ملام و مکلف و معزز است.

سوال ۴ در صورت ثبوت آن بکشف و الهام بر دیگران حجت می تواند شد یا نه . ؟

جواب ۴. سوال چهارم آن که مسئله وحدة الوجود کشف مجرد نیست تا دیگران را حجت نباشد بلکه کشف قایم ا ست، پس چگونه حجت نمی تواند شد مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی در فتوی خود می

فرماید.

وحدة الوجود حق ومطابق واقع است چرا که دلایل عقلیه و نقلیه بران قایم است چنانچه در رساله " ادله التوحید " شیخ علی مهایمی گجراتی مشروح و مبسوط است. انتهیٰ

خصوصاً بیان ایں مسئله و ادلۂ آن در " اجله التائید شرح ادلة التوحید " که از مولانا شیخ ابراهیم کردی است باید دید و مع هٰذا چند ادله در جواب سوال پنجم خواهند آمد ازیں هویدا اشد که مسئله وحدة الوجود کشفِ مجرد نیست بلکه کشف مدلل است دیگران را حجت می تواند شد.

سوال ۵ و صاحبِ کشف را عرض کشف ، خود بر قرآن و حدیث لازم است یا نه ؟

جواب ۵ سوال پنجم انکه آری صاحب کشف را عرض کشف خود بر قرآن و حدیث و شرع شریف لازم است برائے همیں صاحبان کشف. پس از عرض کشف خود ها دلائل بسیار یافته اند. اما از قرآن مجید اینما تولوا فثم وجه الله سنریهم ایاتنا فی الافاق وفی ا نفسهم حتی یتبین لهم انه الحق اولم یکف بربک انهٔ علیٰ کل شئی شهید الا انهم فی مرية من لقاء ربهم الا انّه بکل شیء محیط، هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء علیم ونحن اقرب الیه من حبل الورید وهو معکم اینما کنتم وفی انفسکم افلا تبصرون واذا سالک عبادی عنی فانی قریب وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمیٰ وکان الله بکل شیء محیط . الله نور

السموات والارض وكل شی هالک الا وجهه و کل من عليها فانٍ ويبقىٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام. الی غير ذلک من الآيات الکريمه.

الا کل شیء ما خلا الله الباطل

و کل نعيم لا محالة زايل

ولا يزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی يسمع به وبصره الذی يبصر به ويده التی يبطش بها ورجله التی يمشی بها وان ا حدکم اذا قام الی الصلوٰة فانما يناجی ربه فان ربه بينه و بين القبلة وان الله يقول واذا مرضت فلم تعدنی وجعت فلم تطعمنی الیٰ آخر الحديث.

وروی الترمذی فی حديث طويل والذی نفس محمد بيده لو انکم دليتم بحبل الی الارض السابعة السفلی الهبط علی الله ثم قرأ صلی الله عليه و سلم هو الاول والأخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء عليم الی غير ذلک من الاحاديث الصحيحة .

شيخ ابراهيم کردی، در اجله التائيد فی شرح ادلة التوحيد می فرمايد. والجمهور اولوها ای الأيات والاحاديث فقالوا المراد بالوجه لتوجه فی الصلوٰة وفی قوله انه الحق ان خالقها الحق وبالاحاطة العلم وبالظهور کثرة الدلائل وبالقرب

المعية العلم و بنسبة الرمی الاقدار عليه و بقوله کنت سمعه و بصره کونه سامعا لأيات الحق مبصراً لها و بقوله لهبط علی الله علی متعلق علمه ولا يخفی انها خلاف الظاهر مع بقاء وجه ا لاستدلال فی البعض فرارا من ا

لشبهات شبهة وحدة الوجود او غيرهما و سنرفعهما باثبات وحدة الوجود فلا يكون شبهة معدودة من الشبهة الموجبة للتاويل انتهیٰ.

وامام ربانی باں که دریں مسئله مخالف است در مکتوب دویست و هشتاد و ششم جلد اول اعتراف می نماید بآں که از ظهور آیات و احادیث توحید وجود مفهوم می شود و همچنیں احاطه و سریان و قرب و معیت معلوم می گردد، بلکه بزرگان وحدة وجود را وجدانا در خودها یافته اند.

قیصری در "مقدمة تائیة" میگوید المفهوم من الوجود لیس الا شیء واحد والمکابر منازع بوجدانه اما ثبوت وحدة الوجود بدلایل عقلیه از تصانیف شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و شیخ کبیر صدر الدین قونوی وادلة التوحید، فقیه علی مهایمی گجراتی و شرح ادلة التوحید، شیخ ابراهیم کردی، و مقدمه "شرح فصوص" قیصری وغیرها باید طلبید و اقوال عرفاء و علما حدے و حصری ندارند.

اما چند اقوال علماء متاخرین که دریں قرن سینه دهم گذشته اند. پس از جو به اسئله منقول خواهد کردید. ازیں بیان آنچه ارباب کشف عرض کشف خودها شریعت غرّا کرده اند هویدا کردید.

سوال:

درایں جا چند کس رد و انکار مسئله وحدة بود می نمایند و طعن و تشنیع و تضلیل و فقیر شیخ ابن عربی، ملا نور الدین جامی و سائر قائلان وحدة الوجود می کنند.

این طعن و تشنیع و تضلیل و تکفیر مردم را می رسد یا نه ؟

جواب ۶

سوال ششم آنکه وجودیه و شهودیه و متکلمین هر سه طایفه از اهل سنت و جماعت اند و اختلافے درمیان اهل سنت بسبب تفاریق توحید سنی و رافضی یا سنی و خارجی نیست تا تضلیل تکفیر احد الجهتین از جانبین باشد بلکه مانند اسلافِ مذاهب اربعه است کما مرّ فی الجواب الاول مع الاسناد. پس ازاں باید دانست که شیخ الهند عبدالحق دهلوی " در تکمیل الایمان " می فرماید که د ر حدیث آمده ا ست که هر که دیگری را کافر گوید، اگر وے د ر نفس الامر کافر نبود قائل بالفعل کافر گردد. انتهیٰ

و صاحب تنبیه الضالین " می گوید شرع محمدیؐ میں تو متفق علیه مسئله هے که کسی مسلمان کی طرف گناه کبیره کی نسبت کرنا بغیر پائے دلیل قطعی کے حرام هے. تکفیر کا تو ذکر. وه تو ایک نهایت دشوار مقدمه هے که تکفیر ادنیٰ مومن کی کفر هے.

چه جائے که علماء با عمل قاطع شرک و بدعت کی. خصوص سادات جلیل القدر کی که اجزاء رسول الله صلی الله علیه و سلم کی، هیں اشد کفر هو گا کیونکه اولاد بتول رضی الله عنها بحکم آیة تطهیر مانند اهلِ بدر کے مغفور هیں.

و نیز دروے می گوید: اور ابنِ حجر مکی " صواحق " میں یه حدیث شریف لکھے هیں

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لم یعرف حق عترتی فلاحدی ثلث اما منافق واما ولد زنیة واما حملته

سوال (۷)

اکثر مسائل صوفیه صافیه بر خلاف ظاہر شریعت اند یا نه؟

جواب (۷)

سوال هفتم انکه مسائل باطن شریعت با ظاهر شریعت مخالفت ندارند، چه اهل باطن با وجود تسلیم معانی ظاهر معانی دیگر دارند که ظاهر شریعت در آنها نمی کند و لیکن افهام عوام از فهم انها قاصر اند.

حق جل مجدهٔ می فرماید انی جاعل فی الارض خلیفة و نیز می فرماید وعلم آدم الاسماء کلها و در اخبار و آثار و باب اول دفتر اول تورات ان الله خلق آدم صورته آمده . و نیز در اخبار و در صحف انبیاء گذشته من عرف نفسه فقد عرف ربه وارد گردیده. و نیز بنده من بمن تقرب می کنند تا اورادِ وست گیرم، چوں اورا دوست گرفتم سمِع وَے باشم ، و بصروَے باشم، و زبانِ وَے باشم ورود یافته. و نیز مرضت فلم تعدنی یعنی بیمار شدم و بعیادتِ من نیامدی، فلاں بندهٔ من بیمار بود، اگر اور اعیادت کردی، مرا عیادت کرده بودی.

وامثال اینها وأد گشته است، حل صحت ایں مقدمات موقوف بر کشف معانی آیت کریمه و اخبار مذکور است. بیشتر زیر کان تاب و طاقت سماعت آن ندارند و در فهم معنی خلافت و تعلیم اسماء قاصر ماندند. ودر معنی صورت به تشبیه افتاده پند اشته اند. که صورت جز

صورت ظاهر نباشد و بعضے بحلول و اتحاد افتاده اند. پس حالِ غیر زیر کان در فهم آن چه باشد. حدیث کلموا الناس علی قدر عقولهم و دعوا مما ینکرون اتریدون ان یکذب الله و رسوله.

از اعلان آن مانع می آید و شریعت باظهار آن رخصت نمی دهد و کشف آن موقوف بر سلوک صحیح و جذبۂ الهی بود. کذا فی الکیمیا للامام محمد الغزالی.

و نیز چند آیات و احادیث دیگر که اهلِ ظاهر بشبهات بے ثبات وحدة الوجود و حلول وغیرهما تاویلها کرده اند. در جواب پنجم حوالۂ قلم کردیده اند بلکه قاصران معانی قران را منحصر بر ظاهر تفسیر می پندارند، و معانی اهلِ باطن را تحریف قرآنی می انگارند.

صاحب امحاض النصیحة فقیه علی مهایمی گجراتی در حق طاعن شیخ ابن عربی می فرماید و ماله یصوت فی هذا الباب صوت حمار و یصرخ صراخ الشکلی و یقول انه (شیخ) یحرف القرآن و هو (شیخ) یقرر ظاهره علی حاله و یستخرج بطریق الاشاره اسراره التی تنفذ البحار نفاذها ولا نفی بذلک ظاهر التفسیر ابدا بل ینکر ذلک قوله تعالیٰ مافرطنا فی الکتاب من شیء مع اندلیس فی ظاهره کثیر من الاشیاء و قوله عزوجل قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الایة وقول علیه السلام ان للقرآن ظهرا و بطنا وحدا و مطّلعا. انتهیٰ

ازیں بیان هویدا گردید که موافق شرع شریف و معانی چند آیات و احادیث از مکشوفات اهلِ باطن دیگر اند که افهام اهلِ ظاهر از انها

قاصر اند و قاصران آنها را تحریف می انگارند.

سوال (۸)

اخفاء غوامض و دقائق آنها از عوام الناس لازم ا ست یا نه ؟

جواب (۸)

سوال هشتم آنکه اخفاء غوامض از عوام لازم ا ست تا مغضی بریب و انکار و تضلیل و تکفیر علماء و عرفاء کبار نگردد. حدیث شریف کلموا الناس علی قدر عقولهم و دعوا مما ینکرون اشعار ازاں می نماید.

مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی در تفسیر سوره تسائل می فرماید.

منظور دریں سوره بیان است که سوال بسیار کردن از حقائق امور اخروية و مباحث ذات و صفات و مسئله قضاء و قدر و جبر واختیار و توحید وجودی، و شهودی و مشاجراتِ صحابه و حکمتهاء احکام شرعیه که از افهام عوام برتر است

و در عقل ایشاں گنجائش نمی کند. بسیار قبیح و مذموم است زیرا که غالباً مفضی بانکار ان حقائق می شود و لا اقل موجبِ تشکیک در اکثر اذهان می کردد. و حالانکه ایمان باں چیز ها موقوف بر تفتیش زاید و اطلاع بر تفاصیل کیفیات و کمیات آں امور نیست و همیں داء عضال است یعنی مرض صعب که دریں امت موجب فسادِ عقائد و افتراق فرض ضاله گشته و ایمان عالمی را ببا دداده حق تعالیٰ دریں سورة قبیح ایں امر بیان فرموده تا مردم ازاں احتراز نمایند و در ورطة ضلالت نیفتند. انتهیٰ

و مولانا شیخ ابراهیم کُردی که شیخ شیخ مولانا شاه ولی الله دهلوی است در اجلة التائید فی شرح ادلة التوحید می فرماید.

وانما یقولون افشاء سر الوجوبیة کفر نظرا الی العامة اذ یتصورون بذلک حیث لا یبلغ فهمهم و قد قال علیه الصلوة والسلام من حدث علی قوم بحدیث لا یبلغه افهامهم الا کان فتنة علی بعضهم فهو یصیر سببا لانکارهم علی ا لاولیاء وتکفیرهم ایاهم و قد قال علیه الصلوٰة والسلام ان من العلم کهیئة المکنون لا یعلمه الا العلماء بالله فاذا نطقوا به لا ینکره الا اهل الغرة بالله فکان السلف یرشدون الاهل به و یمنعونه عن غیر اهله و یقولون من منح الجهال علما اضاعه ومن منع المستوجبین فقد ظلم ووجه التضرر العامة اذا لم یفهمومن وجوه، اما ان لا یقبلوا و ینکرون علی علماء ہ و ربما یجترؤون علی قتلهم و تکفیرهم واهانتهم وهم الاکثرون واما ان یقبلوه ولا یفهمونه فیدعون الربوبیة لانفسهم تارة و یبیحون اخری اعمالهم بدعوی ان لهم الربوبیة و بان هذه الامور لا توثر فیهم بالاظلام فی الاغلبه و کل ذلک باطل و ضلال وانی لهم الالهیة وهم موجودون بالغیر لا از حضرت پیغمبر گرفته است علیه و علیٰ آله الصلوٰة والسّلام قطع البلعوم گویم از دیگران چه گفته اید، غوامض اسرار الهی است جل سلطانه که باخص خواص عباد خود درمیان می دارند و نامحرمی را در حوالی آن نمی گذارد.

حضرت خاتم الرسل علیه و علیهم الصلوات والتسلیمات که رحمت عالمیان است از کمال معرفت ووفور قدرت ان اسرار را

بابوهریرة و غیره درمیان آورد، و قابلیت مستمعان دانسته آں در هائے مکنونه را بایشاں ایثار فرمود. انتهیٰ

و شیخ شرف الدین یحیٰ منیری در مکتوبات خود می نگارد.

زنهار مگوی بر سرِ جمع
گر عاشق صادقی تو اسرار
دیدی که بسکر عشق رمزی
علاج بگفت و رفت بردار

سوال (۹)

اظهار و بیان اصطلاحات عرفاء ذوی الاحترام بر ذات عالم متبحر و شیخ مستقل موقوف است یا نه؟

جواب (۹)

سوال نهم آنکه در اهلِ سنت و جماعت صوفیه صافیه که برگزیده انام و بقیه اسلاف کرام اند برائے تشویق و تفهیم و تربیت و تعلیم از بطون قرآن مجید و احادیث شریف بلکه از ظواهران استنباط و استخراج نمودند چه در سلوک و معاملات و چه در حقائق و مکاشفات اصطلاحات بسیار مقرر کردند، و جرائد و دفاتر محرر نمودند. چنانچه ائمۂ مجتهدین و صنادید علماء متبحرین در اصطلاحات علوم دین مثل تفسیر و حدیث و اصول و فقه و ادوات آں‌همچو نحو و صرف و اشتقاق و معانی و بیان و غیراں صحائف کثیرة و دواوین بسیطه و قصیره تصنیف و تالیف کرده اند و هیچ ذودین این را بدعت مذموم نخواهد گفت. اگر

ست بدعت واجب و مندوب خواهد بود کما صرح به الائمة فی تقسیم البدعة کذا فی ایقاظا لغافلین لمولوی محمد باقر آگاه.

علم ظاهر و اصطلاحات آن بلکه علم حیاکت و حجامت بے استاد بدست نمی آید. پس علم باطن و اصطلاحات آن بے شیخ چگونه میسر گردد، هر مردے و هر کارے مثل مشهور است. مثنوی

ع کس بعلم ظاهر ار حق بین بدی
فخر رازی راز دارِ دیں بدی

مولانا شاه ولی الله دهلوی در انتباه = از شیخ تاج ا لدین سنبهلی که خلیفه خواجه محمد باقی است حکایت می کند که قال الشیخ ابو علی الدقاق قدس سره الشجرة التی تنبت بنفسها لا ثمر لها وان کان لها ثمر تکون بغیر لذة و سنته الله تعالیٰ جاریة علی انه لا بد من ا لسبب فکما ان التوالد والتناسل الصوری لا یحصل بغیر الوالد والوالدة و کذلک التوالد المعنوی حصوله بغیر المرشد متعذر و قال فی الرسالة المکیة من لا شیخ له فالشیطان شیخه. انتهیٰ

و جهالت از اصطلاحات صوفیه سببی است از اسباب طعن طاعنان صاحب نفحات در احوالِ شیخ می فرماید که سبب طعنِ طاعنان یا تقلید و تعصب است یا عدم اطلاع بر مصطلحات وی یا غموض معانی وحقایقی که در مصنفات خود درج کرده است انتهی یا حمل کلام بر معنی مشترک و متبادر کما فی حاشیة النفحات محمد و هدار.

ازیں بیان هویدا کر دید که برائے تعلم اصطلاحات عرفا شیخ علم

باطن باید. چنانچه براے تعلم اصطلاحات علماء استادِ علم طاهر باید.

سوال (۱۰)

معانی آیة نحن اقرب الیه من حبل الورید وان الله علی کل شیء محیط و حدیث خلق الانسان علی صورته وغیرها وما وراء تاویلات کتبِ اعتقاده که نزد عرفاء متحقق است بجا است یا نه.

جواب (۱۰) سوال دهم آنکه معانی آیة نحن اقرب الیه من حبل الورید و کریمه ان الله علیٰ کل شیٔ محیط و حدیث شریف ان الله خلق آدم علی صورته وغیرها که اهلِ باطن باوجود تسلیم معانی اهل ظاهر قائل آنها اند بجا است و شریعت غرّار د آنها نمی کند و لیکن افهام عوام از فهم آنها قاصر اند کما مر فی الجواب الخامس والسابع.

سوال (۱۱) حدیث انا من نور الله و کل شیء من نوری و انا عرب بلا عین وانا احمد بلا میم وغیرها صحیح اند یا نه ؟

جواب (۱۱)

سوال یاز دهم انکه حدیث انا من نور الله و کل شیء من نوری را بعضے از عرفاء در کتب خود بقلم آورده و صاحب فیض عام در صفحه چهل و نهم معنی آں را حواله قلم ایں چنیں نموده است، یه یهی جاننا چاهئیے که مراد اس حدیث سے یه هے که ظهور سرور عالم کا الله کے نور سے هے لیکن نه بطریق تجزی و انتقال و استحاله کے. کیونکه یه صفات اجسام کثیفه کے هیں. نه بیچون و بے چگونه کے بلکه بطریق فیض کے هے جیسا ظهور شخص کا آئینه میں دیکهو تو شخص اپنی

ذات اور صفات پر جیسے کا تیسا باقی ھے. پھر ظھور اس کا جو آئینہ میں ھوا ھے محض بطریق فیض کے ھے نہ بطریق تجزی و استحالہ و انتقال کے. پس نسبت اس شخص کی عکس کے ساتھ عینیت کی بھی ھے، غیریت کی بھی. ویسا ھی سرور عالم کی نسبت کو اللہ کے ساتھ جاننا چاھئے. انتھیٰ

ھر چند سند این حدیث بلقطہ در کتب و عارفان و محدثان یافتہ نشدا ما قیصری نمون این حدیث بصیغۂ دیگر در فصل من مقدمہ شرح فصوص آوردہ است . حدیث قال علیہ السلام اول ما خلق اللہ.

وشیخ الھند عبدالحق محدث دی نیز این حدیث را بصیغہء دیگر بچیزے دل در اول جلد مدارج رقم فرمودہ است ھمہ اشیاء مظاھر آن نور و مجلای آن درانـد. قول وے صلی اللہ علیہ وسلم من نور اللہ والمومنون من نوری و روایۃ من نور اللہ والمومنون منی، بآن ست و تخصیص بمومنین فاقی و بموافقت مقام است، و چون اول کرد بوجود کونی پیدا کردہ شد.

بوساطت وے عقول و نفوس و لوح و قلم و عرش و کرسی و افلاک و کواکب وارکان و معاون و نباتات و حیوانات وانسان کہ نسخہ جامعہ ھقائق کونی است، انتھیٰ

و حدیث انا احمد بلا میم را نیز بعضے از بزرگان در کتب خودھا آوردہ و معنی آن موافق شریعت غرّا بیان نمودہ اند. و لیکن این حدیث در کتب معتبرۂ صوفیہ و محدثین یافتہ نشد. و حدیث اَنا عَرَبٌ بلا

عین اصلی ندارد

معهذا در لفظ عرب حرف با غیر مشدد است و در رب مشدد.

پس نسبت این حدیث بجناب افصح العرب والعجم غلط بود اگر چه بعضے عرفاء معنی آن را موافق شریعت بقلم آورده اند.

سوال (۱۲)

قائلان مسئله وحدت الوجود، در متقدمان کدام کدام اند؟

جواب (۱۲) سوال دو از دهم آنکه قائلان وحدت الوجود چه عرفاء کرام و چه علماء عظام هزارها اند. وحدی و حصری ندارند. عمدهٔ آنها در جواب سوال دویم در سند مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی مرقوم کردیده اند. ماوراء آنها چهل عدد که اکثر انها عرفاء کبار و علماء نامدارند، از اجلة التائید مولانا شیخ ابراهیم کردی و نفحات ملا جامی و اخبار اخیار شیخ الهند محدث دهلوی و اصل الاصول مولانا شاه عبدالقادر فخری و غیرهم بقلم می آرد که عدد چهل در شرع شریف اعتباری و تاثیری دیگر دارد، و درین عدد چند اسامی عرفاء متاخرین با متقدمین منضم بود تا بر افهام عوام زمان مسلک عرفاء متاخرین نیز روشن شود.

پس در عرفاء سلطان المفسرین عبدالله بن عباس و شیخ ابو سعید کزار و سید الطائفة جنید بغدادی، وشیخ ابن عطا محمد ابن واسع و شیخ ابو بکر واسطی، و شیخ ابو بکر عبدالله شبلی و شیخ یوسف بن الحسین الرازی و شیخ ابو عثمان مغربی و صاحبِ قوت القلوب ابو

طالب مکی و صاحبِ منازل السائرین شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابیا سمٰعیل عبداللہ بنا بی منصور محمد الانصاری الھروی، و صاحب طبقات صوفیہ شیخ ابو عبدالرحمن محمد بن الحسین السلمی النیشابوری و شیخ ابو القاسم عبدالکریم ابن ھوازن القشیری و امام حجۃ الاسلام ا بو حامد الغزالی، و صاحب عوارف شیخ الشیوخ شیخ شھاب الدین سھروردی و صاحب لمعات شیخ فخر الدین عراقی و صاحب تعرف شیخ محقق ابو بکر الکلابادی و صاحب ادلۃ التوحید و تفسیر رحمانی شیخ پیر فقیہ علی مھایمی گجراتی، و شیخ موید الدین جندی و شیخ رکن الدین شیرازی، و شارح مثنوی معدن العلوم سید عبدالفتاح گجراتی، و شیخ الھند عبدالحق محدث دھلوی، و قطب الزمان شیخ عبدالحق محمد مخدوم ساوی، و قدوۃ السالکین رکن الدین سید شاہ ابو الحسن قربیؔ، و عمدۃ الواصلین محی الملۃ والدین سید عبداللطیف ذوقیؔ و حکیم الامۃ المحمدیۃ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دھلوی و مولانا شاہ عبدالقادر فخری میلا پوری و مولوی محمد باقر آگاہ مدراسی و سید شیخ جفری ملیباری و سیّد علوی ملیباری و بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی لکھنوی و سند العلماء مولانا شاہ عبدالعزیز دھلوی و سید شاہ کمال الدین گلوری و مولوی عبدالحی دھلوی، و مولوی اسمٰعیل دھلوی مولوی سید محمد علی رامپوری قدس اللہ اسرارھم.

و در علماء قاضی ناصر الدین بیضاوی و امام فخر الدین رازی و شرف الدین طیبی و علامہ میر شریف جرجانی و ملا جلال دوانی رحمۃ

الله عليهم از قائلان وحدت الوجود.

اکنون باید دانست که کثرت اقاویل اکابر سابقین در مسئله وحدت الوجود از نقل آنها مانع می آید، ناچار این مسکین نقل چند اقوال بعضی علماء متاخرین که درین قرن سیزدهم گذشته اند خاتم این اجوبه می گرداند.

قال بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی فی شرح المسلم و لننور الكتاب بذكر الحكمة الحقة التی اوحی بها الرسل الكرام المخبرون الصادقون و كوشف بها اولياء الله العظام، واعلم ان الواجب سبحانه موجود و هو سجود بحت و هو الموجود بنفسه و ما سواه ليس بشئی والعالم كله شيون له تعالى و تعينات له جل مجده و هو تعالیٰ ظاهر فيه و نفسه واجب جاعل والمتعينات ممكنة مجعولة فالتعين الواحد ظهر فی الكثرة، والكثرة انما تغايره بالاعتبارات ووجودها مستعار منه والموجود حقيقية هو سبحانه. فهو سبحانه وجود مطلق لا بان يكون الاطلاق قيداً فيه ليس بكلی ولا جزئی ولا كثير ولا شیء معه سواه ولا شريک له فی الوجود، وهو حق منزه فی نفسه، وواجب لذاته وهو خلق مشبه بتعينات عدميته والواجب لا يكون ممكنا ولا الممكن واجبا فهو جامع بين التشبه والتنزيه وليس منزها فقط كما عليه الاشعرية فانه تقيد وليس مشبها فقط كما عليه المجسمة فانه تحديد والله سبحانه بری منهما.

قال سيد الاولياء رئيس الاتقياء امام المتقين خليفة الله فی

الارضين الهادى للطالبين الشيخ الاكبر خادم الولاية المحمدية الشيخ محى الملة والدين ابن العربى قدس سره واذاقنا حلاوة كلامى فى فصوص الحكم فان قلت بالتنزيه كنت مقيدا وان قلت طالتشبيه كنت محددا، وان قلت بالامين كنت مسددا، وكنت اماما فى المعارف سيدا

فمن قال بالاشناع كان مشركا

ومن قال بالافراد كان موحدا

فايك والتشبيه ان كنت ثانيا

وايك والتنزيه ان كنت مفردا

فما انت هو بل انت هو و تراه

فى عين الامور مسروحا و مقيدا

انتهى كلامه الشريف الحق

قال المنكرون ان ذلك مخالف للعقل من وجوه لاول و يلزم الاتحاد الواجب والممكن و هو محال بالضرورة والثانى اتحاد الموجودات كلها بالحقيقة وهو ايضا محال، والثالث ان ظهور الواحد فى الكثرة محال بالضرورة.

قلنا اولا ان ذلك مكاشف و معلوم بنور الوحى عند الانبياء و بنور المكاشفة عند الاولياء، و مخالفة العقل المتوسط لا يضروا العقل النورانى غير منقبض عنه.

و ثانياً ان وجوب المطلق مع امكان افراده له شواهد كثيرة كمفهوم احد النقيضين فانه واجب و افراده و هى كل واحد من النقيضين

ممكن و الاستبعاد مخالفٰ الموجودات بالحقيقة مما لم يقم عليه دليل و دعویٰ الضرورة غير مسموعة كيف و انتم معترفون بتعسر تنقيح الحقائق و ظهور الواحد فی الكثرة غير ممتنع فان اكثركم قائلون بوجود الكلی الطبيعی و منكم ومن ادعی الضرورة فی ان الامر الواحد لا ينتزع من كثرة محضة فلابد من امر واحد مشترک بين الموجودات ينتزع منه الوجود فذالک الامر الواحد هو الموجود الحقيقی والوجود واجب بالضرورة غير قابل للعدم فلزم منه القول بان الوجود واجب الوجود و حقيقة الحقائق والعاقل كله شيون له تعالیٰ و تقدس عن التقيد وقالوا ثانيا ذلک مخالفة للشريعة الغرا

قلنا لا كيف والأيات القرانية والاحاديث النبوية والتاويل بان افراد الاله الحق موجود وما سواه باطل تاويل فی اصول الدين فلا يسمع .

قال الله تعالیٰ و عجبوا ان جاء هم منذر منهم و قال الكافرون هذا ساحر كذاب اجعل الألهة الها واحدا، ان هذا لشیء عجاب.

نزلت حين قال رسول الله صلی الله عليه وسلم وآله و اصحابه اجمعين، قولوا كلمة تنجون بها و تملكون العرب والعجم فقالوا بل عشرة كلمات فقال رسول الله صلی الله عليه وآله واصحٰبه و سلم قولوا لا الٰه الا الله فنفروا وقالوا كيف يسمع الخلق اله واحد و يجعل الالهة الكثيرة الها واحدا. وقال الأخرون ما سمعنا بهذا فی الملة الآخرة ان هذا الا الاختراق و امشوا واصبروا علی آلهتكم ان هذا لشئی يراد. كما قص اللّٰه فی كتابه رغم كانوا اهل اللغة واللسان فما فهموا هو المراد المدلول و ايضاً لم

ينكر هذا الفهم رسول ا للّٰه صلى الله عليه وسلم ومنها قوله تعالىٰ هو الذى فى السماء اله وفى ا لارض اله ومنها امة بعث نوح عليه و على نبينا و اٰله و اصحابه الصلوٰة والسلام . و قال لقومه اعبدوا الله مالكم من اله غيره كما قال الله تعالىٰ و تقدس ارسلنا نوحا الى قومه، فقال يا قوم اعبدوا الله مالكم من اله غيره انى اخاف عليكم عذاب يوم عظيم . هكذا قال هود و شعيب و صالح على نبينا و اٰلهٖ و اصحابه و عليهم الصلوٰة والسلام على ما قص فى سورة الاعراف والقول بان المراد الزله الحق غير مسموع فانه قول بعدم تبيين الرسل مراده فى اصول ا لدين و قول باتيان كلام ماول فى بدء الخطاب.

ومنها قوله تعالىٰ ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله يد الله فوق ايديهم وكان يد رسول ا للّٰه صلى ا للّٰه عليه واٰله و سلم فوق ايديهم.

ومنها قوله تعالىٰ ء اله مع اللّٰه بل هم قوم يعدلون، ومنها قوله صلى ا للّٰه عليه و اٰلهٖ و سلم لو دليتم بحبل لهبط على اللّٰه

و هو حديث صحيح و منها قوله تعالىٰ حكاية عن ربه لا يتقرب العبد قرب النوافل حتى احببته، فاذا احببته كنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصر به و يده التى يبطش بها و رجله التى يمشى بها وهذا ايضاً حديث صحيح .

وبالجملة نور الوحى شاهد بذلک لا ريب فيه اللهم ثبت قلبى على الايمان مدة الحيوة الدنيا و بعد المماة بتصدق نبيک و حبيبک و مصطفٰک واٰله الكرام واصحابه العظام صلوٰت الله عليه و عليهم اجمعين.

انتهیٰ

و سند العلماء مولانا شاہ عبدالعزیز دھلوی در اثنا عشریہ می فرماید، عقیدۂ چهار دهم آن که حق تعالیٰ در چیزی حلول نمی کند و در بدنے نمی در آید. وغلاۃ شیعه مهمه قائل اند بحلول او تعالیٰ در ابدان ائمه حتی در بدن ابو مسلم مروزی صاحب الدعوۃ که زرامیه بان قائل شده اند و طرفه این است که شیخ ابن مطهر حلی با وصف این همه دانیها در کتاب " نهج الحق " قول بحلول را بصوفیۂ اهل سنت نسبت کرده حالانکه ایشان حلولیه را تکفیر می کنند، و این همه از نافهمی کلام است مسئله وحدت الوجود را به سبب دقته که دارد ، نفهمیده و بر حلول حمل نموده و ازیں جا دیقه فهمی علماء ایشان توان دریافت همیں قسم دیگر مطالب غامضه را که در کلام حضرات ائمه واقع شده اند، به سبب غلط فهمی مسخ و تبدیل نموده باشند، و بعضے از فرق غلات بنانیه و نصیریه و اسحاقیة اتحاد بجائے حلول استعمال حالانکه اتحاد مطلق باطل است، و بطلان او از اجلای بدیهیات است، و شیخ حلی بنا بر کمال دقیقه فهمی قول باتحاد را نیز بسالکین اهل سنت منسوب کرده. حالانکه مقصد ایشان ازیں اتحاد یکے از دو معنی است نه اتحاد حقیقی،اول انمحاق و اضمحلال انانیت عبد نزدیک ظهور نور تجلی مثل حالتے که نور چراغ را نزدیک ظهور آفتاب می شود. و عروض این حالت و ظهور نور تجلی از قرآن مجید و اقوال عترت ظاهر است و قوله تعالیٰ فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا و خر موسیٰ صعقا و قوله تعالیٰ فلما

جاء ها نودی ان بورک من فی النار ومن حولها و سبحان الله رب العالمین.

و از اقوال عترت طاهر قول حضرت صادق در مخاطبۀ ابو بصیر بروایت کلینی سابق گذشت که ان المؤمنین یرونه فی الدنیا قبل یوم القیامة الیست تراه فی وقتک هذا. وایں معنی را شیخ ابن فارض مصری علیه الرحمة در تائیۀ خود واضح نموده .

و جاء حدیث فی اتحادی ثابت
روایته فی النقل غیر ضعیفة

یشیر بحب العبد تقرب الیه بنقل او اداء فریضة . و موضع تنبیه الاشارة واضح بکنت له سمعا کنور اظهیرة و آن حدیث صحیح قدسی این است لا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع بی و بصره الذی یبصر به و یده الذی یبطش بها و رجله التی یمشی بها.

دوم آنکه خود را مرات داند و مظهری از مظاهر او شناسد بوجهی که بعض احکام بمظهر منسوب گردد، و بالعکس لکن و صفی که قادح باشد در نزاهت ظاهر از مظر ترقی نه کنند، ووصفه که عنوان مرتبۀ ظاهر باشد بمظهر نزول نفرماید وایں معنی نیز از قرآن مجید و اقوال عترت پر ظاهر است.

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰه ان الذین یبایعونک انما یبایعون الله و خطبة الافتخار و خطبة البیان حضرت امیر در کتب امامیه معروف و

مشهور است. و اگر شیخ حلی ازیں معانی صحیحة اتحاد تجاهل نماید مضائقه ندارد که دیگر عقلا شیعه ایں معانی را فهمیده و به موازین عقلیه سنجیده اند. کلام خواجه نصیر طوسی در شرح مقامات العارفین از کتاب اشارات و کلام صدر اء شیرازی در شواهد ربوبیت و اسفار، و کلام ابن ابی جمهور و دیگر متاخرین ایں فرقه باید دید. و اگر ایں اشخاص را هم اعتبار نباشد که اینها مخلط اند بین التصوف والفلسفة والشریعة پس کلام مقداد را پیشواء مقرری ایشاں در علوم دینیه است و شارح قواعد و صاحب کنز العرفان فی تفسیر احکام القرآن نقل کنیم.

قال المقداد فی شرح الفصول فی علم الاصول فی ذکر الاحوال ا لسانحة للسالک المراد من الاتحاد هو ان لا ینظر الا الیه من غیر ان یتکلف و یقول ما عداه قایم به فیکون الکل واحدا من حیث انه اذا صار بصیرا بنور تجلیة لا یبصر الا ذاته لا الرأی ولا المرئی انتهیٰ کلامه انتهیٰ.

وایضا مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی در جواب استفسار عالمی می طرازد.

بسم الله الرحمن الرحیم

مولوی صاحب مجمع کمالات و مناقب قیم احکام شریعت مولوی نور الله صاحب سلمه الله تعالیٰ زاد الله حرصا علی حفظ الشرع واصلح الدین. فقیر عبدالعزیز بعد از ابلاغ سلام مسنون الاسلام ملتمس می دارد. رقیمه کریمه در باب استفسار از مسئله توحید وجودی و توحید شهودی و انکار اقاویل وحشت ناک میان رمضان شاه وصول

عشرت شمول نمود.

مهربان من !

حقیقت الامر این است که صوفیه علیه از قدیم اشارات باین مسئله می فرمودند بوجهے که محتمل بتاویل بود گاهے بحکایت تاویل می توان کرد، و گاهے محمول بسکرمی توان داشت، چنانچه آن صاحب خود از چند بزرگ نقل فرموده اند. و لیکن بعد از مرور طبقهٔ سلف و گذشتین، پانصد سال از هجرت نبویه این حضرات دو فرقه شدند. جمع کثیر آن اشارات را بر حقیقت حمل کردند و قائل شدند بانکه وجود واحد در مراتب وجوب و امکان و قدیم و حادث و مجرد و جسمانی و مومن و کافر نجس و طاهر ظاهر است لیکن هر مظهر حکم جدا دارد، فرق در احکام مظاهر ضرور است مومن را حکم برنجات و کافر را بر قتل و اسر و لی هذا القیاس در جمیع صفات متضادة چنانچه گفته

هر مرتبه از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نکنی زندیقی

و بهمیں فرق وابسته ا ست احکام ظاهر شریعت چه زنِ منکوحه حلال است و اجنبیه حرام و پدر واجب التعظیم است و کافر معاند واجب التحقیر. و هر که فرق در احکام نکند و محض وحدت الوجود را ملاحظه نماید خلاف شرع و الحاد و زندقه است.

و هم چنیں وجود را عین ذات حق نزد ایشان باوجود ظهور در

مظاهر مختلفه در مرتبۂ احدیث صرف پاک و منزه است از نقائص و متصف بکمالات.

و نیز بدانند که نقصان مراتب کثرت با دعائد نمی شود، چنانچه شعاع آفتاب باوجودیکه بر نجاسات می ا فتد نجس نمی شود. و حقیقت کلیۂ انسان باوجودیکه در مسلمان و کافر و صالح و فاسق و عالم و جاهل ظهور کرده خود نقصان نمی پذیر و همیں مذهبِ صوفیه بسیار، و علمائے نامدار اختیار کرده ا ند و دریں باب رسائل و کتب نوشته اند. عمدۂ آنها از قادریه شیخ اکبر محی الدین ابن العربی و شیخ صدر الدین قونوی و شیخ عبدالکریم جیلی و شیخ عبد الرزاق جهجانوی و شیخ امان پانی پتی رحمهم اللّٰه.

واز اکبرویه مولانا جلال الدین رومی و شمس الدین تبریزی رحمهما الله، و از سهروردیه شیخ فرید الدین عطار رحمه الله و از حضرات چشتیه سید محمد گیسو دراز وسید جعفر مکی رحمهما لله و از نقشبندیه خواجه باقی بالله و عبیدا لله احرار مولانا نور الدین جامی، و مولانا عبدالغفور لاری و علیٰ هذا القیاس. شیخ عبدالرزاق کاشی و شمس الدین نباری. و قیصری و سعید الدین فرغانی و غیر ایشان گذشته ا ند، و تصانیف ایں بزرگان موجود و مشهور است چنانچه بملاحظه انصاحب در آمده باشد، و جماعت دیگر آں همه اشارات را بر تاویل حکایت یاسکر حمل نموده انکار وحدت وجود کرده اند. و گفته اند که وحدت وجود در بعضے اوقات بنظر سالک می آید. بے آنکه در حقیقت

باشد، چنانچه در روشنی آفتاب همه سیارها بے نور می شوند، و بنظر نمی آیند حالانکه در نفس الامر موجود اند و نور هم دارند. ولیکن در وقت نهار بسبب غلبۂ نور آفتاب نور این ها مضمحل می گردد. و هم چنین است حال چراغ پیش مشعل، پس کسانیکه بتوحید صرف راه زاده اند. توحید ایشاں محض در شهود و در نظر است بے آن که در وجود باشد، و همین است مذهب شیخ علاو الدوله سمنانی و جماعتے دیگر از قدماء. ومذهب امام ربانی و اتباع ایشان و این حضرات هم در اثبات این عقیده برسائل و مصنفات بسیار پر داخته اند. چنانچه معلوم خاطر شریف خواهد بود.

پس مامردم را که بعد ازیں اختلاف پیدا شده ایم. جزم باحد الطرفین نمی تواند شد.

پس سبیل ما مردم این است که چنانچه در مذاهب اربعه حق را دائر می انگاریم و می گویم که مثلاً مذهب حنفیه صواب یحتمل الخطاء است و مذهب شافعی و مالکی و غیر ایشان خطاء یحتمل الصواب است، هم چنین در یں دو مذهب توحید وجودی و توحید شهودی، اگر نظر بدلیل یکطرف راجح شود، آن طرفِ دیگر را هم ضال و گمراهی نباید انگا شت که تضلیل و تکفیر جماعتِ کثیر از علماء نامدار و مشائخ لازم می آید. آری اگر بتقلید یک طرف غلو پیدا کرده و فرق مراتب را از نظر انداخته و پا از جادۂ اعتدال بیرون نهاده عابد ر امعبود، حادث را قدیم، و ملوث را منزه، و حرام را حلال، و نجس را طاهر انگارد البته از

ملحدان و زندیقان می گردد.

و حاصل الکلام این که اختلافی که درمیان امت بسبب تفاریق توحید وجودی و توحید شهودی واقع شده مانند اختلاف سنی و رافضی، یاسنی و خارجی نیست که تضلیل و تکفیر احد الجهتین از جانبین باشد بلکه مانند اختلاف اربعه است. آری هر که از قائلانِ توحید وجودی پا از جادۂ اعتدال بیرون نهاده نوبت به الحاد و زندقه رساند، البته ضال و گمراه می گردد. وهم چنین اگر کسی از قائلان توحید شهودی پا از جادۂ اعتدال بیرون نهاده تکفیر و تضلیل جمع کثیر از علماء و صوفیه نماید البته مطعون و ملام است.

این است حال مفصل دریں باب حالا احوال میان رمضان شاه ملاحظه نمایند. اگر تقیید شرع دارند، و مردم را بر نماز و روزه و تلاوت قرآن و ذکر و خوف و رجا و تقوی و صلاح دعوت می کنند، پس از الحاد و زندقه بسیار دوراند، و اگر معاذ الله تقید احکام شرع نمی نمایند، و مردم را باباحت و زندقه دعوت می کنند پس قابل تضلیل و تکفیر اند.

و در کتبِ فقه می نویسند، اگر در مسئله وجوهات چند باشند که موجب کفر اند. ویک وجه عدمِ کفر، پس بر مفتی لازم است که میلان بر عدم کفر کرده باشد مگر قائل خود تصریح وجه کفر کرده باشد و در فتاوی عالمگیری مرقوم است، و دیگر فتاوی معتبره نیز مرقوم و مسطور است اذا کان فی المسالة وجوه توجب الکفر ووجه واحد یمنع

فعلى المفتى ان تناول ذلک الوجه الا اذا صرح بارادة توجب الکفر فلا ینفعه التاویل حینئذ. ثم ان کان فی نیة القائل الوجه الذی یمنع التکفیر فهو مسلم وان کانت فی نیته القائل الوجه الذی یوجب التکفیر لاینفعه فتوی المفتی، انتهیٰ

واللّٰه یحق الحق و هو یهدی السبیل . السلام علیکم و قلبی لدیکم.

وایضا مولانا شاه عبدالعزیز دهلوی در جواب سائلے می نگارد، وحدت الوجود حق و مطابق واقع است چرا که دلائل عقلیه و نقلیه بر آن قائم است چنانچه در رسالهٔ ادلة التوحید شیخ علی مهایمی گجراتی مشروح و مبسوط است و علماء متکلمین را انکار این مسئله هم کے از دو وجه است. اول آن که برین مسئله بسبب کمال دقت و باریکی شبهات عقلیه و نقلیه بسیار دارد می شوند در نظر انها حل آن شبهات میسر نشده ناچار بانکارش آمدند این است حال سطحیان از متکلمین.

دوم انکه این مسئله از اسرار است شرائع و ادیان موقوف بر دانستن این مسئله نیست بلکه عوام را تلقین این مسئله موجب انفتاح باب الحاد است و اباحت و شرور و فساد است و مداهنت در امتثال تکلیفات می گردد. پس بیان این مسئله بنا بر وقت و باریکی ان ممنوع و مخدور است و امساک لسان از ان واجب دانند چنانچه در حدیث شریف است اذا ذکر القدر فامسکوا و اذا ذکر ا صحابی فامسکوا واذا ذکر النجوم فامسکوا.

معلوم شد که تفصیل و تفتیش و تحقیق در امثال این مسئله دقیق

منجر فضلال و اضلال می گردد. این است هال مهققان متکلمین و معهذا ایں جماعت در تصانیف خودها ایماء اجمالی دادها ند کالغزالی والرازی وغیرهما من ائمة هذا الفن. اگر تفصیلش منظور باشد در کتاب تنبیه المحجوبین مطالعه باید کرد. بالجمله انکشاف ایں مسئله در ابتدا بدلائل و رسمیات نبوده است، بلکه بمحض موهبت و معرفت است، وانکشاف این بر تحصیل و کسب نیست بلکه برورودِ حالات باید داشت.

آری اگر کسے را بقاء ظن بر اولیاء الله که بایں مسئله متکلم شده منظور افتد و خواهد که در جناب ایشان بد اعتقاد نشود، و در رسائل توحید نظر کند تابر دلائل عقلیه و نقلیه وقوف یافته اعتقاد فاسد در جناب اولیاء الله بهم نرساند. والا مسلک دریافت این مسئله بر فکر عقلی نیست و به همین گفته اند که هو طور وراء طور العقل و نیز گفته اند.

قلندر هر چه گوید دیده گوید

و عامی که هنوز بایں مرتبه مکلف است بآں که اجمالاً بداند که صوفیه صافیه آنچه گفته اند حق است و فهم من بآں نمی رسد مثل ایمان بمتشابهات قرآن. و نیز بدانند که علماء متکلمین که اعتماد بر اقوال آنها است انکار صریحش نکرده اند بلکه سکوت ورزیده اند واز بیان آن دم در کشیده اند للوجه الذی ذکرنا.

آری مقلدان علماء متکلمین سکوت ایشان را انکار گمان کرده اند مثل تفتازانی و قاضی عضد،و دیگر متاخرین. لیکن معلوم است که دریں باب مقتدایان امام غزالی و امام رازی و امثال انها اند نه متاخرین.

انتهیٰ

وایضاً مولانا شاہ عبدالعزیز دهلوی در رسالۂ لحیه می گوید فها انا اشرع فی المقصود متوکلاً علی الملک المعبود اذ هو المقصود وهو المشهود بل هو الموجود فی دار الوجود ۔

اسمع الحق من فهم العیار

لیس فی الدار غیره دیار انتهیٰ

مولوی اسمٰعیل دهلوی در باب دویم صراطِ مستقیم می طرازد.

چونکه بسبب رواج این گفتگو یعنی گفتگوئے وحدت الوجود واقعی و غیر واقعی بودن آنرا مردم استفسار می کنند، پس این قدر باید دانست که این مخلوقات عین حق نیستند اگر چه قیوم آنها ذات پاک اوست، پس تمثیل او بصفات آن باید کرد. چنان که صفات نه عین حق است و نه غیر آن بلکه قائم بوے است. هم چنین مخلوقاتِ دیگر نه عین صفات اند نه غیر آن بلکه مظاهر آن.

پس صفات اگر چه فی حد ذاتها مستغنی از مظاهر است لیکن بنا بر اقتضاء حکمتِ الهیه باوجود استغناء در مظاهر مختلفه که عبارت از مخلوقات است ظهور نموده. و همیں معنی مقصود اکابر طریقت است که ملاحدۂ وقت اقوال بزرگاں را خلاف مقصود ایشاں حمل کرده راهِ تحریف و تلبیس پیموده اند. پس این قدر دانستن مضائقه ندارد. واما اوقات خود را بایں گفتگو صرف کردن بے فائده محض است، بلکه موجب حرمان از کمالات پیروی انبیاء است، علی صاحبها الصلوٰة

والسّلام.

وایضاً مولوی دهلوی در بابِ اول صراط مستقیم می انگارد.

بالجملہ انبساط قیومیت حضرت حق بر بساط وجود و قیام این حقائق متکثرة بآں ذاتِ متوحدة مدرک می گردد، و بمضمون هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بکل شیء محیط، ولو دلیتم بحبل الی الارض السابعة السفلی لهبط علی اللّٰہ.

دم می زند. زهی تاثیر حب عشقی و خهی جذب تجلی علمی کی بسبب آں ایں مشتے خاک در مقام مقدس و پاک چہ قدر چالاک کردیده وایں تراب مهین در مجلس قرب الارباب عظیم چه مقصد و مقام کبیر یافته

ہ جسم خاک از عشق بر افلاک شد

کوه در رقص آمد و چالاک شد

عشق جان طور آمد عاشقا

طور مست و خرِّ موسیٰ صاعقا

و از لوازم ایں مقام است دم از وحدت وجود زدن و لب بمعارف الهیه کشودن و ترنم بمضامین ایں ابیات نمودن.

ہ آنچه نے می گوید اندر زیر و بم

فاش گر گویم جهاں برهم زنم

جمله معشوق است و عاشق پردهٔ

زنده معشوق و عاشق مردهٔ

انتهیٰ

چون این مختصر گنجائش اقاویل دیگر ندارد و بیشتر مردم طاعن باصاحب صراط المستقیم کمال دارند و از کن مکن او بیرون نمی روند.

لهذا قول او را خاتم اقوال متاخرین این قرن کر دانیده آمد واللّٰه هو الهادی الی صراط مستقیم، ربنا ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم واذا اردت فتنة فتوفنا غیر مفتونین برحمتک یا ارحم الراحمین.

ختم رسالۀ نافعه و باهتمام سید جمال الدین مطبوع گردید.

المطبع مظهر العجائب مدراس

سنہ ۱۲۸۰ هجری

نقل مواهیر و دستخطهائے علماء کرام و عرفاء عظام مطابق اصل

(١) ما اجاب به العارف الماهر مطابق للكلام الصوفيه.

عبدالله

(٢) فتوی صحیح است

محمد قدرت الله غنی غفر الله له

(٣) ایں جوابات حق و صحیح است و موافق عقائد و اکابر اهل سنت و جماعت است

سيد محمد عفا الله عنه

(٤) هذا الجواب صحيح لا ريب فيه

كتبه محمد حيات عفا الله عنه

(٥) ما اجاب هذاا لمجيب فصحيح مطابق للشريعة و طريقة اهل الحق الذين قيل فی حقهم هولاء لا يشقى بهم جليس فطوبیٰ لمن شمر لرد اوهام الجاهلين عن مقامات ذوی المقامات العليه.

كتبه خادم الطلبه

السيد وحيد الدين احمد القادری عفا الله عنه و عن ا سلافه

(٦) ذلک الجواب صحيح بلا شبهة و لاريب هدی للمتقين

الـذيـن يـؤمـنـون بـالـغـيـب آری ہر كه بخبر لا اله الا الله كه موجود است بقاعدۂ نحو خبر دارر البته این عقدۂ وحدت بروے منحل گردد

کتبه مسکین قاصر غلام قادر عفی الله عنه

(۷) مـا اجـاب هـذا الـمـحقق مطابق للمذهب الصوفية و اهلا لسنة والجماعة و مبطل العقائد المذاهب الباطله

کتبه خادم علماء دين متين

محمد شهاب الدين عفى ا لله عنه و عن ا سلافه

(۸) ذلک الجواب حق و صحیح لا ريب فيه

کتبه حاجی امام الدين

(۹) هذا الجواب صحیح بلا ارتیاب

کتبه عبدالوهاب غفر الله

(۱۰) جـوابات هذا به اتفاق جمیع علماء اهل سنت و جماعت رحمهم الله تعالیٰ و جمهور صوفيه صافيه كرام قدس الله اسرارهم وافاض عـلـيـنـا مـن فـيـوضـاتـهـم صـحـيح و حق لا ريب فيه و هر كه منكر آں باشد يخاف عليه بسوء الأخرة

فقیر: سید قادر محی ا لدین فخر الدین الصفوی

ابن سید شاه عبدالقادر فخری قدس الله سره

(۱۱) اجـوبۂ اسـئـلـه مندرجه فتوى هذا از جانب مجيب مفتی مـحـقـق جـامـع شریعت و طریقت حاوی حقیقت و معرفت زبدة العارفين قـدوـة الـواصـلـيـن سـيـدنا و مولانا و استاذنا مولوی حافظ حاجی سید شاه

محی الدین صاحب قبله قادری ویلوری مد ظله العالی حق و مطابق واقع و موافق مذهب حقه اهل سنت و جماعت است و سائر صوفیه عالیه رضوان اللّٰه تعالیٰ علیهم اجمعین.

فقیر سید عبدالقادر حنیف الدین فخر الصفوی

(۱۲) ما اجاب المجیب حق و مطابق للشریعة والطریقه

سید مرتضیٰ عفی الله عنه

(۱۳) هذا الجواب صحیح بلا شبهه فیه

کتبه : میر عنایت علی یغفر له

(۱۴) هذا الجواب صحیح لا ریب فیه

خطیب حافظ غلام احمد

(۱۵) هذا کلام صحیح مطابق لاصول اهل الحقیقة والشریعة

میر تصدق حسین

(۱۶) صح الجواب موافقا للسنة والجماعة والکتاب والله اعلم محمد عبدالکریم

(۱۷) جواب هذا صحیح است و مطابق اعتقاد اهل سنت و جماعة و علماء آن است غلام کلیم اللّٰه

(۱۸) هذا الجواب صحیح

محمد یوسف علی

(۱۹) هذا الجواب مطابق مذهب اهل الشریعة والطریقة. واللّٰه اعلم بالصواب احمد حسین عفی اللّٰه عنه

(۲۰) فتوائیکه مولوی صاحب والا مناقب عالی مناصب هدایت مآب ارشاد انتساب حاجی الحرمین جامع الطریقین مولوی معنوی شاه محی الدین قادری بشرح و بسط مستند با اسانید کتب معتبرۂ شریعت و طریقت تحریر فرموده اند عین صواب است

کتبه الضعیف العبد سید علی بخش البیض کان الله له

(۲۱) آنچه شاه صاحب حقائق دستگاه باجوبه آن پر داخته اند حق و مطابق شرع شریف است

کتبه محمد سعید بن صبغة الله الشافعی مدراس

(۲۲) هذا الجواب صحیح حافظ محمد عبدالحکیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً ان دنوں قریہ پیارم پیٹ سے ایک استفتاء موصول ہوا جس کا ماحصل یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود جس سے حق و خلق کی عینیت لازم آتی ہے اور صاحب تحفہ مرسلہ وصاحب لمعات وغیرہما غیریت کو جو اعتباری کہتے ہیں یہ حق ہے یا باطل اور موافق شریعت اور عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے مطابق ہے تو پھر کیوں اس مسئلہ میں علماء متکلمین مثلاً قاضی وعصند وسعد الدین تفتازانی اور ملا علی قاری وغیرہم نے وحدت الوجود کے قائلین کی تکفیر و تضلیل فرمائی اور مشہور صوفیاء مثلاً علاؤ الدولہ سمنانی اور خواجہ محمد باقی اور امام ربانی مجدد الف ثانی وغیرہم نے اس مسئلہ کا انکار اور تردید کیوں کی؟

مسئلہ وحدت الوجود دلائل شرعیہ سے ثابت ہونے کی صورت میں اس کے منکر کو کافر یا فاسق قرار دینا ضروری ہے یا نہیں اور اگر کشف و الہام سے ثابت ہونے کی صورت میں دوسروں پر حجت ہو سکتا ہے یا نہیں۔

اور صاحب کشف کو اپنا کشف قرآن وسنت پر پیش کرنا ضروری ہے یا نہیں۔

و نیز ایک اور فتوئی بھی وہیں سے موصول ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ چند افراد مسئلہ وحدۃ الوجود کا ردوانکار کر رہے ہیں، اور شیخ محی الدین ابن عربی اور مولانا نور الدین جامی اور تمام قائلان وحدۃ الوجود کی تکفیر و تضلیل اور لعن طعن کر رہے ہین، ان لوگوں کی طعن و تشنیع اور تکفیر و تضلیل ان لوگوں کو پہنچتی ہے یا نہیں۔ کیا صوفیہ صافیہ کے اکثر مسائل ظاہر شریعت کے خلاف ہیں؟

اوران کے دقائق وغوامض کا عوام الناس سے پوشیدہ رکھنا لازم ہے یا نہیں۔

اور کیا عرفاء ذوی الاحترام کی اصطلاحات کا اظہار و بیان عالم متبحر اور شیخ مستقل پر موقوف ہے۔

اور معانی آیت "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" اور "ان اللہ علیٰ کل شیئ محیط" اور حدیث "خلق الانسان علی صورتہ" وغیرہا اور کتب اعتقادی کی تاویلات جو صوفیہ کے نزدیک متحقق اور ثابت ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں۔ اور حدیث "انا من نور اللہ وکل شئ من نوری وانا عرب بلا عین اور انا احمد بلا میم وغیرہا صحیح ہیں یا نہیں۔

اور متقدمین میں کون کون وحدت الوجود کے قائل ہیں۔

جواب

جواب ۱ پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود حق ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ وحدت الوجود حق اور مطابق واقع ہے، کیونکہ دلائل عقلیہ ونقلیہ اس پر قائم ہیں۔ چنانچہ اس کی مدلل و مفصل بحث شیخ علی مہائمی گجراتی کی کتاب ادلۃ التوحید میں ہے۔

اور یہ پورا فتویٰ سولات کے جواب کے بعد مذکور الذیل اسناد میں آئے گا۔ اور صوفیائے عالم کو جو عین حق کہا ہے اس سے عینیت جمیع وجوہ سے مراد نہیں ہے، بلکہ عالم ایک وجہ سے عین اور ایک وجہ سے غیر ہے مثلاً زید، نوعِ انسان کا ایک فرد ہے حقیقت کے اعتبار سے عین نوع اور تعین کے لحاظ سے غیر۔

مولانا شاہ علی اللہ دہلوی "الطاف القدس" میں لکھتے ہیں۔ ظہور، ظاہر اور مظہر کے درمیان ایک نسبت ہے اور اس نسبت کا حکم دوسری تمام نسبتوں کے حکم سے علیحدہ ہے۔

کیونکہ ظاہر جمیع اعتبار سے عین مظہر نہیں ہے اور اسی طرح جمیع اعتبارات سے غیر

عین نہیں ہے۔ مانند نوع انسان بہ نسبت افراد۔ اگر انسان ہر اعتبار سے اس فرد کا عین نوع ہوتا تو ضروری ہو جاتا کہ یہ فرد دوسرے فرد پر محمول ہو۔ جیسا کہ نوع محمول ہوتا ہے اور اگر اس فرد کا غیر ہر اعتبار سے ہوتا تو ہذا انسان صحیح نہیں ہوگا جیسا کہ ہذا حجر صحیح نہیں ہے۔ نوع انسان ونوع فرس، حیوان کی نسبت سے اور حیوان وشجر نامی کی نسبت سے اور نامی و جماد، جسم کی نسبت سے اور جسم و مجرد وجوہر کی نسبت سے اور جوہر وعرض وجود عام کی نسبت سے یہی حکم رکھتا ہے۔ پس یہ تو امر بدیہی ہے کہ ان مواضع میں مصداق حمل اور مصداق تغایر دونوں پائے جاتے ہیں۔ اس صورت میں ہر دونوں قسم کے احکام کی گنجائش ہے، عقول قاصرہ اس کو کبھی ہر اعتبار سے عین شئی قرار دیتی ہیں اور جب بعض لوازم عینیت نہیں پائے جاتے تو مذکورہ عقیدہ کو ناقص قرار دیتی ہیں اور کبھی اسکو من جمیع الوجوہ غیر قرار دیتی ہیں۔ اور جب بعض لوازم غیریت موجود نہ پائیں تو حیران و متحیر رہ جاتی ہیں۔ عقول سلیمہ جانتی ہیں کہ نسبت عینیت وغیریت کے علاوہ بھی ایک نسبت ہے اشیاء کی خصوصیات سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے ان کے غبار سے وجود عالم کا میدان پاک ہے جیسا کہ جلد کی سیاہی کوتاہ قامتی اور زبان کی لکنت نوع انسان کو ملوث نہیں کرتی اگر چہ کہ یہ سیاہ رنگ کوتاہ قد اور صاحب لکنت انسان ہی ہے اور جو کچھ اطلاق کے مرتبہ سے من حیث المطلقیت ظاہر ہوا ان کو خصوصیات کی نسبت نہیں کر سکتے، جیسا کہ نوح ہونا کلی ہونا مطلق ہونا اس فرد کی طرف نسبت نہیں کر سکتے، ہر چند کہ مطلق مقید میں ہے۔ جب ان انواع مختلفہ میں خواص متنوعہ حاصل ہوتے ہیں تو عقل امور متغایرہ کی دستاویز سے بحکم الاشیاء تعرف باضداد ہا۔ مختلف انواع کے ثبوت کا یقین کر لیتی ہے اور ہر ایک کو دوسرے سے پہچانتی ہے۔ برخلاف وجودِ عام کے کیونکہ وجود عام کے سوا کوئی چیز محسوس اور معقول نہیں کہ اس میں عقل تصرف کرے اور غیر سے ایک کو دوسرے سے امتیاز کرے۔ اس کے ساتھ لطافت میں لطافت اور بساطت میں بساطت ہے۔ حیرت اور تحیر کے

سوا کوئی عقل چیز کو حاصل نہیں ہوتی۔ یہی سبب ہے کہ اہل معقولات نے جوہر اور عرض کے درمیان میں کوئی حقیقت مشترک ثابت نہیں کی اور وجود عام کو جنس اعلیٰ میں شمار نہیں کیا۔ اسکی وجہ ان کی عقلوں میں وجود عام حاضر نہیں ہے۔

نیز شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''مکتوبِ مدنی'' میں رقمطراز ہیں، صوفیاء نے جب عالم کو عین حق قرار دیا تو وجودات خاصہ کی نفی نہیں کی۔ وہ (وجودات خاصہ) جو مختلف مراتب میں وجود کے تنزل سے حاصل ہوتے ہیں، بلکہ انہوں تنزل وظہور کے معنی کے بیان کا ارادہ کیا۔ جیسا کہ ایک معقولی زید اور عمر کو ایک کہتا ہے تو اس سے اسکی مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ دونوں ایک نوع ہیں، نہ یہ کہ زید اور عمر ہر اعتبار سے ایک ہیں اور جب انسان اور گھوڑے کو ایک کہتا ہے تو اسکی مراد حیوانیت میں اشتراک ہے، اور جب بہادر اور شیر کو ایک کہتا ہے تو اسکی مراد شجاعت میں مشابہت ہے بالکل اسی طرح صوفیاء عالم کو عین حق کہتے ہیں تو ان کی مراد وجود منبسط میں تعین کلیّہ ہے اور یہ کہ وجود منبسط کا قیام حق جل مجدہٗ سے (وجود اول) ہے اور اس میں ایک دوسرے کا غیر ہونے کی نفی نہیں ہے۔

کسی نے کہا

وجود کا ہر مرتبہ ایک حکم رکھتا ہے ۔۔۔ اگر تو حفظ مراتب نہ کرے تو زندیق ہے

صاحبِ تحفۂ مرسلہ اور ملا نور الدین عبدالرحمٰن جامی اور دیگر صوفیائے کرام نے غیریت کو جو اعتباری کہا ہے اس سے مراد اعتبار واقعی و حقیقی ہے نہ کہ اعتبار کرنے والے کا اعتبار۔ شاہ ولی اللہ دہلوی مکتوب مذکور میں لکھتے ہیں۔ ایسا نہیں کہنا چاہئے کہ صوفیاء اس بات کو لازم قرار دیتے ہیں کہ تمام حقائق ممکنہ وجود کے ساتھ ہونے والے اضافات واعتبارات ہیں کیونکہ صوفیاء جب کہتے ہیں کہ آتش غیر آب اور آب، غیر ہوا اور انسان غیر فرس ہے اگر چہ کہ وجود ان تمام کو شامل ہے، اس بات میں شک نہیں کہ اعتبارات و اضافات سے ان

کی مراد ایک ایسا امر ہے جو تغایر کے مزاحم نہیں ہے اور یہی تغایر احکام و آثار کے اختلاف کا سبب ہے۔ یہی وہ معنی ہے جس کی تعبیریوں کی گئی ہے کہ بے شک کثرت حقیقی ہے اور وحدت اعتباری ہے۔ کثرت کے حقیقی ہونے سے ہماری مراد صرف احکام میں امتیاز اور آثار میں اختلاف اور ان حقائق میں تغایر ہے جو وجوداتِ خاصہ ہیں۔ اس سے ہماری مراد یہ نہیں کہ اصلی وجود میں حقائق مختلف ہیں اور یہ کہ حقائق وجود واحد کی طرف رجوع نہیں ہوتے۔ وہ وجود واحد ھیا کل موجودات پر منبسط ہے، یہ ہرگز ہماری مراد نہیں۔

ونیز مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی مکتوب مذکور میں لکھتے ہیں، اسی طرح مولانا عبد الرحمٰن جامی کا کلام میرے نزدیک مسلم ہے۔ کیونکہ ان کا مقصود حقائق اور ان کے متعلقات کے اصلی ہونے کی نفی ہے اور یہ کہ حقائق اور ان کے متعلقات وجودِ حق کے اعتبارات و اضافات ہیں (جس سے ان کی مراد یہ ہے کہ) وجود ان حقائق میں ظاہر ہوا اور ان حقائق سے متعین ہوا۔ یہ کہنا مقصود نہیں کہ وجود حق اور ان حقائق میں فرق اعتباری ہے۔ زبدۃ العارفین سید شاہ کمال الدین قدس سرہٗ شخص دسے عکس میں یعنی جہاں بیچ رب عکس دسے شخص میں رب میں جہاں یہ عجب شخص ہے باطن سو ذات عکس ہے ظاہر صفات برزخ جامع مرات احمد والا لقب، نیست میں دستا ہے ہست، ہست میں دستا ہے نیست کر نہیں باور تو دیکھ شکل سرا و خطب

صوفیہ کا یاد رکھ قاعدۂ کلیہ خلق نہ
ہو جائے حق، عبد نہ ہو جائے رب
عطر کو کہنا شراب آب کو کہنا سراب
خوب کو کہنا خراب کذب ہے
اے بے ادب کر تو حقیقی دوئی

عالم وحق میں ثبوت ورنہ حقائق
کے بیچ لاف نکر موندلب وحدت
مطلق میں لیک جاں سچ بوج
دیک عالم اللہ ہے ایک سب سو
وہی وہ سوسب ظاہر و باطن وہی
واجب وممکن وہی کافر ومومن
وہی دیر وحرم روز شب اور
صاحب فیض عام بھی۔(۴۹ویں
صفحہ میں)

حق اور خلق کے درمیان نسبت عینیت وغیریت کے قائل ہیں چنانچہ گیارہویں سوال میں اس کا ذکر آئے گا و نیز صاحب فیض عام ۵۳ ویں صفحہ میں ذکر کرتے ہیں کہ فتوحات کے ۲۸ ویں باب میں قطب المقربین شیخ محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے، بندے کو بندہ بننے میں نہایت نہیں ہے۔تا اس نہایت کو پہنچ کر رب ہوجاوے۔

جیسا حد نہیں ہے رب کو، تا اس حد تک پہنچ کر بندہ ہوجاوے۔

پھر اس صورت میں رب ہے سو رب ہے۔

بلا انتہا اور بندہ ہے سو بندہ ہے یعنی رب پنے کو اور بندہ پنے کو انتہا نہیں ہے، بندہ ہر مقام میں ہمیشہ بندہ ہی ہے اور رب ہر مرتبہ میں ہمیشہ رب ہی ہے۔کسی بندے کے رب پنے کا اعتقاد کرنا کسی مقام میں ہو کفر ہے۔اگر کسی بزرگ کے کلام سے ایسی بات معلوم ہو تو یہ تیرے فہم کا قصور ہے۔اس بزرگ کی مراد وہ نہیں جو تو نے سمجھ لیا۔صوفیائے ملحدین نے بعض بزرگوں کے کلام سے یہی سمجھ لیکر خود بھی کافر ہوئے اور اپنے مریدین کو بھی کفر میں ڈالے۔

خدا کی پناہ۔

پس اس کے بعد یہ بات جاننی چاہئے کہ وجودیہ شہودیہ اور متکلمین یہ تینوں اہل سنت و جماعت کے گروہ ہیں اور حلول واتحاد کو کفر سمجھتے ہیں اور فرقۂ حلولیہ واتحادیہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اہل سنت کے اختلاف چاہے وہ ظاہر شریعت کے مسائل کے اندر ہوں یا باطن شریعت کے مسائل میں ہوں، سنّی ورافضی یا سنّی وخارجی کے اختلاف کے مانند نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کی تضلیل وتکفیر کی جائے بلکہ حق ان مختلف اقوال میں منحصر ہے۔ مجتہد اور مقلدان دو باتوں میں سے کسی ایک بات کا یقین نہیں کر سکتے اگر ایک قول کی دلیل زیادہ راجح ہو تو دوسرے قول کو گمراہی وضلالت نہیں سمجھنا چاہئے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولوی نوراللہ کے نام لکھے ہوئے مکتوب میں فرماتے ہیں جو ذیل کے اسناد میں آرہا ہے۔ ہم لوگ جو اس اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں طرفین میں سے کسی ایک کا یقین نہیں کر سکتے، پس ہم لوگوں کے لئے یہی راہ باقی رہ گئی ہے کہ جس طرح مذاہب اربعہ میں حق کو دائر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مثلاً مذہب حنفیہ درست ہے لیکن خطا کا احتمال ہے اور مذہب شافعی ومالکی اور ان کے علاوہ دوسرے مذاہب خطا ہیں لیکن درست ہونے کا احتمال رکھتے ہیں بالکل یہی حال مذہب توحید وجودی اور مذہب توحید شہودی کا ہے اگر انہیں سے ایک دلیل کی وجہ سے راجح ہو تو دوسرے کو گمراہی وضلالت نہیں سمجھنا چاہئے۔ و نیز اسی مکتوب میں لکھتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی کے فرق کی وجہ سے امت کے درمیان جو اختلاف رونما ہوا وہ سنّی ورافضی یا سنّی وخارجی کے اختلاف کے مانند نہیں ہے کہ جانبین سے ایک دوسرے کی تکفیر وتضلیل کریں بلکہ یہ اختلاف مذاہب اربعہ کے اختلاف کے مانند ہے۔ اور شیخ الہند مولانا شاہ عبدالحق دہلوی۔ ''مدارج'' کے دسویں باب کے چھٹے نوع میں فرماتے ہیں۔ ایک جانب کا یقین کرنا اور اسی کو ترجیح دینا اور اس میں تعصب کا اظہار کرنا۔ اختلاف کا

مناسب طریقہ نہیں ہے۔

ونیز اسی میں رقمطراز ہیں اختلافی امر میں ایک دوسرے پر عیب لگانا نہیں چاہئے اور ہر ایک کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہئے فربکم اعلم بمن هو اهدی سبیلا ۔تمہارا رب بہتر جانتا ہے کہ زیادہ ہدایت کے راسہ پر کون ہے۔

اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور شریعت کے موافق اور عقیدہ اہل سنت کے مطابق ہے۔

جواب ۲

سوال دوم کا جواب یہ ہے کہ سطحی علماء و متکلمین مثلاً قاضی عضد وتفتازانی اور ملا علی قاری وغیرہ اس حقیقت کے درپے نہیں ہوے۔ اور بغیر تحقیق و تعمیق کے مسئلہ وحدۃ الوجود کا انکار کئے ہیں۔ لیکن ائمہ متکلمین و محققین مثلاً امام حجۃ الاسلام محمد غزالی اور امام فخر الدین رازی وغیرہ اس مسئلہ کے قائلین میں سے ہیں۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں جس کا ذکر اسناد میں ہوگا۔ علمائے متکلمین کے انکارِ مسئلہ وحدۃ الوجود کی دو وجہ ہیں، اول یہ کہ اس مسئلہ پر کمال دقت و باریکی کی وجہ سے بے شمار عقلی و نقلی شبہات وارد ہوتے ہیں اور ان شبہات کا حل میسر نہ ہونے کی وجہ سے ناچار اس مسئلہ کا انکار کیا ہے۔ یہ حالت سطحی متکلمین کی ہے۔

دوم یہ کہ اس مسئلہ کا تعلق اسرار سے ہے۔ شرائع اور ادیان اس مسئلہ کے جاننے پر موقوف نہیں ہیں بلکہ عوام کو اس مسئلہ کی تعلیم دینا، الحاد کا دروازہ کھولنے اور شرور و فساد کو مباح کرنے اور احکامِ شرعیہ کی پابندی میں مداہنت و بے پروائی کرنے کا باعث ہے۔ پس اس مسئلہ کی نزاکت و باریکی اور دقت کی وجہ سے اسکا اظہار و بیان ممنوع ہے لہٰذا اس باب میں خاموشی کو واجب جانتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے ”جب قدر کا ذکر کیا جائے تو

خاموش رہو، اور جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو خاموش رہو، اور جب نجوم کا ذکر ہو تو خاموش رہو۔" معلوم ہوا کہ ایسے دقیق مسائل میں تحقیق و تفصیل کے درپے ہونا گویا خود کے لئے گمراہی اور اوروں کیلئے گمراہی وضلالت کا سبب بنتا ہے یہی محقق متکلمین کا حال ہے۔ اس کے ساتھ اس جماعت نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر اجمالاً روشنی ڈالی ہے، جیسے غزالی رازی اوران کے علاوہ اس فن کے دیگر ائمہ، اگر اس مسئلہ کی تفصیل و وضاحت مطلوب ہو تو کتاب "تنبیہ المجوبین" کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

و نیز شاہ صاحب اسی مکتوب میں لکھتے ہیں، جاننا چاہئے کہ علماء متکلمین نے جن کے اقوال پر اعتماد کیا جاتا ہے اس مسئلہ کا صریح انکار نہیں کیا ہے بلکہ سکوت اختیار کیا اور خاموش رہے۔ چنانچہ اس کا سبب وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا (کمالِ وقت شبہات کثیر اور موجب الحاد) ہاں علمائے متکلمین کے مقلدین مثلاً تفتازانی اور قاضی عضد و دیگر متاخرین نے ان کے سکوت کو انکار سمجھ لیا، لیکن معلوم ہے کہ اس باب میں غزالی و رازی اور ان جیسوں کی اقتداء کی جائے نہ کہ متاخرین کی۔ پس اس مسئلہ میں محققین اور ائمہ متکلمین کا قول ہی معتبر ہے نہ کہ سطحی متکلمین کا اور عرفاء میں جمہور صوفیاء مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں اور بعض وحدۃ الشہود کے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولوی نوراللہ کے نام لکھے ہوئے مکتوب میں فرماتے ہیں جو ذیل میں ذکر کئے جانے والے اسناد میں مذکور ہوگا۔

اسی مذہب یعنی وحدۃ الوجود کو بہت سے صوفیاء اور نامور علماء اختیار کئے ہوئے ہیں اور اس باب میں رسائل و کتب لکھے ہیں جن میں سے معتمد و مستند سلسلہ قادریہ میں سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ صدرالدین قونوی اور شیخ عبدالکریم جیلی اور شیخ عبدالرزاق جھجانوی اور شیخ امان پانی پتی رحمہم اللہ۔

اور کبرویہ میں سے مولانا جلال الدین رومی اور شمس الدین تبریزی رحمہما اللہ

اور سہروردیہ میں سے شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ اور حضرات چشتیہ میں سے سید محمد گیسودراز اور سید جعفر مکی رحمہما اللہ اور نقشبندیہ میں سے خواجہ باقی باللہ اور عبید اللہ احرار اور مولانا نور الدین جامی اور مولانا عبدالغفور لاری اور اسی طرح شیخ عبد الرزاق کاشی شمس الدین قنباری اور قیصری اور سعید الدین فرغانی اور ان کے علاوہ اور بھی گذرے ہیں اور ان بزرگوں کے تصانیف موجود اور مشہور ہیں ۔ یہ آپ کے ملاحظہ میں آئی ہونگی۔ اور دوسری جماعت نے ان کے تمام اشارات کو تاویل حکایت یا سکر پر حمل کرتے ہوئے وحدت الوجود کا انکار کیا ہے، اور کہا ہے کہ وجود کی وحدت بعض اوقات سالک کی نظر میں آتی ہے حالانکہ حقیقت میں وہ نہیں ہے جس طرح آفتاب کی روشنی میں تمام ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے حالانکہ نفس الامر میں ان کا وجود ہے اور روشنی بھی رکھتے ہیں لیکن دن کے وقت میں نور آفتاب کے غلبہ کی وجہ سے ان کا نور مضمحل ہو جاتا ہے اور یہی حال مشغل کے سامنے چراغ کا ہے اور جن لوگوں نے توحید خالص کی راہ اختیار کی ہے ان کی توحید صرف شہود میں اور نظر میں ہے۔ نہ کہ وجود میں اور یہی مذہب شیخ علاؤالدولہ سمنانی اور متقدمین میں سے ایک دوسری جماعت کا ہے اور یہی امام ربانی اور ان کے متبعین کا مذہب ہے اور ان حضرات نے بھی اس عقیدہ کے اثبات وثبوت میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

اس مقام پر یہ بات قابل غور ہے کہ شیخ سمنانی اس مسئلہ میں اگرچہ کہ شیخ کے مخالف ہیں لیکن اس کے باوجود وہ شیخ کی تعریف اور مدح میں رطب اللساں ہیں۔ چنانچہ صاحب نفحات شیخ ابن عربی کے حالات میں لکھتے ہیں شیخ سمنانی نے فتوحات کے حواشی میں بہت جگہ ابن عربی کی بزرگی اور ان کے کمال کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ ان لفظوں میں ان سے مخاطب ہیں۔ اے صدیق اے مقرب، اے ولی اور اے عارف حقانی۔ اور یہ حواشی آج بھی ان ہی کے خط سے فتوحات کے حاشیہ میں موجود ہیں۔

ونیز امام ربانی مخالفت کے باوجود مکتوبات کے جلد اول اور مکتوب نمبر ۱۶۰ میں فرماتے ہیں کہ یہ طائفہ وجود یہ وصل وکمال کے مختلف درجوں اور مرتبوں پر فائز ہیں۔

اور جلد اول کے ۲۶۶ ویں مکتوب میں شیخ ابن عربی کو اولیائے مقبول میں گردانتے ہیں اور جلد سوم کے ۷۷ ویں مکتوب میں شیخ کو اولیائے کبار میں شمار کرتے ہیں۔

اور مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''ہمعات'' میں شیخ کے طریق کو راہِ صدق کے وصف سے متصف کیا ہے، اور انتباہ میں شیخ کو اپنے سلسلہ کے شیوخ میں شامل کیا ہے۔ مکتوب مدنی میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے کشف کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے دونوں مسئلوں کے درمیان تطبیق دی ہے بلکہ شیخ مجدد نے اپنے شیخ شیوخ کے سہو اور لغزش علمی کا اعتراف کیا ہے۔ (شاہ ولی اللہ دہلوی نے کہا) ہمارے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ یہ دونوں کشف صحیح ہیں (یعنی وحدت الوجود، وحدۃ الشہود) تو ایسی صورت میں مجدد کا یہ کہنا سہو ہے کہ ابن عربی نے اس معنی میں وحدت شہود نہیں کہا کہ عالم یعنی ممکنات، اسماء وصفات کے عکس ہیں جو عدم کے آئینوں میں منطبع ہیں، اور یہ آئینے ان اسماء صفات کے مقابل ہیں۔ اس بات کے قائل نہ صرف شیخ اور ان کے متبعین بلکہ حکماء بھی ہیں۔

ونیز اسی میں لکھتے ہیں۔ حاصل کلام، پس یہ کہنا شیخ اور ان کے متبعین کے خلاف نہیں کہ تمام حقائق ممکنات اسماء کے عکس ہیں جو عدم (کے آئینوں) میں منطبع ہیں اور جو (آئینے) اسماء کے مقابل ہیں۔ اس معنی ومفہوم کے تصریحات وتلویحات ان کے کلام میں ہیں۔ ہم اس مسئلہ کے کئی وجوہ کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا ان کے اقوال اور تصریحات کو نقل کر کے کلام کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔

اور شیخ اکبر کا یہ کہنا شیخ مجدد کے قول کے مخالف نہیں کہ حقائق ممکنات ہی اسماء ہیں۔

اس معنی میں کہ بے شک اسماء ہی وجود میں اصل ہیں اور جن کو اعیان ممکنات

کہا جاتا ہے وہ طرف مقابل میں ان اسماء کے ظل وعکس ہیں یا اس معنی میں کہ ہر عارف کا اسم رب ہے اور وہ اسم ہی اس عارف کی حقیقت ہے، جس کی طرف رجوع کرتا ہے، اگر ہم چاہیں تو مجدد کے کلام ہی سے ان کے خلاف دلائل و براہین قائم کر سکتے ہیں مجدد کے کلام کا سبب یہ ہے کہ شیخ ابن عربی اور ان کے متبعین کے کلام میں بعض اقوال ایسے پائے جاتے ہیں جن کا مصداق انہوں نے اپنے وجدان کے خلاف قرار دیا۔ یہ کشف کی بات نہیں ہے بلکہ لغزش علمی ہے۔ علمائے کرام علمی لغزشوں سے خالی نہیں ہیں، اس قسم کی قلیل لغزشوں سے انکے علو مقام کو نقصان نہیں پہنچتا۔

حاصل کلام اسباب طعن بہت ہیں صاحب نفحات شیخ ابن عربی کے حالات میں لکھتے ہیں، آپکے متعلق طعن زنوں کے طعن و تشنیع کا سب سے عظیم سبب کتاب فصوص الحکم ہے۔ اس مقام پر طعنہ زن لوگوں کی طعن و تشنیع کا منشاء یا تو تقلید و تعصب ہے یا ان کی اصطلاحات سے ناواقفیت یا ان حقائق و معانی کی مشکلات ہیں جو انہوں نے اپنی تصنیفات میں درج کی ہیں۔ حقائق و معارف کی جو مقدار انکی کتابوں میں اور بالخصوص فتوحات اور فصوص الحکم میں پائی جاتی ہیں کسی اور کتاب میں نہیں پائے جاتے اور اس گروہ میں سے کسی شخص سے بھی یہ چیزیں ظاہر نہیں ہوئیں اور اس فقیر (مولانا جامی) نے خواجہ ابونصر پارسا قدس سرہٗ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا کہ میرے والد (خواجہ محمد پارسا) کہا کرتے تھے کہ ''فصوص'' جان ہے اور ''فتوحات'' دل ہے اور جہاں کہیں بھی انکے والد بزرگوار نے کتاب ''فصل الخطاب'' میں قال بعض کبراء العارفین کہا ہے۔ اس سے مراد شیخ ابن عربی قدس سرہٗ ہیں۔

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اہل سنت کے اس اختلاف میں محققین وائمہ متکلمین اور جمہور صوفیاء کا قول ہی مستند ہے۔

سوال ۳ مسئلہ وحدت الوجود دلائل شرعیہ سے ثابت ہونے کی صورت میں اس کے منکر کو کافر یا فاسق قرار دینا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب ۳ تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جو چیز دلیل شرعی سے ثابت ہو، اس کا انکار کرنے والا کافر یا فاسق ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ فرضِ غیر متفق کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا ہے بلکہ فاسق ہوتا ہے اور اسی طرح واجب غیر متفق کا انکار کرنے والا فاسق نہیں ہوتا ہے جس کا وجوب کسی مجتہد کے نزدیک ثابت نہ رہے۔ اور اسی طرح ایسی سنت کا انکار کرنے والا جس کا ثبوت خبر متواتر اور خبر مشہور سے نہیں بلکہ خبر واحد ہے، کافر اور فاسق نہیں ہوتا بلکہ بدعتی اور گناہگار ہوتا ہے اور اسی طرح ایسے مستحب کا انکار کرنے والا جسکا ثبوت استحباب حدیث سے نہیں ہے، وہ نہ کافر ہے نہ فاسق، نہ بدعتی، نہ گنہگار جیسا کہ اصول کی کتابوں اور مفتاح الصلوٰۃ میں ہے۔

اب جاننا چاہئے کہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا مسئلہ مجتہدان باطن کے قیاس سے اور وجود کی اثنینیت کا مسئلہ وجود اصلی سے مجتہدین ظاہر کے قیاس سے مستنبط ہے۔ یہ تینوں مسئلے اہل سنت کے اجتہادی مسائل میں سے ہیں اور ان میں اختلاف، مذاہب اربعہ کے اختلاف کے مانند ہے جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے سوال کے جواب میں گذر چکی ہے۔

لیکن ادلۂ شرعیہ میں کسی عامی مقلد کا قیاس کوئی دخل اور وزن نہیں رکھتا جیسا کہ اصول کے کتابوں میں ہے۔

امام ربانی جلد دوم کے ۵۵ ویں مکتوب میں فرماتے ہیں احکام شرعیہ کے اثبات میں معتبر کتاب اور سنت ہے اور مجتہدین کا قیاس و اجماع امت بھی مثبت احکام ہے۔ ان چار ادلۂ شرعیہ کے بعد کوئی دلیل احکام شرعیہ کی مثبت نہیں ہوسکتی۔

مقلد، مجتہد کی تقلید کے سوا چارہ نہیں رکھتا ہے البتہ ان اختلافات اجتہادیہ (مذاہب اربعہ) میں سے کسی ایک مذہبکو پسند کرنے کا مختار ہے لیکن طعن اور انکار کی صورت میں تعزیرو ملامت اور سرزنش کے قابل ہے ۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، مولوی نوراللہ کے نام لکھے ہوئے مکتوب میں فرماتے ہیں:۔ قائلین توحید وجودی میں سے جو شخص بھی جادۂ اعتدال سے پیر باہر رکھے تو نوبتِ الحادوزندقہ تک پہنچادے گی۔ ضرور ضال اور گمراہ ہوجاتا ہے اور اسی طرح قائلین توحید شہودی میں کوئی شخص جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھتے ہوئے علماء وصوفیاء کے گروہ کثیر کی تکفیر و تضلیل کرے تو ضرور قابل طعن وملامت ہے۔

ونیز مولانا اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ ایک عامی شخص جو ہنوز صوفیائے صافیہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچا ہے اور نہ عالم متکلم ہے۔ وہ اس بات کا مکلّف ہے، کہ اجمالی طور پر جانے کے صوفیہ صافیہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے اور میرا فہم وہاں تک نہیں پہنچ سکتا متشابہات قرآن پر ایمان کی طرح۔

ملاّ علی قاری 'رسالہ سمّ القوارض' میں فرماتے ہیں: کہ احناف کے درمیان یہ بات جو مشہور ہے وہ قول مخترع ومبتدع ہے کہ اگر حنفیہ، شافعی مذہب کی جانب منتقل ہوجائیں تو ان کی تعزیر کی جائے ۔ اور اگر شافعیہ مذہب حنفی کی طرف منتقل ہوجائیں تو ان کو معزول کیا جائے۔ ہاں اگر یہ انتقالِ مذہب مذہبِ اول سے سرکشی وطغیانی کی وجہ سے ہو تو ضرور تعزیر کی جائے خواہ وہ حنفی ہو یا شافعی۔

نویں صدی ہجری کے مجدد ومجتہد اور احادیث نبوی کے حافظ شیخ جلال الدین سیوطی جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب میں فرماتے ہیں۔ یہ بات بڑی تعجب خیز ہے کہ کچھ لوگ اس طرح سے بعض مذاہب کی فضیلت بیان کرتے ہیں کہ اس سے دوسرے مذاہب کی تنقیص لازم آتی ہے اور اس سے بسا اوقات بے علم نادانوں کے درمیان خصومت و دشمنی

اور جنگ و جدال کی فضا پیدا ہو جاتی ہے اور یہ چیز تعصب اور حمیت جاہلیہ کا سبب بن جاتی ہے۔ البتہ علماء کا دامن اس قسم کی آلودگیوں سے پاک وصاف ہے۔ اور بے شک مسائل فروعیہ میں صحابۂ کرام کے درمیان بھی اختلافات رونما ہوئے حالانکہ یہ حضرات خیرامت ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی آپس میں ایک دوسرے سے دشمنی وعداوت نہیں کی اور نہ ہی ایک دوسرے کو خطا اور غلطی سے منسوب کیا۔

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ جو دلیل شرعی سے ثابت ہو، اس کا منکر کافر یا فاسق ہونا ضروری نہیں اور کوئی عامی مقلد، اختلافاتِ اجتہادیہ میں انکار وطعن کرے تو وہ مطعون اور قابلِ ملامت وسرزنش ہے۔

سوال ۴. مسئلہ وحدت الوجود کشف والہام سے ثابت ہونے کی صورت میں دوسروں پر حجت ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب ۴ چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود کشف مجرد نہیں کہ دوسروں پر حجت نہ ہوگا۔ وہ تو کشف مدلل ہے جس پر دلائل عقلیہ ونقلیہ قائم ہیں۔ پھر کیسے حجت نہیں ہوسکتا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے فتوی میں فرماتے ہیں۔

وحدت الوجود حق اور واقع کے مطابق ہے کیونکہ اس کے ثبوت پر دلائل عقلیہ اور نقلیہ قائم ہیں جیسا کہ شیخ علی مہایمی گجراتی کی تصنیف ادلۃ التوحید، میں مشروح اور مبسوط ہے۔

بالخصوص اس مسئلہ کی تفصیل اور اس کے دلائل کتاب اجلۃ التائید شرح ادلۃ التوحید میں دیکھنا چاہئے۔ جو شیخ ابراہیم کردی کی تصنیف ہے۔ اس کے ساتھ چند دلائل پانچویں سوال کے جواب میں پیش کئے جائینگے اس بیان سے واضح ہوا کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کشف مجرد

نہیں بلکہ کشف مدلل ہے جو دوسروں پر حجت ہوسکتا ہے۔

سوال ۵ صاحب کشف کو اپنا کشف قرآن وسنت پر پیش کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب ۵ پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ ہاں۔ صاحب کشف کو اپنا کشف قرآن وحدیث اور شریعت کے مقابل پیش کرنا لازم ہے۔ اسی لئے صاحبان کشف اپنے کشف کو قرآن وحدیث کے مقابل پیش کرنے سے بہت سی دلیلیں پائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید سے یہ ہیں۔ **اینما تولوفثم وجہ اللّٰہ** تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ ہے (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے) **سنریھم آیا تنافی الافاق** الخ ہم انکو دکھلائیں گے اپنے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ یہ ٹھیک ہے۔ کیا تمہارے رب کا ہر چیز پر گواہ ہونا کافی نہیں۔ سنو۔ انہیں ضرور اپنے رب سے ملنے میں شک ہے سنو وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

ھوالاول والآخر الخ وہی ہے اول وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔ **نحن اقرب الیہ** الخ اور ہم اس کے پاس ہیں تم سے مگر تمہیں نگاہ نہیں۔ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں **وفی انفسکم افلا تبصرون** ۔ اور وہ خود تمہارے نفوس میں ہے کیا تمہیں سوجھتا نہیں۔ **واذا سالك عبادی** الخ اے میرے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔ **وما رمیت اذرمیت** الخ اے محبوب، وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی **وکان اللہ بکل شیئی محیط** اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔ **اللہ نورالسموات والارض** اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا **کل شیئی ھالك الا وجھہ** ہر چیز فانی ہے سوائے اسکی ذات

کے ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام اور باقی ہے تمہارے رب ذات کی عظمت اور بزرگی۔اور احادیث شریف میں یہ ہیں۔اہل عرب کی باتوں میں سب سے زیادی سچی بات لبید کا قول ہے:

الا کل شیئی ماخل الله باطل وکل نعیم لامحالة زائل

اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور لامحالہ ہر نعمت زائل ہونے والی ہے ولا یـــزال عبدی الخ میرا بندہ نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔ جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

وان احـدکـم اذا قـام الخ اور بیشک تم میں سے کوئی شخص جب نماز کے لئے کھڑا ہوجاتا ہے تو وہ یقیناً اپنے رب سے مناجات کرتا ہے بلاشبہ اس کا رب اس کے درمیان اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔وان الله یقول اذا مرضت الخ بے شک اللہ بندہ سے کہے گا جب میں مریض ہوا تو تونے میری عیادت نہیں کی اور میں بھوکا رہا تو مجھے کھلایا نہیں (بندہ کہے گا پروردگار تو کیسے بیمار ہوسکتا ہے تو تو دوسروں کو بیماری سے نجات دیتا ہے۔اللہ کہے گا، بے شک ٹھیک ہے، لیکن فلاں وقت میں میرا فلاں بندہ بیمار تھا، اگر تو اسکی عیادت کرتا تو وہاں مجھے پالیتا یعنی میری خوشنودی حاصل کرتا۔

اور انجیل متی کے ۲۵ ویں باب میں بھی یہی بات آئی ہوئی ہے اور ترمذی نے ایک طویل حدیث کی روایت کی ہے والذی نفس محمد الخ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔اگر تم میں سے کوئی شخص رسّی کو ساتویں زمین کی طرف ڈال دے تو اللہ پر ہی اترے گی یعنی اللہ ہر شئی پر محیط ہے۔پھر حضور اکرمؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی هـوالاول

والآخر والظاهر والباطن وهوبكل شئى عليم۔

ان صحیح احادیث کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔

شیخ ابراہیم کردی:۔ **اجلة التائيد في شرح ادلة التوحيد** میں فرماتے ہیں کہ جمہور متکلمین نے مذکورہ آیات واحادیث کی تاویل کی ہے۔ چنانچہ ان کی تصریحات یہ ہیں۔

آیت۔ **فاينما تولو فثم وجه الله** میں۔ **الوجه** سے مراد توجہ فی الصلوٰۃ ہے۔

اورآیت۔ **حتٰى يتبين لهم انه الحق** میں **الحق** سے مراداس کا خالق ہے۔

اورآیت۔ **بكل شيئى محيط** میں۔ **احاطه** سے مرادعلم ہے اورآیت۔ **هوالاول والأخر والظاهر** سے کثرت دلائل مراد ہے۔

اورآیت۔ **نحن اقرب اليه من حبل الوريد** میں قرب سے مرادمعیت اورعلم ہے۔اور ومارمیت اذ رمیت کی آیت میں اللہ کا اپنی طرف رمی کی نسبت کرنے سے مراد حضور اکرم کوقوت عطا کرنا ہے۔اور حضور کی حدیث۔ **كنت سمعه وبصره** سے آیات الٰہیہ کودیکھنے اور سننے والا مراد ہےاور۔ **لهبط على الله** سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے علم سے نازل ہوتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ ساری تاویلات وحدۃ الوجود یا حلول وغیرہ کے شبہات سے بچنے کے لئے کی گئی ہیں۔ لیکن یہ سب ظاہر کے خلاف ہیں اور بعض آیات اور احادیث کے اندر استدلال کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے ہم ان سارے شبہات کووحدۃ الوجود کے اثبات سے دور کریں گے جس کے بعد کوئی ایسا شبہ باقی نہیں رہیگا جو تاویل کا متقاضی ہو۔

امام ربانی باوجود اس کے کہ اس مسئلہ کے اندر مخالف ہیں، جلد اول کے ۲۸۶ ویں مکتوب میں اعتراف کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ظہور آیات واحادیث سے وجود کا ایک ہی ہونا معلوم ہوتا ہے اور اسی طرح سریان قرب اور معیت معلوم ہو رہا ہے بلکہ اہل اللہ تو وحدۃ الوجود کو بطریق وجدان اپنے اندر پائے ہوئے ہیں۔

قیصری ''مقدمہ تائید'' میں فرماتے ہیں۔ وجود میں سے جو سمجھ میں آتا ہے وہ صرف ایک ہی چیز ہے۔ اس کا مکابرہ کرنے والا اپنے وجدن سے نزع وخلاف کرنیوالا ہے۔

اگر دلائل عقلیہ سے وحدۃ الوجود کا ثبوت چاہئے تو ان بزرگوں کی تصنیف کا مطالعہ کریں۔

شیخ محی الدین ابن عربی شیخ کبیر صدرالدین قونوی کی تصانیف اور شیخ فقہیہ علی مہابی گجراتی کی کتاب ''ادلۃ التوحید'' اور شیخ ابراہیم کردی کی کتاب ''شرح ادلۃ التوحید'' اور قیصری کی کتاب ''مقدمہ شرح فصوص الحکم'' وغیرہ۔

صوفیاء اور علماء کے اقوال کی کوئی حد اور حصر نہیں ہے البتہ علمائے متاخرین (جو تیرھویں صدی ہجری میں گذرے ہیں) کہ چند اقوال تمام سوالات کے جوابات کے بعد نقل کئے جائیں گے۔ اس تفصیل سے وہ سب کچھ واضح ہوگا، جو ارباب کشف اپنے کشف کو شریعت کے مقابل پیش کئے ہوئے ہیں۔

سوال ٦ اس جگہ چند افراد مسئلہ وحدت الوجود کا ردو انکار کر رہے ہیں اور ابن عربی، جامی اور تمام قائلان وحدۃ الوجود کی تکفیر و تضلیل اور طعن کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کی طعن و تشنیع اور تکفیر و تضلیل ان لوگوں کو پہنچتی ہے یا نہیں؟

جواب ٦ چھٹے سوال کا جواب یہ ہے کہ وجودیہ شہودیہ اور متکلمین یہ تینوں گروہ اہل سنت جماعت میں سے ہیں اور جو اختلاف کہ اہل سنت کے درمیان توحید وجودی اور شہودی کے فرق و امتیاز کے باعث واقع ہوا وہ اختلاف سنی اور رافضی یا سنی اور خارجی کے اختلاف کی طرح نہیں ہے کہ جانبین سے ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کی جائے بلکہ انکے درمیان واقع شدہ اختلاف مذاہب اربعہ کے اختلاف کے مانند ہے جیسا کہ پہلے سوال کے جواب میں اسناد و دلائل کی روشنی میں سپرد قلم کیا گیا ہے۔

لہٰذا اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ شیخ عبدالحق دہلوی ''تکمیل الایمان'' میں فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص کسی دوسرے شخص کو کافر کہے، اگر وہ نفس الامر میں کافر نہ رہے تو کہنے والا خود ہی اسی وقت کافر ہو جاتا ہے۔

اور صاحب ''تنبیہ الضالین'' فرماتے ہیں: شریعت میں یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ بغیر دلیل قطعی پائے کہ کسی بھی مسلمان کی طرف گناہِ کبیرہ کی نسبت کرنا حرام ہے۔ تکفیر کا کیا ذکر، وہ تو ایک نہایت دشوار بات ہے۔ ادنیٰ مومن کی تکفیر کفر ہے۔ چہ جائیکہ علماء باعمل کی جو شرک اور بدعت کا قلع قمع کرنے والے ہیں اور سادات جلیل القدر کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجزاء ہیں۔ اشد کفر ہوگا کیونکہ اولاد بتول رضی اللہ عنہا بحکم آیۂ تطہیر مانند اہل بدر کے مغفور ہیں۔

ونیز صاحب تنبیہ الضالین اسی میں فرماتے ہیں ابن حجر مکی نے ''صواعق'' میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضورؐ اکرم نے فرمایا، جو شخص میری آل کا حق نہ پہچانے وہ ان تین صورتوں میں سے ایک ہوگا۔ یا وہ منافق ہے یا ولد الزنا ہے یا اس کی ماں کو حیض کے وقت حمل رہا ہے۔

ونیز صاحب ''تنبیہ الضالین'' اسی میں فرماتے ہیں ملا علی قاری ''شرح فقہ اکبر'' میں لکھتے ہیں جو کوئی شخص کسی سید کو حقارت کی نظر سے چھوٹا سید کہے گا تو وہ کافر ہے۔

اس مقام پر قیاس کرنا چاہئے کہ ہزاروں اولیائے کرام، سادات اور علمائے عظام کو کافر قرار دینے کی ہمت کس میں ہوگی، جب شریعت کے اندر ایک فاسق کی تفضیح ورسوائی کرنا اور فحش و بدکاری کا پھیلانا حرام ہے تو سردارانِ اسلام اور قائدین ملت کو کافر کہنا اوران اکابرین کی تکفیر کی تشہیر کیا ہوگی؟ یعنی یہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔ **يريدون ان يطفئو انور الله بافواههم ويابى الله الاان يتم نوره ولو كره المجرمون**۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور

اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ نہیں مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا اور اگر چہ کہ مجرمین برامانیں۔

کافر کہنا بدترین گالی ہے۔اس رذیل اور شنیع کام کا اقدام کوئی شخص نہیں کرے گا۔ مگر وہی آدمی جس کا دل بیمار و گندہ اور اس کا باطن جنسیث اور برار ہے مومن کو چاہئے کہ اس افراط و تفریط سے اجتناب کرے اور اپنے ایمان کی تباہی سے خوف کرے۔

سوال ۷ صوفیاء اکرام کے اکثر مسائل ظاہری شریعت کے خلاف ہیں یا نہیں؟

جواب ۷ ساتویں سوال کا جواب یہ ہے کہ شریعت کے باطنی مسائل ظاہری شریعت سے اختلاف نہیں رکھتے ، کیونکہ اہل باطن ظاہری معنوں کو قبول کر لینے کے ساتھ ساتھ دوسرے معانی رکھتے ہیں، جن کی تردید ظاہری شریعت نہیں کرتی ،لیکن ان معانی کو عوام الناس کی عقلیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **انی جاعل فی الارض خلیفة** نیز فرماتا ہے **وعلم آدم الاسماء کلھا** ۔اور اخبار و آثار اور تورات کے دفتر اول باب اول میں **ان اللہ خلق اٰدم علیٰ صورتہٖ** وارد ہے۔

نیز اخبار اور انبیائے سابقین کے صحیفوں میں **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** آیا ہوا ہے۔ نیز میرا بندہ مجھ سے تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اسکا کان ہو جاتا ہوں اور جب اسکو دوست بنالیتا ہوں اور اسکی زبان بن جاتا ہوں۔ نیز میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہیں کی میر افلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اسکی عیادت کرتا تو گویا میری عیادت کیا ہوتا۔

اور بھی اس جیسی بہت سی مثالیں وارد ہوئی ہیں۔ان نصوص و مقدمات کا صحیح حل مذکورہ اخبار و احادیث کے ایسے (باطنی) معانی کے انکشاف پر موقوف و مبنی ہے کہ اکثر

ارباب فہم ان معانی کے سننے کی تاب وطاقت نہیں رکھتے (چنانچہ یہی وجہ ہے کہ) وہ تعلیم اسماء اور معنی خلافت سمجھنے سے قاصر رہے گئے۔ اور لفظ صورت کے معنی کے تعلق سے تشبیہ میں پھنس کر یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ، صورت سے مراد ظاہری صورت ہی ہوسکتی ہے، اور بعض حلول و اتحاد کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان معانی کے سمجھنے میں جب عقلمند افراد کا یہ حال ہوتو ناسمجھ لوگوں کا حال کیا ہوگا۔ ارشاد نبوی ہے کہ لوگوں سے انکی عقل وفہم کے مطابق گفتگو کیا کرو۔ نیز یہ ارشاد ہے کہ ان امور کو چھوڑ دو جن سے لوگ نامانوس ہیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ اور اسکے رسول کی تکذیب کی جائے۔

یہ حدیثیں مذکورہ حقائق ومعانی کے اعلان واظہار کے حق میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں اور شریعت ان کے اظہار کی اجازت نہیں دیتی ہے۔ دراصل ان حقائق ومعانی کا انکشاف صحیح سلوک وتربیت اور جذبۂ معرفت الٰہی پر موقوف ہے جیسا کہ حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی کی تصنیف کیمیائے سعادت میں اسی طرح لکھا ہوا ہے۔

نیز اہل ظاہر نے وحدۃ الوجود اور حلول وغیرہ کے بے بنیاد شکوک وشبہات سے بچنے کے لئے چند دوسری آیتوں اور حدیثوں کی تاویلات کی ہیں جن کی تفصیل پانچویں جواب میں سپردِ قلم ہوچکی ہے۔

کوتاہ بیں افراد قرآن کریم کے معانی ومطالب کو ظاہری تفسیر میں منحصر سمجھتے ہیں اور اہل باطن کے بیان کردہ معانی وحقائق کو تحریف قرآنی قصور کرتے ہیں۔

صاحب امحاض النصیحہ فقیہ علی مہایمی گجراتی، شیخ ابن عربی پر تنقید اور طعن وتشنیع کرنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں گدھے کی طرح رینک رہا ہے اور اس عورت کی طرح چیخ وپکار کررہا ہے، جس کا بچہ مر چکا ہو، اور وہ یہ کہتے پھر رہا ہے کہ شیخ قرآن میں تحریف کررہے ہیں۔ حالانکہ وہ تو قرآن کے ظاہری معانی

کو بدستور برقرار رکھتے ہوئے بطریق اشارہ ان اسرار و حقائق کا استخراج کرتے ہیں، جن کے سمندر کبھی پایاب نہیں ہوتے اور شیخ نے کبھی اس تفسیر باطنی کے ذریعہ تفسیر ظاہری کی نفی نہیں کی بلکہ خود طعن و تشنیع کرنے والے کا مذکورہ اعتراض اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تردید کر رہا ہے **مافرطنا فی الکتاب من شیئی** باوجودیکہ ظاہری اعتبار سے قرآن کریم میں بہت سے امور نہیں ہیں حالانکہ منزل قرآن ما یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے قرآن کے اندر کوئی چیز نہیں چھوڑی بلکہ ہم نے تمام چیزوں کا احاطہ کیا ہے۔ نیز اس ارشاد خداوندی کی بھی تردید ہوجاتی ہے۔ **قل لوکان البحر مداد الکلمات الآیہ**۔ اور حضور اکرم کے اس ارشادِ مبارک کی نفی لازم آتی ہے، بے شک قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور اس کے لئے حدود ہیں، اور ان حدود کے لئے ایک مطلع بھی ہے۔ اس بیان سے واضح ہوا کہ چند آیات و احادیث کے دوسرے معنی جو اہل باطن کے کشف و تحقیق سے ماخوذ ہیں۔ جو شریعت سے ہم آہنگ اور اس کے موافق ہیں۔ البتہ ان معانی کے سمجھنے سے اہل ظاہر کی عقلیں قاصر ہیں اور کوتاہ نظران معانی کو تحریف تصور کرتے ہیں۔

سوال ۸ اسرار و حقائق اور ان کے دقیق معانی عوام سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب ۸ آٹھویں سوال کا جواب یہ ہے کہ اسرار و حقائق کے دقیق معانی عوام سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ چیزیں انہیں تشکیک و انکار اور علماء و صوفیاء کی تکفیر و تضلیل تک نہ پہنچادیں۔ چنانچہ **کلمو الناس** الخ اور **دعوا ما ینکرون** کی حدیثیں اس حقیقت کی نشاندہی کر رہی ہیں۔

مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سورۃ التسأل کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اس سورۃ میں مقصود بیان یہ ہے کہ حقائق امور اخرویہ، مباحث وصفات، مسئلہ قضاو قدر، جبر واختیار، توحید وجودی، توحید شہودی، مشاجرات صحابہ اور احکام شرعیہ کی حکمتیں جولوگوں کی عقل وفہم سے بالاتر اوران کی سمجھ بوجھ سے باہر ہے۔ان مسائل کے بارے میں زیادہ سوالات کرنا نہایت قبیح اور مذموم ہے۔اس لئے کہ لوگ (ان حقائق کے دقیق معانی نہ سمجھنے کی بناپر) انکار کر بیٹھتے ہیں ورنہ کم ازکم (یہ مسائل ومباحث) اکثر کے ذہن میں تشکیک کا باعث ہوتے ہیں۔حالانکہ ایمان ان چیزوں سے متعلق زیادہ تحقیق وتفتیش کرنے اوران امور ومسائل کی کمیات وکیفیات کی تفصیلات جاننے پر موقف نہیں ہے۔اور یہی وہ خطرناک مرض ہے جواس امت میں گمراہ فرقہ بندی اورعقائد میں بگاڑ کا باعث بن کرایک عالم کے ایمان کو ہوامیں اڑادیاہے۔غرض اللہ تعالیٰ نے مذکورہ سورہ میں اس صورتِ حال (مذکورالصدر مسائل وامور میں تحقیق وتفتیش اور کثرت سوال ومباحثہ) کی قباحت بیان کی ہے، تاکہ لوگ اس قوم کے مسائل میں الجھنے سے احتراز کریں اور گمراہی وضلالت کے بھنور میں نہ پھنس جائیں۔

مولانا شیخ ابراہیم کُردی جومولانا شاہ ولی اللہ کے پیرومرشد ہیں ''اجلۃ التائید'' فی شرح ادلۃ التوحید میں فرماتے ہیں۔

اہل باطن کا یہ فرمان کہ اسرارربوبیت کا انشاءاوراظہار کفر ہے۔اس خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا گیا کہ ان معانی وحقائق اوردقائق تک عوام کے فہم کی رسائی نہیں ہوسکے گی۔اور حضور اکرم ﷺ نے ہدایت دی ہے کہ جس کسی نے لوگوں کے روبروایسی نئی اور نامانوس بات کہہ دی جسے ان کا فہم اخذ نہ کرسکا تو یہ صورت حال بعض لوگوں کے لئے فتنہ ہوگی اوریہی چیز اولیائے کرام کے انکاراور بالخصوص ان کی تکفیر کا باعث ہوگی۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا، بے شک بعضے علوم پوشیدہ صورت ہیں جن سے عارف باللہ

نفوس ہی واقف ہوتے ہیں اور جب وہ ان علوم ومعارف اور حقائق کو اپنی زبانوں پر لاتے ہیں تو وہی لوگ ان علوم کا انکار کرتے ہیں جو اللہ کے تعلق سے مبتلائے فریب ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ علمائے سلف اہل استعداد ہی کو ان حقائق ومعارف کی طرف رہنمائی کرتے تھے اور نااہل کو ان چیزوں سے باز رکھتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے، جس نے یہ دولت علم کسی نااہل کو عطا کی تو گویا اس نے یہ نعمت ضائع کردی۔ اور جس نے کسی صاحب استعداد سے ان نعمت کو چھپایا تو ظلم کیا۔ اور اس علم کے باب میں عوام کے نقصان اٹھانے کا سبب یہ ہے کہ جب وہ کسی حیثیت اور جہت سے سمجھ نہیں پارہے ہیں تو وہ ان حقائق کو یا تو قبول کرینگے یا قبول نہیں کرینگے۔ اگر قبول نہ کریں تو اس علم کے عارفین کا انکار کریں گے اور بعض اوقات ان کے قتل اور ان کی تکفیر واہانت پر جری وبے باک ہوجائیں گے بیشتر عوام اسی نوع کے ہیں۔ اگر قبول کریں تو اس علم کی پہنائیوں کو سمجھ نہ سکیں گے اور کبھی اپنے لئے ربوبیت کا دعویٰ کریں گے اور کبھی اپنی ربوبیت کے زعم میں، اباحیت اعمال کے مرتکب ہونگے۔ اس دعوے کے ساتھ کہ ان کے لئے ربوبیت حاصل ہے، نیز اس ادعاء کے ساتھ کہ یہ اموران کے اندر عموماً ظلمت وتاریکی کا باعث نہیں ہوتے۔ حالانکہ یہ تمام دعوے اور مزعومات بے سروپا اور گمراہی وباطل ہیں۔ بھلا انہیں الوہیت کیونکر حاصل ہوسکتی ہے جبکہ وہ اپنی ذات سے موجود نہیں ہیں بلکہ ان کا وجود غیر کا رہینِ منت ہے، اسی طرح وہ نفس وجود ہی نہیں ہیں۔ غرض وہ نہ تو اپنی شخصیتوں نے اور نفوس کے خالق ہوسکتے ہیں نہ زمیں وآسمان کی تخلیق کے مالک بن سکتے ہیں۔ پھر بھلا ان کے اندر بظاہر جو جو اعمال قبیح اور شنیع ہیں کیونکر اثر انداز نہیں ہوسکتے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے ان اعمالِ شنیعہ کو اپنے نفس کی ظلمت وکثافت کے سبب اختیار کرلیا ہے۔ اگرچہ کہ انہیں اسکا احساس وشعور نہیں ہے، اسی لئے محققین نے فرمایا، ہر وہ حقیقت جسکو شریعت نے رد کردیا ہو، وہ باطل ہے اور ہر وہ شریعت جو اپنے عامل کو اپنے

اسرار حقیقت کی طرف مائل نہ کرے وہ معطل اور بے ہودہ ہے۔

اور امام ربانی مکتوبات کی جلد ثالث مکتوب ۹۵ میں اسرار الٰہیہ کے اخفاء سے متعلق فرماتے ہیں:۔

اگر اس نظام کا تھوڑا سا حصہ جو اس بارگاہ سے مربوط ہے، ظاہر کیا جائے یا ایک اشارہ بھی جو ان معاملات سے، جو اس کارخانہ سے وابستہ ہے، ظاہر کیا جائے تو شہ رگ کاٹ دی جائے اور گردن اڑادی جائے۔ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لن بعض علوم و معارف کے اظہار کے سلسلہ میں جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اخذ کئے تھے قطع البلعوم کہتے ہیں تو دوسروں کے تعلق سے کیا کہا جا سکتا ہے۔ حقائق و غوامض اللہ تعالیٰ کے اسرار ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نہایت خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے اور نا اہل اشخاص کو اس کے آس پاس بھی بھٹکنے نہیں دیتا۔ حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے جو سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں۔ اپنے کمال معرفت اور وفورِ قدرت کی بناء پر یہ اسرار و رموز ابو ہریرہ وغیرہ کو عنایت فرمایا، اور فیض حاصل کرنے والوں کی استعداد اور قابلیت کا اندازہ کرتے ہوئے ان پوشیدہ موتیوں کو ان پر نچھاور کیا۔

اور شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

اگر تو واقعی عاشقِ صادق ہے تو ان اسرار و رموز کو برسر عام بیان نہ کر۔ کیا نہیں دیکھا غلبۂ سکر اور مستیٔ عشق سے سرشار ہو کر حلاج نے ایک راز فاش کیا جس کے سبب سولی پر چڑھایا گیا۔

سوال ۹ صوفیائے ذوی الاحترام کی اصطلاحات کی تشریح اور توضیح،

عالم متبحر اور مرشد مستقل کی ذات پر موقوف ہے یا نہیں؟

جواب ۹ نویں سوال کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت میں صوفیاء صافیہ جو کہ برگزیدۂ انام اور اسلاف کرام کا بقیہ نمونہ ہیں، انہوں نے تعلیم و تربیت، اور ذوق و شوق پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم اور احادیث کے غوامض و دقائق ہی سے استنباط نہیں کیا بلکہ ان کے ظواہر سے بھی استخراج کیا ہے۔ اور کیا سلوک و معاملات اور کیا حقائق و مکاشفات دونوں ہی باب میں بہت ساری اصطلاحات مقرر کی ہیں اور کئی تصنیفات و تالیفات تحریر کی ہیں جیسا کہ ائمہ مجتہدین و جلیل القدر علمائے متبحرین نے علوم دین جیسے تفسیر، حدیث، اصول، فقہ اور ان کے علوم آلیہ مثلاً نحو، صرف، اشتقاق معانی اور بیان وغیرہ کی اصطلاحات کے بارے میں متعدد چھوٹی بڑی کتابیں مرتب اور تصنیف کی ہیں اور کسی دین آشنا نے اس کو قابل ملامت بدعت نہیں گردانا ہے۔ اگر بدعت ہی ہے تو اس کو بدعت واجبہ اور مندوبہ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ بدعت کی تقسیم میں ائمہ کرام نے اسکی تصریح کی ہے۔ اسی طرح مولوی محمد باقر آگاہ نے ایقاظ الغافلین میں بیان کیا ہے۔

علم ظاہر اور اس کی مصطلحات بلکہ پارچہ بافی اور نائی کا پیشہ بھی استاد کے بغیر ہاتھ نہیں آتا تو پھر علم باطن اور اسکی اصطلاحات سے علم و آگہی بغیر مرشد کے کیونکر میسر ہوسکتی ہے لکل فن رجال ہر مردے و ہر کارے مثل مشہور ہے۔

مثنوی ۔ اگر کسی شخص کو محض علم ظاہری سے خدا شناسی نصیب ہوسکتی تو امام رازی دین کے رازدار ہوتے ''انتباہ'' نامی کتاب میں مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی، شیخ تاج الدین سنبھلی خلیفہ خواجہ محمد باقی سے حکایت کرتے ہیں کہ شیخ ابوعلی الدقاق قدس سرہٗ نے فرمایا: جو درخت بذات خود اگتا ہے اس کے لئے پھل نہیں ہوتا۔ اگر پھل ہو بھی تو وہ بدمزہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی سنت و عادت بھی اسباب کے وجود اور لزوم پر جاری ہے جیسا کہ ظاہری توالدو

تناسل والدین کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی طرح ولادت معنوی کا حصول بھی بغیر مرشد کے دشوار اور مشکل ہے اور الرسالۃ المکیہ میں فرماتے ہیں، جس شخص کا کوئی مرشد و مربی نہیں، شیطان اس کا مرشد ہے۔

طعنہ زن افراد کی تشنیع و طعن کے اسباب میں سے ایک سبب صوفیاء کی اصطلاحات سے لاعلمی اور عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

''صاحب نفحات'' شیخ ابن عربی کے حالات میں فرماتے ہیں۔ ناقدین کی تنقید اور تشنیع کا سبب تقلید اور تعصب ہے یا صوفیاء کی اصطلاحات سے لاعلمی و ناآشنائی ہے۔ یا پھر ان حقائق و معانی کی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہیں جو ان حضرات نے اپنی تصانیف میں بیان کی ہیں۔

یا اس طعن و تشنیع کا باعث صوفیاء کے کلام کو معنی مشترک یا قریب الفہم معنی پر حمل و انطباق ہے۔

سوال ۱۰ آیت نحن اقرب الیہ من حبل الوریف اور ان اللہ علیٰ کل شیئ محیط اور حدیث خلق الانسان علی صورتہ وغیرہا اور کتب اعتقادی کی تاویلات جو صوفیائے کرام کے نزدیک متحقق اور ثابت ہیں، وہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب ۱۰ دسویں سوال کا جواب یہ ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ان اللہ علیٰ کل شیئ محیط کی آیت اور حدیث شریف ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور ان کے علاوہ دیگر آیات واحادیث کی بابت صوفیاء کرام اہل ظاہر کے بیان کردہ معانی کو تسلیم کر لینے کے ساتھ ساتھ جن معانی کے قائل ہیں وہ صحیح اور درست ہیں اور شریعت انکی تردید نہیں کرتی ہے لیکن کے معانی کو سمجھنے سے عوام کی عقلیں قاصر ہیں جیسا کہ پانچویں اور ساتویں جواب

میں ذکر کیا گیا ہے۔

سوال ۱۱ انا من نور اللہ وہ شیی من نوری وانا عرب بلا عین وانا احمد بلا میم کی حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں؟

جواب ۱۱ گیارھویں سوال کا جواب یہ ہے کہ بعض صوفیاء نے اپنی تصانیف میں حدیث انا من نور اللہ وکل شئ من نوری کو نقل کیا ہے اور صاحبِ فیض عام نے اس کا معنی ومفہوم صفحہ ۴۹ میں اس طرح بیان کیا ہے:

یہ بھی جاننا چاہئے کہ مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ ظہور سرورؐ عالم کا اللہ کے نور سے ہے لیکن نہ بطریق تجزی وانتقال واستحالہ کے کیونکہ یہ صفات اجسام کثیفہ کے ہیں، نہ بے چون وبے چگونہ کے بلکہ بطریق فیض کے ہے جیسا ظہور شخص کا آئینہ میں دیکھو تو شخص اپنی ذات اور صفات پر جیسے کا تیسا باقی ہے، پھر ظہور اس کا جو آئینہ میں ہوا ہے سو محض بطریق فیض کے ہے نہ بطریق تجزی واستحالہ وانتقال کے۔ پس نسبت اس شخص کی عکس کے ساتھ عینیت کی بھی ہے۔ غیریت کی بھی، ویسا ہی سرور عالم کی نسبت کو اللہ کے ساتھ جاننا چاہئے۔ انتہی۔

اس حدیث کی سند ان الفاظ کے ساتھ اگر چہ کہ محدثین وعارفین سلف کی تصانیف میں مل نہ سکی لیکن قیصری نے اس حدیث کے مضمون کو دوسرے الفاظ میں شرح فصوص کی آٹھویں فصل میں حوالۂ قلم کیا ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے، پہلی چیز جو خدا نے پیدا کی وہ میرا نور ہے اور آپؐ نے نور سے عقل مراد لی ہے چنانچہ اسکی تائید آپ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی اولین تخلیق عقل ہے۔ شیخ الہند عبد الحق محدث دہلوی نے بھی مدارج کی پہلی جلد میں اس حدیث کو کسی قدر تغیر کیساتھ نقل کیا ہے کہ تمام اشیاء اسی نور کے مظاہر اور تجلیات ہیں آپ

کا ارشاد ہے میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں اور دوسری روایت یوں ہے من نور الله والمومنون منی۔

یہ اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے اور مومنین کے ساتھ تخصیص وتقلید اتفاقی اور مقتضائے حال کے موافق ہے۔

اور جب نور الٰہی نے اپنے تکوینی وجود کے اعتبار سے تنزل فرمایا تو اس کی وساطت سے عقول، نفوس، لوح، قلم، عرش، کرسی، افلاک کواکب، ارکان، معاون، نباتات، حیوانات اور انسان پیدا ہوئے، مذکورہ امور میں انسان تمام حقائق کونیہ کا جامع پیکر ہے۔ نیز بعض بزرگوں نے حدیث انا احمد بلا میم کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کا معنی شریعت مطہرہ کے موافق بیان کیا ہے لیکن مستند صوفیاء اور محدثین کی کتابوں میں یہ حدیث نہیں پائی گئی۔

اور حدیث انا عرب بلا عین کی کوئی اصل نہیں ہے، اس کے علاوہ بھی لفظ عرب میں حرف ''ب'' غیر مشدد اور رب میں مشدد ہے۔ لہٰذا افصح العرب والعجم کی جانب ایسی حدیث کی نسبت کرنا غلطی ہوگی، اگرچہ کہ بعض صوفیاء نے اسکے معنی بھی موافق شریعت بیان کیا ہے۔

سوال ۱۲

مسئلہ وحدت الوجود کے قائل متقدمین میں کون کون ہیں؟

جواب ۱۲

بارھویں سوال کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود کے قائلین میں کیا صوفیائے کرام اور کیا علماء عظام ہزاروں کی تعداد میں ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں ان میں سے بعض اور مسلّم اشخاص کے اسمائے گرامی دوسرے سوال کے جواب میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی سند میں تحریر کئے گئے ہیں۔ ان کے ماسوا مزید چالیس اشخاص کے اسمائے گرامی کتاب ''اجلۃ التائید'' (مصنف مولانا شیخ ابراہیم کردی) سے اور

نفحات (ملا جامی) سے اور اخبار اخیار (شیخ الہند عبدالحق دہلوی) اور اصل الاصول (مولانا شاہ عبدالقادر فخری) وغیرہ سے نقل کئے جا رہے ہیں جن میں زیادہ تر عظیم صوفیاء اور نامور علماء ہیں۔ چالیس کا عدد شریعت مطہرہ میں بڑی اہمیت اور تاثیر رکھتا ہے۔ اور اس گنتی میں متقدمین صوفیہ کے نام بھی شامل کر لئے گئے ہیں تاکہ موجودہ زمانہ کے عوام متاخرین صوفیہ کے مسلک اور مشرب سے بھی واقف ہو جائیں۔

عرفاء میں وحدت الوجود کے قائل یہ حضرات کرام ہیں،، سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس و شیخ ابوسعید خزاز و سید الطائفہ جنید بغدادی، شیخ ابن عطا، محمد ابن واسع، شیخ ابوبکر واسطی، شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی شیخ یوسف بن الحسین الرازی، شیخ ابوعثمان مغربی صاحب قوت القلوب ابوطالب مکی، صاحبِ منازل السائرین شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابواسمٰعیل عبداللہ بن ابی المنصور محمد الانصاری الہروی، صاحب طبقات صوفیہ شیخ ابوعبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی انیشاپوری، شیخ ابوالقاسم عبدالکریم ابن ہوازن القشیری، امام حجۃ الاسلام ابوحامد الغزالی، صاحب عوارف شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، صاحب لمعات شیخ فخر الدین عراقی، صاحب تعرف شیخ محقق ابوبکر الکلابادی، صاحب ادلۃ التوحید و تفسیر رحمانی شیخ پیر، فقہیہ علی مہایمی گجراتی، شیخ موید الدین جندی، شیخ رکن الدین شیرازی، شارح مثنوی معدن العلوم سید عبدالفتاح گجراتی، شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی، قطب الزماں شیخ عبدالحق محمد مخدوم ساوی، قدوۃ العارفین رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قربؔی، عمدۃ الواصلین محی الملۃ والدین سید عبداللطیف ذوقؔی، حکیم الامۃ الحمدیہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر فخری میلاپوری، مولوی باقر آگاہ مدراسی: سید شیخ جعفر ملیباری، سید علوی ملیباری، بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی لکھنوی، سند العلماء مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، سید شاہ کمال الدین گلوری، مولوی عبدالحی دہلوی، مولوی اسمٰعیل دہلوی، اور مولوی سید محمد علی رامپوری

قدس اللہ اسرارہم۔

اور علماء میں یہ حضرات ہیں:

قاضی ناصر الدین بیضاوی، وامام فخر الدین رازی، شرف الدین طیبی، علامہ میر شریف جرجانی اور ملا جلال الدین دوانی رحمت اللہ علیہم۔

واضح ہو کہ مسئلہ وحدۃ الوجود میں اکابر سابقین کے اقوال وارشادات کی اتنی کثرت ہے کہ یہاں ان کا نقل کرنا مشکل ہے۔لہٰذا مجبوراً اس فقیر نے بعض علمائے متاخرین کے چند اقوال کو ان جوابات کا آخری حصہ قرار دیا ہے جو اس تیرھویں صدی ہجری میں گذرے ہیں۔

بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی ''شرح سلّم'' میں لکھتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو اس حکمت حقہ کے ذکر سے منور کرتے ہیں جو پیغمبروں اور سچی خبر دینے والے رسولوں پر وحی کی گئی تھی، اور اولیائے عظام پر جن کا انکشاف کیا گیا ہے۔معلوم کر رکھو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ موجود ہے۔اور وجود بحت اور بالذات موجود ہے۔اور اللہ کے ماسوا کسی شئی کا وجود نہیں اور پورے موجودات عالم اللہ تعالیٰ کے شیئوں اور تعنیات ہیں۔اور ان میں اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے۔ذاتِ باری تعالیٰ واجب بھی ہے اور جاعل بھی، اور سارے متعینات ممکن، اور مجعول ہے۔پس کثرت میں واحد کا ظہور ہوا ہے۔اور کثرت صرف بالاعتبارات تعین واحد کی مغائر ہوتی ہے اور اعتبارات کا وجود بھی تعین واحد سے ہی مستعار ملا ہوا ہے اور موجود درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے۔اور اللہ سبحانہ وجود مطلق لیکن ان معنوں میں نہیں کہ اطلاق اللہ سبحانہ کے لئے قید بن جائے وہ نہ کلی ہے اور نہ جزئی اور نہ ہی کثیر اور نہ ہی اسکے سوا اس کے ساتھ کوئی شئی ہے اور نہ ہی وجود میں اس کا کوئی شریک ہے، وہی حق ہے اور فی حد ذاتہ منزہ اور واجب لذاتہ ہے اور وہ خالق مشبہ ہے تعینات عدمیہ کے ساتھ اور نہ واجب ممکن ہوتا ہے اور نہ ہی ممکن واجب پس اللہ تعالیٰ تشبیہ اور تنزیہہ دونوں کا جامع ہے۔وہ فقط منزہ نہیں ہے جیسا کہ اشعریہ کا

مذہب ہے۔ اسلئے کہ یہ تقید ہے اور وہ فقط مشبہ بھی نہیں ہے جیسا کہ مجسمہ کا مذہب ہے اس لئے کہ یہ تحدید ہے اور اللہ تعالیٰ تقلید اور تحدید دونوں سے بری ہے۔

سید الاولیاء رئیس الاتقیاء امام المتقین زمین، پر اللہ کے خلیفہ، طالبین کے ھادی شیخ اکبر، ولایت محمدیہ کے خاتم شیخ محی الملۃ والدین ابن عربی قدس سرہ نے اللہ تعالیٰ ان کے کلام کی لذت سے ہمیں بہرہ ور کرے۔ فصوص الحکم میں لکھا ہے کہ:

اگر تم صرف تنزیہ کہ قائل ہو تو تم اللہ تعالیٰ کو قید سے مقید کر دو گے یعنی خدا کے ظہور کے منکرین بن جاؤ گے حالانکہ خدا نے خود اپنے آپ کو ظاہر کی صفت سے متصف کیا ہے، اگر تم صرف تشبیہ کے قائل ہو جیسا کہ مجسمہ کا عقیدہ ہے کہ خدا مجسم و مشبہ ہے تو تم خدا کی حد بندی کر دو گے حالانکہ خدا کسی بھی حد بندی میں محدود نہیں ہے۔

اگر تم تنزیہ اور تشبیہ دونوں کے قائل ہو یعنی تشبیہ میں خدا کے منزہ ہونے اور عین تنزیہ میں مشبہ ہونے کے قائل ہو تو تم معرفت الٰہی میں صائب الرائے بن کر امام اور سردار کہلاؤ گے۔

ایسے میں تم یہ کہنے کے قابل بن جاؤ گے کہ جو بھی شخص اللہ کے وجود کے لئے جوڑ ٹھہرائے گا یعنی وہ اس بات کا قائل ہو کہ وجود متعدد و متبائن ہیں، اللہ کے لئے ایک وجود علٰحدہ ہے اور ممکن کے لئے ایک وجود علٰحدہ ہے تو اس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔ لہٰذا وہ مشرک ہے اور یہ شرک خفی ہے اور جو شخص اس لئے وجود کے واحد و فرد ہونے کا قائل ہو کہ وجود نفسِ ذات حق ہے اور واحد ہے اور اسکے مظاہرہ کی کثرت اسکی وحدت کے منافی نہیں ہے تو وہ شخص موحد ہے۔

تم اس قسم کی تشبیہ سے بچنا کہ خود کو ایک موجود اور خدا کو موجود دوم سمجھو بلکہ مظاھر مشبہ میں تشبیہ کے قائل ہونا چاہئے اور اگر تم مفرد ہو یعنی تشبیہ کو تنزیہ سے الگ کرنے والے

ہوتو ایسی تنزیہ سے خود کو بچائے رکھو۔ ماحصل یہ کہ تمہیں عین تشبیہ میں تنزیہ کے اور عین تنزیہ میں تشبیہ کے قائل ہونا چاہئے۔

تم عین حق نہیں ہو، اس لئے کہ حق وجود مطلق ہے اور تم مقید و متین۔ ظاہر ہے کہ مقید مطلق کا عین نہیں ہوسکتا ہے بلکہ تم عین حق ہو بحسبِ حقیقت، اس لئے کہ حق تمہارے اندر متعین ہے اور تم حق کو عین، موجودات میں سہل طور پر تعین کی قید سے بری بھی۔ اور متعین میں ظاہر بھی دیکھتے ہو۔ انتہی۔ کلامہ الشریف، آپ کا قابل شرف کلام پورا ہوگیا۔

منکرین کا کہنا ہے ک مسئلہ وحدۃ الوجود متعدد وجوہ سے خلاف عقل ہے۔ اولاً یہ کہ اس سے واجب اور ممکن کا اتحاد لازم آتا ہے جو یقیناً محال ہے۔ ثانیاً یہ کہ اس سے تمام موجودات کا حقیقت میں متحد ہونا لازم آتا ہے جو یقیناً محال ہےے ثالثاً یہ کہ اس سے کثرت میں واحد کا ظہور ہونا لازم آتا ہے۔

ان اشکالات واحتمالات کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اولاً تو یہ مسئلہ انبیائے کرام کے نزدیک وحی کے نور سے اور اولیائے کرام کے نزدیک مکاشفہ کے نور سے منکشف ہوا ہے لہٰذا عقل متوسط کی مخالفت میں کوئی ضرر نہیں، لیکن عقل نورانی اسکی مخالفت نہیں کرتی۔ ثانیاً وجوب مطلق مع امکان افراد کے لئے کئی شواہد ہیں، جسطرح دونقیض کا مفہوم ہے۔ مفہوم واجب ہے اور اس کے افراد یعنی دونوں نقیض میں سے ہر ایک ممکن ہے اور تمام موجودات حقیقت میں مخالف ہونے کے لئے اب تک کئی دلیل قائم نہیں ہوئی اور دعویٰ بداہت بلا دلیل صحیح ہیں۔ حقائق کی تنقیح کی دشواری کا تم بھی اعتراف کرتے ہیں اور کثرت میں واحد کا ظہور ممتنع نہیں ہے۔ تم میں سے اکثر طبعی کے وجود کے قائل ہیں اور کثرت محضہ سے امر واحد کے عدلتزاع میں بداہت کا دعویٰ کرنے والے بھی تمہارے اندر مبہود ہیں۔ پس اس سے تمام موجودات کے درمیان ایک امرِ مشترک کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جو وجود کو اسی امر مشترک

سے منتزع کرتا ہے اور وہی امر واحد وجود حقیقی ہے اور وہ واجب ہے اور عدم کے قابل نہیں۔

اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وجود واجب الوجود اور تمام حقائق کی حقیقت اور عالم اسکے شیون ہیں، اور وہ وجود ایک خاص قید سے منزہ ہے۔

نیز منکرین یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود شریعت مطہرہ کے خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ قرآنی آیات اور احادیث نبوی اسکی تائید میں ہیں۔ ان ہی دلائل میں سے ایک دلیل کلمۂ توحید ہے۔

اس طرح اصول دین میں تاویل کرنا باطل ہے، جو مقبول نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ان کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک پیغمبر آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص خوارق میں ساحر اور دعوائے نبوت میں جھوٹا ہے اور کیا یہ شخص سچا ہوسکتا ہے کہ اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بڑی عجیب بات ہے۔

یہ آیت کریمہ اس موقعہ پر نازل ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: ایک کلمہ کہو جس کی وجہ سے تم نجات پاؤ گے اور عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے، انہوں نے کہا بلکہ دس کلمات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو لا الٰہ الا اللہ پس وہ فرار ہو گئے اور کہا اتنی مخلوقات کے لئے ایک ہی الٰہ کیسے ہوسکتا ہے اور کیونکر کثیر خداؤں کا ایک ہی خدا قرار دیا جائے۔ دوسروں نے کہا ہم نے تو یہ بات اپنے پچھلے مذہب میں نہیں سنی۔ ہو نہ ہو اس شخص کی گھڑت ہے چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر قائم رہو۔ یہ کوئی مطلب کی بات ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس قصہ کو بیان کیا۔ وہ اہل لسان تھے، پس انہوں نے جو کچھ سمجھا وہی مراد مدلول ہے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فہم کا انکار نہیں کیا۔ ان دلائل میں سے ایک دلیل اللہ کا قول ہے، وہی ہے جو آسمان میں الٰہ ہے اور زمین میں الٰہ ہے اور یہ دلیل بھی ہے، بے شک اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ جنہوں نے اپنی قوم

سے کہا، ایک الٰہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارے لئے کوئی الٰہ نہیں جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر یہ پیغام دے کر بھیجا، تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو، میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔ اسی طرح ہودؑ، شعیبؑ اور صالحؑ نے فرمایا جیسا کہ سورۃ الاعراف میں قصہ بیان کیا گیا اور بیشک الٰہ حق سے مراد قول غیر مسموع ہے۔ پس بلاشبہ یہ ایسا قول ہے جو رسولوں کے عدم بیان کی وجہ سے ہے۔ انکی مراد اصولِ دین میں ہے اور کلام آغاز خطاب میں لے آنے سے تاویل کیا گیا ہے۔ یہ دلیل بھی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے، جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ فی الواقع اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک، صحابہ کرام کے ہاتھوں پر ہے، اور یہ دلیل بھی ہے، اللہ کا ارشاد ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں شریک ہونے کے لائق کوئی اور معبود بھی ہے۔ اور یہ دلیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اگر تم رسی کو زمین پر ڈالو تو وہ بھی اللہ ہی پر جا گرے گی۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اور یہ حدیث قدسی بھی دلیل ہے۔ بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اسکو محبوب بنا لیتا ہوں۔ پھر اس کا کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، یہ بھی صحیح حدیث ہے۔

حاصل کلام! مسئلہ وحدۃ الوجود کی صحت و اثبات پر نوروحی شاہد ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ اللھم ثبت علی الامدۃ الحیوٰۃ الدنیا و بعد المماۃ بتصدیق نبیکؐ وحبیبک ومصطفک والہ الکرام واصحبہ العظام صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیھم اجمعین۔

سند العلماء مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں فرماتے ہیں:

چودھواں عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کسی شئی میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کسی بدن میں داخل ہوتا ہے۔تمام غالی شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ائمہ کے بدن میں حلول کرتا ہے حتیٰ کے ابو مسلم مروزی صاحب الدعوۃ کے بدن میں جسکے قائل زرامہ ہیں۔طرفہ طرازی یہ ہے کہ شیخ ابن مطہر حلی نے ان ساری باتوں کو جاننے کے باوجود کتاب ''نہج الحق'' میں حلول کے قول کو صوفیاء اہل سنت جماعت کی طرف منسوب دیا ہے۔حالانکہ یہ سبھی حضرت حلولیہ کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہ تمام باتیں مسئلہ وحدۃ الوجود (جو نہتائی دقیق اور غامص ہے) کو نا سمجھنے کا نتیجہ ہے کو حلول کو محمول کیا گیا۔اس جگہ ان کے علماء کی دقیقہ شناسی بھی دیکھنے کے لائق ہے، چنانچہ یہی معاملہ دیگر مطالب غامصہ کا بھی ہے۔جو ائمہ حضرات کے کلام میں واقع ہوئے ہیں۔ان چیزوں کو غلط سمجھ کر مسخ اور تبدیل کردئے ہیں۔شیعہ کے بعض غالی فرقے مثلاً بنانیہ، نصیریہ اور اسحاقیہ وغیرہ حلول کے بجائے اتحاد کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔حالانکہ اتحاد مطلقاً باطل ہے۔اور اس کا بطلان تو روشن بدیہات میں سے ہے۔شیخ ابن مطہر صلی نے کمال دقیقہ شناسی کے زعم کے ساتھ اتحاد کے قول کو بھی سالکین اہل سنت کی جانب منسوب کردیا ہے۔حالانکہ ان بزرگوں کی مراد اس اتحاد سے ان دو معنوں میں سے ایک ہے نہ کہ حقیقی اتحاد مراد ہے۔

معنی اول یہ کہ تجلی کا نور ظاہر ہونے کے وقت میں بندے کی انانیت کا مضحل اور زائل ہونا ہے، جس طرح کہ آفتاب کی روشنی ظاہر ہونے کے وقت میں چراغ کی روشنی مضحل اور زائل ہوجاتی ہے اور اس حالت کا پیش آنا اور نور تجلی کا ظاہر ہونا تو قرآن مجید اور اقوال عترت سے ظاہر ہے۔ارشاد خداوندی ہے: پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تو اس پہاڑ کے پرخچے اڑادئے اور موسیٰ بیہوش ہوکر گر پڑے۔اور اللہ کا یہ ارشاد، جب اس آگ کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ آواز دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں یعنی فرشتے، ان

پر بھی برکت ہو اور جو اس کے پاس ہے، یعنی موسیٰؑ ان پر بھی برکت ہو، یہ دعا بطور تحیہ وسلام کے ہے اور رب العالمین پاک ہے۔ اور اقوال عترت طاہرہ میں سے حضرت صادق کا قول، جو ابو بصیر کے مراسلہ میں ہے کلینی کی روایت سے پیچھے گذر چکا ہے کہ بے شک مومنین دنیا میں یوں قیامت سے قبل خدا دیکھ لیں گے اور اس معنی کی توضیح وتشریح شیخ ابن فارض مصریؒ نے "قصیدۂ تائیہ" میں کیا ہے۔

اسی مفہوم کو شیخ ابن فارض مصری علیہ الرحمہ نے اپنے قصیدہ "تائیہ" میں واضح کیا ہے۔ صوفیائے کرام کے نظریۂ اتحاد کا ثبوت ایک ایسی حدیث سے ہے جسکی روایت ضعیف نہیں ہے اور وہ اشارہ کر رہی ہے بندے کے محبوب ہونے کے بارے میں جو نوافل یا ادائے فرائض کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے اور تنبیہ الاشارہ کا مقام واضح ہے، اور وہ حدیث قدسی یہ ہے:

میرا بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب اسکو محبوب بنالیتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پیر ہو جاتا ہوں جس سے چلنے لگتا ہے۔

دوم یہ کہ خود کو آئینہ قرار دیں اور اللہ تعالیٰ کے مظاہر میں سے ایک مظہر سمجھیں۔ اس طرح کے بعض احکام مظہر سے منسوب ہوں گے اور بعض منسوب نہ ہوں گے لیکن جو وصف کہ پاکی ونزاہت میں عیب ونقص کا باعث ہوگا تو ظاہر مظہر سے ترقی نہ کریگا اور جو وصف کہ مرتبۂ ظاہر کا عنوان ہوگا مظہر سے نزول نہیں کرے گا۔ اور یہ معانی ومفاہیم بھی قرآن کریم اور اقوال عترت سے پوری طرح ظاہر ہے۔

جس کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کی اس نے اللہ

تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کی، بے شک جولوگ آپؐ کے دستِ اقدس پر بیعت کرر ہے ہیں اور حضرت امیرؑ کا خطبہ البیان اور خطبۃ الافتخار خرقۂ امامیہ کی کتابوں میں مشہور و معروف ہے۔ اگر شیخ علی اتحاد کے ان صحیح معنوں سے دانستہ طور پر لاعلمی ظاہر کرر ہے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ دوسرے ذی فہم شیعہ ان معانی کو سمجھے ہوئے ہیں اور عقل وفہم کی ترازو میں عمدہ طور پر تولے ہیں۔

خواجہ نصیر طوسیؒ کا کلام ''شرح مقامات العارفین میں اور صدراء شیرازی کا کلام'' شواہد ربوبیت واسفار میں اور ابن ابی جمہور کا کلام، اور اس فرقہ کے دیگر متاخرین کا کلام ملاحظہ کیجئے اور اگر ان اشخاص پر بھی اعتماد نہ ہو کہ ان کا کلام تصوف، فلسفہ اور شریعت کے درمیان مخلوط ہے تو مقداد اور شارح قواعد اور صاحب کنز العرفان فی تفسیر الاحکام کا کلام نقل کرتا ہوں۔

''شرح الفصول فی علم الاصول'' میں حضرت مقدادؒ سالک کو پیش آنے والے احوال کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ: اتحاد سے مراد یہ ہے کہ سالک بغیر کسی تکلیف کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی سے ساری مخلوقات اور موجودات قائم ہیں۔

اس حیثیت سے کل ایک ہی ہوگا کہ سالک جب اللہ تعالیٰ کی تجلی اور نور سے دیکھنے والا ہو جائے گا تو اس کو سوائے اللہ کی ذات کے کوئی نظر نہیں آئیگا۔ نہ رائی اور نہ مرئی۔

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ایک عالم کے جواب میں فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجمع کمالات ومناقب، قیم احکام شریعت مولوی نوراللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبۂ حفاظتِ شریعت واصلاحِ دین میں اضافہ فرمائے۔

بعد از ابلاغ سلام مسنون۔ فقیر عبدالعزیز عرض کرتا ہے کہ آپ کا مکتوب گرامی

مسئلہ توحید وجودی وشہودی کے استفسار سے متعلق اور میاں رمضان شاہ کے وحشت ناک اقوال کی تردیدوانکار سے متعلق، موصول ہوا۔

مہربان، من!

حقیقت الامر یہ ہے کہ عظیم صوفیائے متقدمین نے اس مسئلہ میں اس طرح سے توضیحات اور اشارات کی ہے کہ تاویل کا احتمال باقی رہ جاتا ہے۔ کبھی حکایت کے ذریعہ تاویل ہوسکتی ہے اور کبھی سکر و مستی پر محمول کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ خود آپ ہی نے چند بزرگوں کے ارشادات نقل فرمایا ہے۔ طبقۂ سلف گذر جانے کے بعد اور پانچ سو صدی ہجری کے بعد صوفیاء کرام دو فرقوں میں بٹ گئے کہ وجوب، امکان، قدیم، حادث، مجرد جسمانی، مومن، کافر، نجس اور طاہر کے مراتب و درجات میں ایک ہی وجود ظاہر ہے۔ لیکن ہر مظہر علٰحدہ حکم رکھتا ہے اور ان مظاہر کے احکام میں فرق و امتیاز کرنا ضروری ہے چنانچہ مومن کے لئے نجات کا حکم ہے، تو کافر کے لئے قتل و قید کا حکم ہے اور تمام صفات متضادہ میں اسی طرح قیاس کر لینا چاہئے۔

وجود کا ہر مرتبہ ایک حکم رکھتا ہے، لہٰذا فرق مراتب نہ کیا گیا تو زندیقیت ہے۔

اور یہی فرق ظاہر شریعت کے احکام میں قائم ہے اسی لئے تو منکوحہ عورت حلال ہے اور اجنبی عورت حرام اور باپ کی تعظیم و تکریم واجب ہے اور کافر معاند واجب التحقیر ہے۔ اور جو شخص صرف وحدت الوجود کو پیش نظر رکھتے ہوئے شریعت کے احکام میں فرق نہ کرے تو خلاف شرع اور الحاد و زیدیقہ ہے۔

اور اسی طرح وجود جو ذاتِ حق کا عین ہے۔ صوفیاء کے نزدیک مظاہر مختلفہ میں ظہور کے باوجود مرتبۂ احدیت میں نقائص سے پاک اور منزہ ہے اور کمالات سے متصف ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ مراتب کثرت کا نقصان اس پر عائد نہیں ہوتا جیسا کہ آفتاب کی

شعاعیں نجاسات پر واقع ہونے کے باوجود نجس نہیں ہوتیں۔ اور انسان کی حقیقت کلیہ کسی مسلمان، کافر، صالح، فاسق، عالم اور جاہل میں ظہور کرنے کے باوجود خود کوئی نقص اور نقصان قبول نہیں کرتی اور بہت سے نامور صوفیاء کرام اور علمائے عظام نے یہی موقف اختیار کیا ہے اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ چنانچہ سلسلۂ قادریہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ صدرالدین قونوی اور شیخ عبدالکریم جیلی اور شیخ عبدالرزاق جھجانوی اور شیخ امان پانی پاتی، رحمہم اللہ کی کتابیں اور سلسلہ کبریہ میں مولانا جلال الدین رومی اور شمس الدین تبریزی رحمہما اللہ کی کتابیں اور سلسلۂ سہروردیہ میں شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور سلسلۂ چشتیہ میں سید محمد گیسودرازؒ اور سید جعفر مکی رحمہما اللہ کی کتابیں اور سلسلۂ نقشبندیہ میں خواجہ باقی باللہؒ اور عبیداللہ احرارؒ اور مولانا نورالدین جامیؒ اور مولانا عبدالغفورؒ لاری کی کتابیں نہایت عمدہ اور قابل مطالعہ ہیں۔

علاوہ ازیں شیخ عبدالرزاق کاشی، شمس الدین قنباری قیصری اور سعیدالدین فرغانی وغیرہ بھی اسی مسلک کے پیروکار اور مؤید گذرے ہیں اور ان بزرگوں کی کتابیں بھی مشہور اور موجود ہیں اور آنجناب کے مطالعہ میں آئی ہونگی۔

صوفیائے کرام کی دوسری جماعت نے ان اشارات کو تاویل حکایت یا سکر و مستی پر محمول کرتے ہوئے وحدۃ الوجود کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بعض اوقات وجود کی وحدت سالک کی نگاہوں میں نظر آتی ہے بغیر اس کے حقیقت میں وحدت ہو جیسا کہ آفتاب کی روشنی میں تمام سیارے بے نور نظر آتے ہیں۔ اور دکھائی نہیں دیتے حالانکہ نفس الامر میں ان کا وجود ہے اور وہ روشنی بھی رکھتے ہیں لیکن دن کے وقت میں آفتاب کی روشنی کے غلبہ کے باعث ان کی روشنی مضمحل ہو جاتی ہے۔ اور یہی حالت و کیفیت چراغ کی ہوتی ہے جبکہ وہ مشعل کے آگے رہے۔

اسی لئے جو حضرات توحید خالص کے نظریہ سے لوٹ چکے ہیں ان کے نزدیک توحید صرف شہود اور نظر میں ہے بغیر اس کے کہ وجود میں ہو، چنانچہ شیخ علاؤالدولہ اسمنانی اور دیگر صوفیائے متقدمین کا یہی مسلک ہے اور امام ربانی مجدد الف ثانی اور ان کے متبعین کا بھی یہی موقف ہے اور ان حضرات نے بھی اس عقیدہ کے اثبات میں بہت ساری کتابیں لکھی ہیں اور آپ کو بھی معلوم ہی ہوگا۔

حاصل کلام ہم لوگ جو وجودی اور شہودی کے اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں طرفین میں سے کسی ایک جانب کی صحت ودرستگی کا جزم ویقین حاصل نہیں کر سکتے لہذا ہمارے لئے یہی ایک راہ ہے کہ جس طرح مذاہب اربعہ میں حق کو دائر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب حنفیہ صواب پر مبنی ہے اور خطا کا احتمال ہے اور مذہب شافعیہ و مالکیہ اور ان کے علاوہ دیگر مذہب خطا ہیں اور صواب کا احتمال ہے۔

اسی طرح ان دونوں مذاہب (وجودی وشہودی) میں سے کسی ایک مذہب کی دلیل راجح معلوم ہو تو دوسرے مذہب کو غلط اور گمراہ خیال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دوسرے مذہب کو غلط سمجھنے سے نامور علماء ومشائخ کی کثیر جماعت کا کافر اور گمراہ ہونا لازم آئے گا۔

ہاں! اگر کسی ایک مذہب کی تقلید میں غلو کرے اور فرق مراتب کو نظر انداز کر دے اور جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھے اور عابد کو معبود، حادث کو قدیم، ملوث کو منزہ حرام کو حلال اور نجس کو طاہر خیال کرے یقیناً ایسے اشخاص ملحد وزندیق قرار پائیں گے۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی کے فرق کے باعث جو اختلاف امت میں پیدا ہوا وہ سنّی ورافضی یا سنی وخارجی کے اختلاف کے مانند نہیں ہے کہ فریقین جانبین سے ایک دوسرے کو گمراہ اور کافر قرار دیں بلکہ شہودی اور وجودی کا اختلاف تو مذاہب اربعہ کے اختلاف کی طرح ہے۔

ہاں اگر کوئی وجودی شخص جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھتے ہوئے الحادوزندیقہ کی نوبت ومصیبت پیدا کردے تو وہ یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہے اور اسی طرح کوئی شہودی شخص اعتدال کی روش ترک کرتے ہوئے علماء اور صوفیاء کے گروہ کثیر کو گمراہ اور کافر لکھنے لگے تو وہ بھی یقیناً مطعون اور قابل سرزنش ہے۔

یہ ہے اس اختلاف مسئلہ کی تفصیل اب میاں رمضان شاہ کے احوال ملاحظہ کیجئے۔

اگر وہ احکام شریعت کے پابند ہیں اور لوگوں کو نماز، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر خوف، رجا تقویٰ اور صلاح کی دعوت دے رہے ہیں تو الحاد زندقہ سے بہت دور ہیں۔ معاذ اللہ اگر وہ شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کررہے ہیں اور لوگوں کو اباحت اعمال اور الحاد و زندقہ کی تلقین کررہے ہیں تو یقیناً گمراہ کہنے کے قابل اور کافر قرار دینے کے لائق ہیں۔

فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند ایسے وجوہ ہوں جو تکفیر کے موجب نہیں ہیں اور ایک ہی وجہ ایسی ہے جس سے عدم تکفیر کا پہلو نکلتا ہے تو مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اسی پہلو کو اختیار کرے جبکہ قائل خود وجہ کفر کی وضاحت کیا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری اور دیگر مستند فتاوی میں مرقوم ہے، جب کسی قول اور مسئلہ میں چند ایسے اسباب اور وجوہ پائے جاتے ہوں جن سے تکفیر لازم آرہی ہے اور ایک وجہ ایسی ہے جس سے تکفیر لازم نہیں آتی تو مفتی کو چاہئے کہ اسی ایک مانع تکفیر وجہ کو اختیار کرتے ہوئے کسی مسلمان کو کافر نہ قرار دے الا یہ کہ قائل خود اپنے ارادے کی وضاحت کردے جس سے تکفیر لازم آرہی ہے تو ایسی صورت میں تاویل بے سود ہے۔ پھر اگر قائل کی نیت میں مانع تکفیر وجہ موجود ہو تو وہ مسلمان ہے اور اگر موجب تکفیر وجہ ہو تو مفتی کا فتویٰ نفع نہیں دے گا۔

واللہ بحق الحق و هو یهدی السبیل السلام علیکم وقلبی لدیکم

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ایک مسئلہ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ وحدت الوجود

حق اور واقع کے مطابق ہے۔ کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے دلائل عقلیہ اور نقلیہ موجود ہیں چنانچہ شیخ علی میا یمی گجراتی کی کتاب ''ادلۃ التوحید'' میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔

علمائے متکلمین اس مسئلہ کو رد کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ مسئلہ وحدت الوجود پر کمال دقت و باریکی کے باعث بہت سارے عقلی اور نقلی شبہات وارد ہوتے ہیں اور ان شبہات کا حل متکلمین کو میسر نہ ہوسکا جس کی وجہ سے انہوں نے اس مسئلہ کا انکار کیا اور یہ سطحی متکلمین کی حالت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود کا تعلق اسرار و رموز سے ہے اور اس کے سمجھنے اور سمجھانے پر شریعت کا انحصار نہیں ہے بلکہ اس کی تشریح اور تلقین عوام کے حق میں الحاد کا دروازہ کھول دیتی ہے اور ان کے لئے اباحت اعمال، شرور و فساد اور تکالیف شرعیہ میں مداہنت کا باعث ہے چنانچہ مسئلہ وحدت الوجود کی اسی دقت و باریکی کی وجہ سے اس کا اظہار و بیان اور تشریح و تلقین ممنوع اور محذور ہے۔ اسی لئے متکمین نے اس باب میں کفِ لسان کو واجب اور ضروری سمجھا، جیسا کہ حدیث شریف ہے۔

جب قضا وقدر کا ذکر ہو تو سکوت اختیار کرو اور جب میرے صحابہ کا تذکرہ ہو تو ان کی ذوات کو ہدف تنقید و بحث نہ بناؤ اور جب نجوم کا ذکر ہو تو خاموشی اختیار کرو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اس دقیق مسئلہ میں تحقیق و تفتیش اور تفصیل کے درپے ہونا گویا خود کو گمراہی میں مبتلا کرنا ہے اور دوسروں کو بھی ضلالت کے بھنور میں جھونک دینا ہے اور یہی متکلمین محققین کا موقف ہے۔ اس سکوت واحتیاط کے باوجود ان حضرات نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر اجمالاً بحث کی ہے جیسے امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور ان کے علاوہ اور بھی اس فن کے دوسرے ائمہ اگر اس مسئلہ کی تفصیل وتشریح دیکھنی ہو تو کتاب تنبیہ المجوبین کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

حاصل کلام حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ ابتداء میں دلائل و براہین کی روشنی میں منکشف نہیں ہوا بلکہ محض موہبت و معرفت سے منکشف ہوا۔لہذا اس کا منکشف ہونا کسب و تحصیل پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کے انکشاف کو حالات و کیفیات کے ورود ہونے پر منحصر سمجھنا چاہئے۔

ہاں اگر کسی شخص کو اولیاء اللہ کے ساتھ حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں کلام کرنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ ان بزرگوں کے بارے بداعتقاد نہ ہو جائے اور رسائل توحید ملاحظہ کرے تاکہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے واقفیت حاصل کرے ان کے بارے میں اعتقاد فاسد نہ پھیلائے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ایسا آدمی اس مسئلہ کو کسب و تحصیل کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرے ورنہ یہ مسئلہ عقل و فہم اور فکر و نظر کی راہ سے سمجھ میں آنے والا نہیں، اسی لئے تو کہا گیا۔

وہ مقام ہی عقل سے ماوراء ہے۔اور یہ ارشاد بھی ہے کہ قلندر جو بھی کہتا ہے مشاہدہ کے بعد ہی کہتا ہے۔

ایک عام آدمی جو اس مرتبہ کو نہیں پہنچا ہے اور نہ عالم متکلم ہے، وہ اس بات کا مکلّف ہے کہ متشابہات قرآن پر ایمان کی طرح اجمالاً یہ جان لے کہ حضرات صوفیہ نے جو کچھ کہا ہے وہ حق و صواب ہے اور میری عقل ان حقائق و اسرار تک نہیں پہونچ پا رہی ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ علمائے متکلمین کی وہ جماعت جو معتمد اور مستند ہے اس نے صراحتاً مسئلۂ وحدت الوجود کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور اس کے اظہار و بیان سے اپنی زبان و قلم کو روک لیا ہے۔ان ہی اسباب و وجوہ کی بناء پر جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

ہاں! علمائے متکلمین کے مقلدین اور متبعین نے ان کے سکوت کو انکار خیال کیا ہے جیسے علامہ تفتازانی اور قاضی عضد اور دیگر متاخرین۔

لیکن یہ بات مسلم ہے کہ اس باب میں امام غزالی اور امام رازی اور ان کے ہم مثل

علماء ہی لائق تقلید ہیں نہ کہ متاخرین کا گروہ۔

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ''رسالۂ لحیہ'' میں فرماتے ہیں، اب میں مقصود میں بحث کا آغاز کرتا ہوں بادشاہ معبود پر اعتماد کرتے ہوئے جب کہ وہی مقصود ہے اور وہ مشہود بلکہ وجود کے دائرہ میں موجود ہے۔

مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم کے دوسرے باب میں فرماتے ہیں۔لوگ وحدت الوجود کے صحیح اور غلط ہونے کے بارے میں سوالات کرتے رہتے ہیں، اس لئے عرض ہے کہ اس باب میں اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ مخلوقات حق تعالیٰ کا عین نہیں ہیں اگر چہ کہ ان کا وجود اور قیام اسی کی ذات پاک سے قائم ہے۔اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے صفات سے سمجھنا چاہئے کہ صفات حق تعالیٰ کے عین ہیں اور نہ غیر بلکہ اس کی ذات سے قائم ہیں۔ اسی طرح دوسری مخلوقات صفات کے عین ہیں اور نہ غیر بلکہ ان کے مظاہر ہیں۔صفات اگر چہ کہ بذات خود مظاہر سے مستغنی و بے نیاز ہیں، لیکن باوجود مظاہر مختلفہ (جو مخلوقات سے عبارت ہیں) سے استغناء کے حکمت الٰہیہ اسی چیز کی متقاضی رہی کہ صفات کا ظہور مظاہر کے ذریعہ ہو۔

اکابر صوفیہ کے مقصود کا معنی اور ان کی مراد کا مفہوم یہی ہے لیکن ملحدین وقت بزرگوں کے اقوال وارشادات کو ان کے مقصود اور مراد کے خلاف عمل کرتے ہوئے تحریف اور تلبیس کی راہ ہموار کئے ہوئے ہیں۔

لہذا وحدت الوجود کے تعلق سے اس قدر علم وآگہی کافی ہے۔لیکن اپنے اوقات کو اس مسئلہ میں بحث ومباحثہ کے ذریعہ صرف کرنا، نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ حضرات انبیائے کرام کی طاعت کے کمالات وبرکات سے محروم ہونے کا موجب ہے۔

نیز مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی ''صراط مستقیم'' کے باب اول میں لکھتے ہیں:

حاصل کلام بساط وجود پر حق تعالیٰ کی قومیت کا انبساط اوران حقائق متکثرہ کا قیام اسی ذات متوحد ولاشریک سے سمجھا جائے گااورآیت ھو الاول والآخر والظاھر والباطن اور آیت وھو بکل شیء محیط اور حدیث لو دلیتم بحبل الی الارض السابعة السفلی یھبط علی الله، اسی عظیم حقیقت کی نشان دہی کررہی ہیں۔

سبحان اللہ جب عشق اور جذب تجلی علمی کی کیا خوب تاثیر ہے کہ جس کے فیض سے یہ مشت خاک یعنی انسان مقام مقدس یعنی بارگاہِ الٰہی میں کس قدر قابل عظمت ہوگیااور رب الارباب کی مجلس میں یہ حقیر مٹی کس قدر بلند مرتبہ ومقام سے سرفراز ہوئی، عشق ہی کی بدولت جسم خاکی افلاک پر پہونچ گیااور کوہ رقص ووجد میں آگیا، اور چالاک ہوگا، اے عاشق طور میں جان عشق کی برکت ہی سے آئی اور وہ مست ہوگیااور حضرت موسیٰ علیہ السلام عشق کھا کر گر پڑے۔

وحدت الوجود سے معلق بات کرنا اور معارف الٰہیہ میں لب کھولنا اوران ابیات کے مضامین کی تشریح اسی مقام کے لوازم سے ہے۔

نے بلند وپست آواز میں جو کچھ کہہ رہی ہے اگر میں اس کو فاش کردوں تو دنیاوالے مجھ پر برہم ہوجائیں۔ جملہ معشوق ہے اور عاشق پروہ۔ اوروہ زندہ معشوق اور عاشق مردہ۔

حاصل کلام اس مختصر سے رسالہ میں مزید دوسرے اقوال وارشادات نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور طعن وتشنیع کرنے والے زیادہ تر لوگ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے ساتھ مکمل اعتقاد رکھتے ہیں اوران کے فرمان وارشاد کو بے چون وچرا تسلیم کرلیتے ہیں جس کی وجہ سے ان ہی کے قول کو اس صدی کے علمائے متاخرین کے اقوال کے اخیر درج کیا جارہا ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا

اجتنابه ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا ربنا انک رء وف رحیم.

یہ نفع بخش مفید رسالہ اختتام پذیر ہوا اور سید جمال الدین کے زیر نگرانی مطبع مظہر العجائب مدراس میں ۱۲۸۰ھ کو طبع ہوا۔

ختم رسالۂ نافعه و باهتمام سید جمال الدین مطبوع گردید.

المطبع مظهر العجائب مدراس

۱۲۸۰ هجری

علمائے کرام و صوفیائے عظام
کی دستخطوں کی نقل بمطابق اصل

(۱) صوفی صافی وعارف ماہر (حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ) نے جو جواب تحریر فرمایا ہے، وہ حضرات صوفیائے کرام کی وضاحتوں کے مطابق ہے۔

(حضرت مولانا مولوی) عبداللّٰہ

(۲) یہ فتوی صحیح ہے

(حضرت مولانا مولوی) محمد قدرت اللہ غنی غفر اللہ له

(۳) یہ جوابات صحیح اور درست ہیں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد اور حضرات اکابر کے موافق ہیں۔

(حضرت مولانا مولوی) سید محمد عفا اللہ عنہ

(۴) یہ جواب بلا شک وشبہ صحیح ہے۔

(حضرت مولانا مولوی) کتبہ محمد حیات عفا اللّٰہ عنه

(۵) اس مجیب نے جو فتویٰ صادر کیا ہے وہ صحیح ہے اور کتاب وسنت کے مطابق ہے، اور اہل سنت و جماعت کے طریقے کے موافق ہے جن کی شان میں یہ کہا گیا ہے ان کے صحبت میں رہنے والا شخص شقی و بد بخت نہیں ہوگا، اس صاحب علم کے لئے بشارت ہے جو جہلاء کے اوہام اور اباطیل کی تردید کرنے والا ہے، اور اہل حق کے مقام بلند کو نمایاں کرنے والا ہے۔

خادم الطلبه (حضرت مولانا مولوی)

السید وحید الدین احمد القادری عفا اللہ عنہ و عن ا سلافہ

(۶) بے شک یہ جواب صحیح ہے، متقین کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں جو شخص بھی لا الہ الا اللہ کی خبر سے جو کہ موجود ہے، ایمان رکھتا ہے اس پر یہ عقدہ وحدت کھل جائے گا۔

(حضرت مولانا مولوی) مسکین قاصر غلام قادر عفی اللہ عنہ

(۷) اس محقق (حضرت قطب ویلور علیہ الرحمہ) نے جو جواب تحریر فرمایا ہے، وہ صوفیاء اور اہل سنت و جماعت کے مسلک سے مطابق ہے اور مذاہبِ باطلہ کے عقائد کو رد و باطل کرنے والا ہے۔

خادم علماء دین متین

(حضرت مولانا مولوی)محمد شہاب الدین عفی ا للہ عنہ و عن ا سلافہ

(۸) اس جواب کے حق وصواب ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(حضرت مولانا مولوی)حاجی امام الدین

(۹) جواب ہذا بلا شک وارتیاب صحیح ہے۔

(حضرت مولانا مولوی)عبدالوہاب غفر اللہ

بانی مدرسہ باقیات صالحات ویلور۔

(۱۰) باتفاق جمیع علمائے عظام اہل سنت و جماعت اور جمہور صوفیائے کرام یہ جواب بلا کسی شک صحیح و درست ہیں، قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من فیوضاتہم۔ اور جو شخص بھی ان جوابات کا انکار کرے اسکی آخرت خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

فقیر: (حضرت مولانا مولوی) سید قادر محی ا لدین فخر الدین الصفوی

ابن سید شاہ عبدالقادر فخری قدس اللہ سرہ

(۱۱) مفتی، محقق، جامع شریعت وطریقت، حاوی حقیقت ومعرفت، زبدۃ العارفین، قدوۃ الواصلین سیدنا مولانا استاذنا، مولوی حافظ، حاجی سید شاہ محی الدین (قطب ویلورؒ) صاحب قبلہ قادری ویلوری مدظلہ العالی کی جانب سے اس فتویٰ میں درج کئے ہوئے سوالات کے جوابات صحیح ہیں اور اہل سنت و جماعت اور تمام صوفیائے کرام کے مذہب کے موافق ومطابق ہیں۔

(حضرت مولانا مولوی) فقیر سید عبدالقادر حنیف الدین فخر الصفوی

(۱۲) مجیب (حضرت قطب ویلورؒ) کا تحریر کردہ جواب شریعت وطریقت کے مطابق ہے۔

(حضرت مولانا مولوی)سید مرتضیٰ عفی الله عنه

(۱۳) اس جواب کے صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

(حضرت مولانا مولوی)میر عنایت علی یغفر له

(۱۴) بلاریب یہ جواب صحیح ہے۔

خطیب حافظ غلام احمد

(۱۵) یہ فتویٰ صحیح ہے اور اہل شریعت وحقیقت کے اصول کے مطابق ہے۔

(حضرت مولانا مولوی)میر تصدق حسین

(۱۶) جواب صحیح ہے اور کتاب اللہ اور مسلک سنت وجماعت کے مطابق ہے۔

(حضرت مولانا مولوی)اعلم محمد عبدالکریم

(۱۷) یہ جواب صحیح ہے اور اہل سنت و جماعت اور اس کے علماء کے اعتقاد سے مطابقت رکھتا ہے۔

(حضرت مولانا مولوی)غلام کلیم اللّٰه

(۱۸) جواب ھذا صحیح ہے۔

(حضرت مولانا مولوی) محمد یوسف علی

(۱۹) یہ جواب اہل شریعت وطریقت کے مذہب سے مطابق وموافق ہے۔

واللّٰہ اعلم بالصواب

(حضرت مولانا مولوی)احمد حسین عفی اللّٰہ عنہ

(۲۰) مولوی صاحب والا مناقب، عالی مناصب ہدایت مآب ارشاد انتساب حاجی الحرمین جامع الطریقین مولوی معنوی شاہ محی الدین صاحب قادری (قطب ویلورؒ) نے شریعت وطریقت کی معتبر کتابوں کی اسناد سے شرح وبسط کے ساتھ یہ جوفتوی تحریر فرمایا ہے، وہ عین صواب ہے۔

(حضرت مولانا مولوی) الضعیف العبد سید علی بخش البیض کان اللہ لہ

(۲۱) شاہ صاحب (حضرت قطب ویلورؒ) نے جو جوابات تحریر فرمایا ہے وہ درست ہے اور شریعت کے موافق ہیں۔

(حضرت مولانا مولوی)محمد سعید بن صبغة اللہ الشافعی مدراس

(۲۲) یہ جواب صحیح ہے۔

(حضرت مولانا مولوی)حافظ محمد عبدالحکیم

پس تحریر

حضرت قطب ویلور کی فارسی تصنیف فصل الخطاب

سے بعض مباحث کو غایۃ التحقیق کے ساتھ

مناسبت وموزونیت کے باعث

بطور استدراک پیش کیا جارہا ہے۔

مترجم

ڈاکٹر بشیر الحق قریشی

عفی عنہ وعن والدیہ

اسرار وحقائق کو عوام سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے

اسرار وحقائق کے دقیق معانی عوام سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے تا کہ یہ چیزیں انہیں تشکیک وانکار اور علماء وصوفیہ کی تکفیر وتضلیل تک نہ پہنچادیں۔ چنانچہ کلموا الناس الخ اور دعوا ما ینکرون کی حدیثیں اسی حقیقت کی نشان دہی کر رہی ہیں۔

سند العلماء مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی سورۃ التسأل کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اس سورۃ میں مقصود بیان یہ ہے کہ حقائق امور اُخرویہ، مباحث ذات وصفات، مسئلہ قضا وقدر، جبر واختیار، توحید وجودی، توحید شہودی، مشاجرات صحابہ اور احکام شرعیہ کی حکمتیں جو لوگوں کی عقل وفہم سے بالاتر اور ان کی سمجھ بوجھ سے باہر ہے۔ ان مسائل کے بارے میں زیادہ سوالات کرنا نہایت قبیح اور مذموم ہے۔ اس لئے کہ لوگ (ان حقائق کے دقیق معانی نہ سمجھنے کی بنا پر) انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ورنہ کم از کم (یہ مسائل ومباحث) اکثر کے ذہن مین تشکیک کا باعث ہوتے ہیں۔ حالانکہ ایمان ان چیزوں سے متعلق زیادہ تحقیق وتفتیش کرنے اور ان امور ومسائل کی کمیات وکیفیات کی تفصیلات جاننے پر موقوف نہیں ہے، اور یہی وہ خطرناک مرض ہے جو اس امت میں گمراہ فرقہ بندی اور عقائد میں بگاڑ کا باعث بن کر ایک عالم کے ایمان کو ہوا میں اڑا دیا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے مذکورہ سورہ میں اس صورت حال (مذکور الصدر مسائل وامور میں تحقیق وتفتیش اور کثرت سوال ومباحثہ) کی قباحت بیان کی ہے تا کہ لوگ اس قسم کے مسائل میں الجھنے سے احتراز کریں اور گمراہی وضلالت کے بھنور میں نہ پھنس جائیں۔

صاحب ”اجلة التائيد فی شرح اولة التوحيد“ فرماتے ہیں

اہل باطن کا یہ فرمان کہ اسرار ربوبیت کا افشاء اور اظہار کفر ہے۔اس خیال کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا گیا کہ ان معانی وحقائق اور دقائق تک عوام کے فہم کی رسائی نہیں ہو سکے گی۔اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت دی کہ جس کسی نے لوگوں کے روبرو ایسی نئی اور نامانوس بات کہہ دی جسے ان کا فہم اخذ نہ کرسکا تو یہ صورت حال بعض لوگوں کے لئے فتنہ ہوگی اور یہی چیز اولیائے کرام کے انکار اور بالخصوص ان کی تکفیر کا باعث ہوگی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک بعضے علوم پوشیدہ صورت ہیں۔جن سے عارف باللہ نفوس ہی واقف ہوتے ہیں، اور جب وہ ان علوم ومعارف اور حقائق کو اپنی زبانوں پر لاتے ہیں تو وہی لوگ ان علوم کا انکار کرتے ہیں جو اللہ کے تعلق سے مبتلائے فریب ہیں۔چنانچہ یہی وجہ ہے کہ علمائے سلف اہل استعداد ہی کو ان حقائق ومعارف کی طرف رہنمائی کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے۔جس نے یہ دولتِ علم کسی نااہل کو عطا کی تو گویا اس نے یہ نعمت ضائع کردی، اور جس نے کسی صاحب استعداد سے اس نعمت کو چھپایا تو ظلم کیا، اور اس علم کے باب میں عوام کے نقصان اٹھانے کا سبب یہ ہے کہ جب وہ کسی حیثیت اور جہت سے سمجھ نہیں پارہے ہیں تو وہ ان حقائق کو یا تو قبول کریں گے یا قبول نہیں کریں گے۔اگر قبول نہ کریں تو اس علم کے عارفین کا انکار کریں گے، اور بعض اوقات ان کے قتل اور ان کی تکفیر واہانت پر جری و بیباک ہوجائیں گے۔بیشتر عوام اسی نوع کے ہیں۔اگر قبول کریں تو اس علم کی پہنائیوں کو سمجھ نہ سکیں گے اور کبھی اپنے لئے ربوبیت کا دعویٰ کریں گے اور کبھی اپنی ربوبیت کے زعم میں اباحیت اعمال کے مرتکب ہونگے۔اس دعوے کے ساتھ کہ ان کے لئے ربوبیت حاصل ہے۔نیز اس ادعاء کے ساتھ کہ یہ اموران کے اندر عموماً ظلمت وتاریکی کا باعث نہیں ہوتے۔حالانکہ یہ تمام دعوے اور مزعومات بے سروپا اور گمراہی و باطل ہیں۔بھلا انہیں الوہیت کیونکہ حاصل ہوسکتی ہے جبکہ وہ اپنی ذات سے موجود نہیں بلکہ ان کا وجود غیر کا رہینِ

منت ہے۔اسی طرح وہ نفس وجود ہی نہیں ہیں۔غرض وہ نہ تو اپنی شخصیتوں اور نفوس کے خالق ہوسکتے ہیں نہ زمین وآسمان کی تخلیق کے مالک بن سکتے ہیں۔پھر بھلاان کے اندر بظاہر جو جو اعمال قبیح اور شنیع ہیں کیونکر اثر انداز نہیں ہوسکتے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے ان اعمال شنیعہ کو اپنے نفس کی ظلمت و کثافت کے سبب اختیار کرلیا ہے اگر چہ کہ انہیں اس کا احساس و شعور نہیں ہے۔اسی لئے محققین نے فرمایا:

ہر وہ حقیقت جس کو شریعت نے رد کردیا ہو وہ باطل ہے اور ہر وہ شریعت جو اپنے عامل کو اپنے اسرار حقیقت کی طرف مائل نہ کرے وہ معطل اور بیہودہ ہے۔

امامِ ربانی مکتوبات کی جلد ثالث مکتوب (صفحہ ۹۵) میں اسرارِ الٰہیہ کے اخفاء سے متعلق فرماتے ہیں، اگر اس نظام کا تھوڑا حصہ جو اس بارگاہ سے مربوط ہے ظاہر کیا جائے یا ایک اشارہ بھی جو ان معاملات سے، جو اس کارخانہ سے وابستہ ہے ظاہر کیا جائے تو شہ رگ کاٹ دی جائے اور گردن اڑادی جائے، جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ان بعض علوم و معارف کے اظہار کے سلسلہ میں جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کئے تھے قطع البلعوم کہتے ہیں تو دوسروں کے تعلق سے کیا کہا جاسکتا ہے۔حقائق وغوامض، اللہ کے اسرار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے نہایت خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے، اور نااہل اشخاص کو اس کے آس و پاس بھی پھٹکنے نہیں دیتا۔حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے جو سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں اپنے کمال معرفت اور وفور قدرت کی بناء پر یہ اسرار ابو ہریرہؓ وغیرہ کو عنایت فرمایا، اور فیض حاصل کرنے والوں کی استعداد اور قابلیت کا اندازہ کرتے ہوئے ان پوشیدہ موتیوں کو ان پر نچھاور کیا۔شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:-

اگر تو واقعی عاشقِ صادق ہے تو ان اسرار و رموز کو برسرِ عام بیان نہ کر۔کیا نہیں

دیکھا غلبۂ سکر اور مستیٔ عشق سے سرشار ہو کر حلاج نے ایک راز فاش کیا جس کے سبب سولی پر چڑھایا گیا۔

یہی وہ محل ہے جس کے تعلق سے صاحبِ احیاء امام حجۃ الاسلام "ابواب مداخلِ شیطان" میں فرماتے ہیں: عوام کا حق صرف یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اطاعت کریں اور اپنی عبادات میں اور اپنی معاش و روزگار میں مشغول رہے، اور علم کو علماء کے لئے چھوڑ دیں۔ پس ایک عامی اگر زنا یا چوری کرے تو اس کے لئے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ علم میں گفتگو کرے۔ پس بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے بارے میں اتقانِ علم کے بغیر گفتگو کرے تو وہ انجانے طور پر کفر میں مبتلا ہو جائیگا۔ اس کی مثال اس شخص کے مانند ہے جو تیرنا نہیں جانتا اور سمندر کی موج پر سوار ہوا اور عقائد و مذاہب کے باب میں شیطانی مکائد کی کوئی حد ہی نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

علم باطن کی تحصیل کے لئے مرشد روحانی ضروری ہے

:علم ظاہری بلکہ حجامت اور پارچہ بافی کا پیشہ بھی استاذ کے بغیر ہاتھ نہیں آسکتا تو علم باطنی کسی مرشد روحانی اور شیخ مزکّی کے بغیر کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

مثنوی کس بعلم ظاہر ار حق بین بدی فخر رازی رازدارِ دیں بدی

اگر کوئی شخص صرف علم ظاہری سے حق بیں اور حق شناس ہو سکتا تو امام فخر الدین رازی ''رازدین'' ہوتے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''الانتباہ فی سلاسل الاولیاء'' میں شیخ تاج الدین سنبھلی خلیفۂ خواجہ محمد باقی سے حکایت نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابوعلی دقاق قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا: جو درخت کہ بذاتِ خود اگتا ہے اس کے لئے عموماً پھل نہیں ہوتا اور اگر پھل ہو بھی تو وہ بے لذت ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت اسی اصول وضابطہ پر چل رہی ہے کہ خارج میں ظاہری سبب موجود رہے جیسا کہ ظاہری توالد اور تناسل، والد اور والدہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح معنوی توالد بھی ہے جس کا حاصل ہونا مرشد روحانی اور شیخ مربی کے بغیر دشوار اور مشکل ہے اور ''الرسالة المكيه''میں ارشاد فرمایا: جس شخص کے لئے روحانی مرشد اور شیخ مربی نہ رہے تو شیطان ہی اس کا شیخ ومرشد ہے۔

شیخ برکۂ ہمدانی سے صاحب ''نفحات'' روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص تھا جس نے اپنے فرزند سے کہا تو ہمیشہ احمق ہی رہا۔ لڑکے نے کہا احمق کون ہوتا ہے اور احمقیت کیا ہے۔ باپ نے کہا جو صبح سویرے گھر سے باہر نکلے اور کہے کہ آج کے دن میں نے ایک خزانہ پالیا۔

محمد دھدار: حاشیہ ''نفحات'' میں لکھتے ہیں: اس حکایت سے مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص طلب وجستجو کی زحمت اٹھائے بغیر اور کسی استاذ طریقت کی خدمت کئے بغیر خواہش و آرزو رکھے کہ صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے درجات اور مراتب میں سے کسی درجہ اور مرتبہ پر فائز ہو جائے تو وہ احمق ہے۔ اولاً اس کو تو چاہئے کہ خود کو اس طلب وجستجو کے حصول کا اہل بنائے اور اپنے کو ورودِ فیض کے لائق بنائے اس کے بعد اس طائفہ کے درجات میں سے کسی درجہ پر پہنچنے کی امید و آرزو لئے ہوئے فضلِ الٰہی کا منتظر رہے اور یہی اصحابِ ارادت کی پند ونصیحت ہے۔

ہیچ چیزے خود بخود چیزے نشد　　ہیچ آہن خود بخود تیزی نشد

مولوی ہرگز نہ شد ملاّءِ روم　　تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

کوئی بھی شئی خود بخود کسی شیئ کا روپ اختیار نہیں کرتی اور کوئی بھی لوہا خود بخود کاٹنے والی دھار نہیں بنتا۔ مولوی نے جب تک شمس تبریزی کی غلامی اختیار نہ کی وہ مولانائے روم نہ کہلا سکا۔

☆☆☆☆☆☆☆

صوفیہ کے اقوال شریعت کے خلاف ہوں تو ان کے تاویلات ہیں

صوفیاء سے جو بھی منقول رہے اگر وہ ظاہری شریعت کے خلاف ہو تو اس کے لئے تاویلات اور احتمالات ہیں۔ مولانا باقر آگاہ مدراسیؒ ''ایقاظ الغافلین'' میں فرماتے ہیں کہ امام یافعی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ صوفیاء سے جو کچھ منقول اور منسوب ہے، اگر وہ بادی النظر میں ظاہری شریعت کے خلاف معلوم ہو رہا ہے، تو اس کے لئے تاویلات اور احتمالات کی گنجائش ہے اول یہ کہ ہم ان اقوال کا انتساب صوفیاء کی جانب صحیح نہیں سمجھتے جب تک کہ کسی روایت صحیحہ سے ان کا ثبوت نہ ہو۔ دوم یہ کہ ثبوت ملنے کے بعد ان صوفیاء کی طرف سے ان اقوال کے لئے مناسب اور موافق تاویل تلاش کی جائے گی۔ آخرش کوئی احتمال، اور تاویل نہ پائی گئی تو یہ کہا جائے کہ شائد اہل باطن کے نزدیک ان اقوال کی تاویل ہو، سوم یہ کہ ان کا صدور صوفیاء سے جذب وسکر اور محو کی حالت میں ہوا ہوگا اور جذب وسکر کی بے خبری مباح غیر ماخوذ ہے کیونکہ آدمی اس حالت و کیفیت میں غیر مکلّف ہے۔ پس ان مخارج ومحامل اور احتمالات کے بعد بھی صوفیاء کے ساتھ بدگمانی کرنا عدم توفیق سے ہوگا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے بے نصیبی، سوء قضا اور ہر قسم کی بلاؤں سے پناہ چاہتے ہیں۔

صاحب ''تاریخ الخلفاء'' شیخ جلال الدین سیوطیؒ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ عمر بن حفص کی روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھ سے فرمایا، جب تم کسی مسلمان سے کوئی ایسا جملہ اور کلمہ سنو جس کا تم اچھا احتمال نہ پاؤ تو اس کو کسی بری چیز پر محمول نہ کرو۔

امام ربانی شیخ احمد سرہندی مکتوبات جلد سوم ایک سو سترویں مکتوب میں رقمطراز ہیں:

اگر کسی سے کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا ہے تو قدرے غور وفکر کے ذریعہ اس کے ظاہری معنی کو دوسرے معنی کی طرف منتقل کر دینا چاہئے اور کسی بھی مسلمان کو متہم نہیں کرنا چاہئے، جب شریعت مطہرہ میں فحش اور بے حیائی پھیلانا اور کسی فاسق کو رسوا اور ذلیل کرنا حرام اور ناجائز ہے تو محض اشتباہ اور شک کی وجہ سے کسی مسلمان کو رسوا اور ذلیل کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اور یہ کونسی دینداری ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اس کی منادی کرتے پھریں۔ خیر خواہی اور دینداری کا تقاضہ تو یہ ہے کہ کسی شخص سے کوئی ایسا جملہ یا کلمہ صادر ہوا ہے جس کا ظاہری معنی علومِ شرعیہ کے خلاف نظر آئے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا قائل کون ہے۔ اگر کوئی ملحد اور زندیق آدمی ہے تو اس کا رد کرنا چاہئے اور اس کی بات کی اصلاح میں کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اور اگر اس کا کہنے والا کوئی مسلمان ہے اور اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے تو اس کی بات کی اصلاح میں کوشش کرنی چاہئے اور اسکے لئے ایک صحیح احتمال اور تاویل تلاش کرنا چاہئے۔

فقیہ علی مہایمی "امحاض النصیحہ" میں فرماتے ہیں۔ صوفیاء کے کلام کی تاویلات اور احتمالات بیان کرنا ایک عظیم ترین نیکی ہے جیسا کہ حلاج کے کلام میں امام غزالی اور امام رازی نے کیا۔ امام رازی نے بعض صوفیاء کے قول "الشکر شرك" (شکر گذاری شرک ہے) کی تاویل فرمائی اور شیخ شہاب الدین نے مظفر القریشی کے قول "الفقیر لا یحتاج الی اللّٰہ" (فقیر اللہ کی طرف سے محتاج نہیں ہوتا) کی تاویل فرمائی تا کہ لوگ ان کے اخلاق سے فائدہ اٹھائیں اور ان کے اعمال و افعال میں ان کی تقلید کریں۔ بسا اوقات ایسے کام کی برکت سے ان کے احوال کچھ اثر لوگوں میں سرایت کراتا ہے اور تقویٰ یہ ہیکہ جس چیز کا علم نہیں اس کے متعلق فتویٰ دینے سے احتراز کرنا چاہئے. امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء میں بعض بزرگوں سے یہ قول نقل کیا ہے۔ بے شک تم میں سے جو آدمی فتویٰ

دینے میں سرعت اور تیزی دکھاتا ہے وہ سرعت سے دوزخ کی طرف پہونچ رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

صوفیہ کے علوم کا منکر شخص اپنے آخری وقت میں سوء خاتمہ سے دوچار ہوسکتا ہے

صوفیائے کرام کے علوم و معارف کا انکار کرنے والا اور اولیائے عظام پر طعن و تشنیع کرنے والا اپنے آخری وقت میں سوء خاتمہ کے خوف کے سوا دوسری چیز نہیں رکھتا، اور ان بزرگ ترین حضرات کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا، ذلت و خواری اور عذاب و عقاب میں مبتلا ہونے کی علامت اور نفاق و بدبختی کی نشانی ہوگی۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی ''کتاب الیواقیت والجواہر'' میں لکھتے ہیں کہ شیخ مجدالدین فیروز آبادی مصنف القاموس (لغت) نے فرمایا:

فہم و کشف میں صوفیاء کے بلند درجات و مراتب کے پیش نظر کسی بھی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے ظاہری خیال سے ان پر کوئی عیب لگائے اور ان کا انکار کرے۔ اس طائفہ کے کسی بھی فرد سے کوئی ایسی بات ہم تک نہیں پہنچی کہ بے شک اس نے انہدامِ دین سے متعلق کسی چیز کا حکم دیا ہو۔ اور نہ ہی کسی نے وضو سے منع کیا اور نہ ہی نماز سے روکا اور نہ ان کے علاوہ اسلام کے فرائض و مستحبات میں سے کسی بھی فرض اور مستحب سے منع کیا۔

اور فرماتے تھے صوفیائے کرام، علوم کے درجات اور مقامات میں کبھی کبھی ایسے مقاماتِ مجہولہ تک پہنچ جاتے ہیں جن کی وضاحت کتاب اللہ سے ہوتی ہے اور نہ سنت رسول سے لیکن اکابر علمائے باعمل اپنے حسن استنباط اور صالحین کے ساتھ حسن ظن کے باعث ان

کے اقوال اور ارشادات کو دقیق اور لطیف انداز سے قرآن وحدیث پر پیش کرتے ہیں لیکن ہر کوئی شخص ایسا نہیں ہوتا کہ جب کوئی کلام سنے جس کو وہ سمجھ نہیں پا رہا ہے تو انتظار اور توقف و احتیاط سے کام لے بلکہ اس کے کہنے والے کے انکار کرنے اور عیب لگانے میں جلد بازی سے کام لیتا ہے، اور انسان جلد باز اور عجلت پسند پیدا کیا گیا ہے۔

نیز اسی میں رقمطراز ہیں کہ شیخ الاسلام مجدد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے جس طرح اولیاء کرام کو کرامتوں سے سرفراز فرمایا جو کہ معجزات کی فرع ہیں۔ اسی طرح انہیں ایسی عبارتیں عطا کیا ہو جن کے سمجھنے سے ارباب فکر ونظر کی عقل عاجز ہے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔

شیخ الاسلام مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کسی بھی عالم کو صوفیاء کا رد اور انکار کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ خود ان کے طریقہ پر نہ چلا ہو اور کے اقوال وافعال کو قرآن وحدیث کے خلاف نہ پایا ہو، اور ان کے اقوال وافعال کی اشاعت پر انکار کرنا اور ان کو برا بھلا کہنا جائز نہیں۔ اور اس موضوع پر تفصیل سے کلام کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صوفیاء کرام کی تردید اور انکار کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کم از کم ستر امور سے واقف رہے۔ جس کے بعد ہی اس کو انکار کرنا سہل ہوگا۔

ان امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ رسولوں اور ان کے مختلف درجات کے مطابق معجزات میں بصیرت رکھتا ہو اور ولیوں اور ان کے مختلف مراتب کے مطابق کرامتوں کی معرفت میں کمال رکھتا ہو اور ان پر ایمان رکھتا ہو۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ بے شک اولیاء کرام بجز اس چند معجزوں کے جن کا استثناء کیا گیا ہے تمام معجزات میں انبیائے کرام کے وارث ہیں۔

ان امور میں سے یہ بھی ہے کہ وہ سلف اور خلف کی تمام کتب تفاسیر کا مطالعہ کیا ہو، تاکہ اسے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اسرار سے معرفت حاصل رہے، اور

ائمہ مجتہدین نے جن چیزوں سے استنباطات کیا ہے انکی اساس اور بنیاد سے واقف ہو اور تفسیر و تاویل کو ان کے تمام شرائط اور ضوابط کے ساتھ جانتا ہو اور عرب کی بولیوں اور لغات کے غیر حقیقی معانی ومجازات اور استعارات کی معرفت میں تبحر وکمال رکھتا ہو تا اس کی رسائی مقصد تک ہو سکے۔

ان امور میں یہ بھی ہے کہ وہ صفاتِ خداوندی سے متعلق آیاتِ کریمیہ اور احادیث نبویہ کی معانی میں سلف اور خلف کی جو کتابیں رہی ہیں وہ اس کے مطالعہ میں رہی ہوں اور اس چیز سے بخوبی واقف رہے کہ کس نے ظاہری معنی کو لیا ہے اور کس نے تاویل کی ہے اور ان میں ایک دوسرے سے کس کی دلیل راجح اور کس کی دلیل مرجوح ہے۔

ان امور میں یہ بھی ہے کہ وہ اصول دین اور اصول فقہ کے علم اور ائمہ کلام کے استنباطات کی بنیادوں سے پوری طرح واقف ہو۔

ان امور میں یہ چیز بھی انتہائی ضروری اور اہم ہے کہ وہ صوفیائے کرام کی اصطلاحات سے پوری طرح واقف اور باخبر ہو، جن سے یہ حضرات کلام کرتے ہیں تجلی ذاتی وصوری، ذات کیا ہے، ذات الذوات، اسماء وصفات کی معرفت کے درمیان فرق و امتیاز، احدیت اور واحدیت کے درمیان فرق وامتیاز، ظہور وبطون اور ازل وابد کے راز کی معرفت، غیب وکون اور شہادت وشوؤں کے عالم کی معرفت، اور ماہیئت وحقیقت اور جذب محبت کے علم کی معرفت بکمال طریق احسن حاصل رہے اور یہ بصیرت بھی رہے کہ جذب وسکر میں کون صادق ہے، امتیاز کر سکے تا کہ اس کے ساتھ نرمی کی جا سکے اور کون کاذب ہے تا کہ اس کا مواخذہ کیا جا سکے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری چیزیں ہیں پس جو عالم، صوفیاء کی مراد ہی کو نہ جانتا ہو بھلا وہ کیونکر ان کے کلام کی شرح وبسط بیان کر سکتا ہے، یا ان مسائل کے اندر جن میں ان کی مراد کچھ اور ہے بھلا کیونکر وہ ان کی تردید کر سکتا ہے۔

نیز اسی میں رقمطراز ہیں شیخ عزیز الدین بن عبد السلام فرماتے تھے، وہ چیز جو تمہاری رہنمائی کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ بے شک اہل طریقت قواعد شرعیہ ہی پر قائم ہیں اور ان سے ہٹ کر نہیں ہیں۔ جو بھی کرامات اور خوارقِ عادات امور کا ظہور ان کے ہاتھ سے صادر نہیں ہوگی، اگرچہ کہ وہ علم کی انتہا پر پہنچ جائے۔ لیکن جب تک کہ ان کے طریقے پر نہ چلا ہو۔

شیخ مجد الدین فیروز آبادی فرماتے تھے، کہ ارباب فکر ونظر کے لئے جائز نہیں کہ وہ صوفیائے کرام پر اعتراض کرے۔ اس لئے کہ ان کے علوم ومعارف، اربابِ فکر ونظر کے علوم وفنون پر فوقیت رکھتے ہیں اور شیخ محی الدین ابن عربی کی ذاتِ گرامی ان صوفیائے کرام میں سے ہے جن پر جمال الٰہی سے حق منکشف ہوا۔ پس قیامت تک ان کے مواضع سجود انوار سے چمکتے رہیں گے اور جو شخص ان کے مثل بزرگ کو خطا کار کہنے یا کافر کہنے کے درپے ہوا تو یقیناً یہ چیز اس کی جہالت وحرمان نصیبی اور اس کی بے عقلی اور اس کے ضعف ایمان اور اس کی زبان کی بے ہودہ گوئی سے بے پروائی کا نتیجہ ہے۔

احیاء: کتاب العلم کے آٹھویں باب میں امام غزالی نے کسی عارف باللہ کا یہ قول نقل کیا، جو فرماتے تھے: جس کسی کو بھی اس طائفہ کے علم کا کچھ حصہ بھی نصیب نہیں ہوا تو اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے اور اس علم کا ادنیٰ حصہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور اس کے اصحاب کو تسلیم کیا جائے۔ اور یہ حقیقت بالکل اسی طرح ہے کہ اگر کوئی شخص علم شریعت حاصل کرنے میں منہمک اور مشغول نہیں ہوا، تو اس کے گمراہ ہو جانے کا خوف ہے۔

اور مولانا اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم کے پہلے باب میں ثمراتِ طریق ولایت کے بیان میں لکھتے ہیں: طریق ولایت کے لوازمات میں سے یہ بات ہے کہ صاحبِ حال کے بدسگال دشمن پر بدبختی اور عذاب کا ظہور ہوتا ہے اور یہی معنی ہیں اس روایت کے ''من عادیٰ ولیًا فقد اذنته بالحرب'' (جس کسی نے میرے دوست سے دشمنی وعداوت

کی۔اس کے لئے میری طرف سے اعلان جنگ ہے)۔

اور اولیائے انبیاء کے بیان میں لکھتے ہیں:

اگر خوب غور کیا جائے تو یہ حقیقت نمایاں ہوگی کہ ان بزرگوں کے امثال کے ساتھ الفت رکھنا، محبت کرنے والے کے ایمان کی نشانی اور اسکے متقی ہونے کی علامت ہے۔ "ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب" اوران بزرگوں اوران کے امثال کے ساتھ بغض وعناد، دشمنی کرنے والے کے نفاق کی علامت ہے اور اسکے بد بخت ہونے کی نشانی ہے اوراس حدیث میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے "لا یحبہ الا مومن تقی ولا یبغضہ الا منافق شقی متقی وپرہیزگار مومن ہی اللہ کے ولی سے محبت کرے گا اور بد بخت منافق ہی اس کے ساتھ بغض وعناد رکھے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تصوف و صوفی اور ان دونوں کے متعلقات

شیخ وجیہ الدین گجراتی ''حقیقۃ محمدی'' میں سید الطائفۃ جنید بغدادی سے نقل کرتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ حق تعالیٰ تجھ کو تجھ سے ختم کردے اور تجھ کو خود سے زندہ کردے۔ غیر سے قطع نظر کرتے ہوے۔ اس سے صوفی کا معنی و مفہوم بھی واضح ہو چکا ہے کہ وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتا ہے۔ اور قرآنِ کریم میں صوفی کا اسم متروک ہے۔ تصوف کے بیان میں صوفی سے ہماری مراد مقرب (الٰہی) ہے۔ مترسم (ظاہری رسوم کا پابند) نہیں، اصطلاحی الفاظ میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ جیسا کہ قدوۃ السالکین، عمدۃ الکاملین العالم الربانی شیخ شہاب الدین سہروردی نے ''عوارف'' کے پہلے باب میں تحریر کیا ہے:

جان لو! بے شک ہم اس کتاب میں جو بھی بزرگ و شریف حال صوفی کی جانب منسوب کریں گے وہ مقرب کا حال ہوگا اور قرآن کریم میں لفظِ صوفی نہیں ہے اور اسمِ صوفی متروک ہے اور صاحبِ تقرب کے لیے مقرب کا لفظ وضع کیا گیا ہے اور ہم اس کی تشریح و توضیح اسی باب میں کریں گے اور بلاد اسلامیہ کے مشرقی و مغربی شہروں کے دونوں جانب بھی اہلِ قرب و اصحابِ تقرب کے لیے صوفی کا لفظ معروف و مشہور نہیں ہے بلکہ یہ نام ان لوگوں کے لیے مشہور ہے جو صوف کا لباس استعمال کرتے ہیں۔ کپڑے دھو کر پہنتے ہیں اور سر مونڈھتے ہیں۔ اور مغرب، ترکستان، ماوراء النہر کے شہروں میں بے شمار اہلِ قرب موجود ہیں۔ لیکن وہ صوفیاء کے نام سے یاد نہیں کیے جاتے۔ اس لیے کہ یہ حضرات صوفیوں کے لباس میں نہیں

ہوتے اور اصطلاحی الفاظ میں کوئی نزاع نہیں ہے۔

پس اسی سے یہ بات جان لینی چاہیے کہ صوفیائے مقربین سے ہماری مراد مشائخ صوفیا ہیں جن کے اسمائے گرامی ''طبقات'' اور دیگر کتابوں میں موجود ہیں۔ یہ سب کے سب مقربین کے طریقہ پر گامزن ہیں۔ اوران کے علوم وعوارف، مقربین کے علوم وعوارف ہیں۔ اور جو شخص بھی مقربین کے مقام پر فائز ہے وہ ابرار میں سمجھا جائے گا۔ اور وہ متصوف ہوگا۔ جب تک اس کے حال کا تحقق نہ ہو اور جب اس کا حال متحقق ہو جائے تو وہ صوفی ہوگا اور ان دونوں کے علاوہ جو بھی مقربین کے لباس سے مزین ہو، اوران کی جانب منسوب ہو تو وہ ان کے مشابہ اور مماثل ہو گیا۔ وفوق کل ذی علم علیم: انتہی

پس اس سے یہ حقیقت بھی جان لینی چاہیے کہ تصوف ایک ایسا علم ہے جن کا تعلق علوم دین بلکہ خلاصۂ علوم دین سے ہے۔ کیوں کہ وہ مجتہدان باطن کے اجتہاد و استنباط سے مستنبط ہے اور اس کو علم باطن بھی کہتے ہیں اور علمِ ظاہر کے ساتھ اس کی نسبت بالکل اسی طرح ہے جس طرح جسم کے ساتھ روح کی نسبت اور پوست کے ساتھ مغز کی نسبت ہوتی ہے۔ اور اس کی تفصیل ''فصل الخطاب'' کے مقدمہ ثانیہ میں گزر چکی ہے۔

زبدۃ العارفین شاہ کمال فرماتے ہیں:

مغز علوم وفقہ وحدیث و کتاب ہے	یہ علم مغز فقہ و حدیث و کتاب کا

یہ بھی جان لیا جائے کہ ''صاحبِ کشف المحجوب'' نے ائمہ صوفیاء جو صحابہ کرامؓ میں، اہلِ بیت واصحاب صفہ میں، تابعین وتبع تابعین اور متاخرین میں جو اُن کے زمانہ تک وجود میں آئے۔ ان سب کے حالات قلم بند کیا ہے اور مذکورہ جمیع طبقات میں سے ہر ایک طبقہ کے بیان میں ایک ایک باب تحریر کیا ہے۔ جزاه الله عنا خير الجزاء

ائمہ صوفیاء کی تفصیل اسی کتاب میں دیکھ لی جائے۔ اور یہ کتاب تصوف میں مشہور و

معروف ہے اور علماء و عرفاء کے نزدیک معتبر و مستند ہے۔

شیخ شہیر عارفِ بے نظیر علی بن عثمان ابن علی جلاّبی، جنہوں نے ۴۶۴ھ میں وفات پائی ''کذا فی النفحات و سفینۃ الاولیاء'' کی تصنیف ہے۔

تصوف کی ماہیت اور آدابِ صوفیاء اور دونوں کے متعلقات کے بارے میں فصل الخطاب کے دوسرے، پانچویں، آٹھویں، دسویں، گیارھویں اور بارہویں مقدمہ میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ لہذا یہاں اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ ان موضوعات کی تفصیل فقیر کی کتاب ''جواہر السلوک'' میں دیکھ لی جائے۔

حاصلِ کلام!

جو شخص بھی اہلِ سنّت کے عقائد حقہ، سلف و ائمہ سلف کے طور طریقے، صوفیاء کی اصطلاحات اور اس عالی مقام جماعت کے حالات سے واقف نہ ہو، اور امام غزالیؒ، شیخ ابن عربی، صدر الدین قونوی کی کتابیں اور شیخ سہروردی کی کتاب ''عوارف'' اور شیخ ابوبکر کی کتاب ''تعرف'' اور مولانا روم کی مثنوی اور امام ربانی کے مکتوبات کا مطالعہ نہ کیا ہو تو اس کا قدم لغزش سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور ایسے آدمی کو مذکورہ اکابرین کی کتابوں کے مطالعہ کے بغیر حقیقتِ واقعہ تک پہنچنا مشکل اور دشوار ہوگا۔

اس مقام میں بعض عوام کی افراط و تفریط بہت ہے چناں چہ کبھی علمِ باطن کا انکار کردیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اس طرح کا انکار فرقۂ حشویہ کا باطل عقیدہ ہے جیسا کہ اس کی تفصیل ''فصل الخطاب'' کے آٹھویں مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ یہ وضاحت وہاں دیکھ لی جائے۔

کفار قریش بھی قرآنِ مجید کے باطنی نکات اور پوشیدہ معانی کا انکار کرتے تھے اور قرآن کو اساطیر الاولین (گزرے ہوئے لوگوں کے قصہ و کہانیاں) کہا کرتے تھے۔

مثنوی

چوں کتاب اللہ بیاید علم براں | ایں چنیں طعنہ زد آں کافراں
جیسے قرآن آیا یونہیں اس زمان | مارتے تھے طعنے اس پر کافراں
کہ اساطیر است افسانہ نژند | نیست تعمیقی و تحقیقی بلند
کہ اساطیر اور قصے ہیں ذیل | نہ ہیں نکتے اور نہ تحقیقِ جلیل
ظاہر ست و ہر کسی پی می مرد ! | کو بیاں کہ گم شود دروے خرد
ہے وہ ظاہر کہ ہر ایک سمجھے اسے | کب ہے مشکل عقل جو اس میں گمے
گفت گر آساں نماید ایں بتو | ایں چنیں سورہ یکے آساں بگو
بولا گر آساں تمہیں معلوم ہو | ایسی آساں ایک سورۃ تم کہو
ظاہرش دیدے ز معنی غافلی | باطنش راکن نگہ گر عاقلی

تو اس کے ظاہر کو دیکھتا ہے اور اس کے باطن سے غافل ہے

اگر تو عاقل ہے تو اس کے باطن کو دیکھ

حرف قرآں رامداں کہ ظاہر است | زیر ظاہر باطنی بس قاہر است
حرف قرآں کو نہ بظاہر جان لو | نیچے اس ظاہر کے باطن ہے نکو
زیر آں باطن بود بطنی دگر ! | ہم چنیں تابفت اے نام ور
اس کے باطن میں ایک دوسرا باطن ہے | اے نامور اس طرح ہفت بطون ہیں
زیرِ بطن ثانیش بطنِ سیوم | کہ درو گردد خرد یا جملہ گم!
نیچے اس باطن کے باطن تیسرا | ہے خرد گم اس میں از سر تا پپا
بطن چہارم از نبی خود کس ندید | جز خدائے بے نظیر و بی ندید
دیکھا چوتھا بطن قرآن بیشتر | نہ کسی نے جز خدائے بے نظر

توز قرآں ای پسر ظاہر مبین! | دیو آدم رانہ بیند جز کہ طین
ظاہر امت دیکھ قرآں سے پسر | دیکھتا ہے دیو مٹی سے بشر
ظاہر قرآن چو نقش آدمی است | کہ نقوش ظاہر و باطن خفی است
آدمی نزدیک عاقل ہے خفی | کب کھلی جو غیب میں ہو وصفی
تو مبین زافسوں عیسیٰ حرف وصوت | آں بیں کزوے گریزاں است موت
دیکھ مت عیسیٰ کے دم حرف وصوت | دیکھ وہ کہ بھاگتی ہے اس سے موت
ایں سخن ہمچوں عصائے موسیٰ است | یا بمانند فسوں عیسیٰ است
آدمی مثل عصا موسیٰ کے ہے | آدمی مثلِ دم عیسیٰ کے ہے
تو مبین موسیٰ عصیٰ را سہل یافت | آں بیں کہ بحر اخضر را شگافت
دیکھ مت اب اس عصا کو سہل تو | دیکھ وہ کہ پھاڑے بحرِ نیل کو
ظاہرش چو بے ولیکن پیش او | کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
ظاہرا لاٹھی و اس کے روبرو | یہ جہاں اک لقمہ جو کھولے گلو

علامہ قیصری مقدمۂ شرح قصیدۂ تائیہ فارضیہ کے مقصد ثانی کی پہلی فصل میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب قرآن کریم کے لیے ایک ظاہر، ایک باطن، ایک حد اور ایک مطلع ہے، جیسا کہ زبانِ نبوت نے فرمایا: بے شک قرآن کے لیے ایک ظاہر ہے، ایک باطن ہے، ایک حد ہے، ایک مطلع ہے، نیز ارشاد نبوی ہے: بے شک قرآن کے لیے ایک مفہوم باطن ہے اور اس مفہوم باطن کے لیے بھی ایک باطن ہے، جس میں ساٹھ بطون ہیں۔ایک دوسری روایت میں ستر بطون ہیں۔تو اس کا ظاہر یہ ہے کہ قرآن کے ظاہری الفاظ سے جو مفہوم اور معنی سمجھ میں آجائے اور اس کی طرف ذہن منتقل ہو جائے۔ظاہری معنی ومفہوم کے لیے جو مفہومات لازمہ ہیں یہ اس کا باطن ہے۔اور جہاں عقول وفہوم کے ادراک کی انتہا ہوتی ہے یہ اس کی حد

ہے۔اور کشف وشہود کے طریقہ سے جن اشارات ربانیہ اور اسرارِ الہیہ کا ادراک کیا جائے یہی اس کا مطلع ہے اور مفہوم اول یعنی اس کا ظاہر عوام کے لیے ہے اور مفہومِ اول کے لیے جو مفہومات لازمہ ہیں وہ خواص کے لیے ہیں۔اس میں عوام کا دخل نہیں اور اس کی حد، کاملین کے لیے ہے اور مطلع، اخص الخواص کے لیے ہے، جیسے اکابر اولیاء۔

اور حدیث قدسیہ اور کلمات نبویہ میں تقسیم ایسی ہی ہے۔ بلاشبہ ان احادیث میں عوام ہے، خواص اور اخص الخواص کے لیے رحمانی خبریں اور الٰہی اشارات ہیں۔اس لحاظ سے شریعت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔

اسی سے علم باطن کی حقیقت جان لینا چاہیے۔علامہ میبذی ''فواتح'' کے پہلے فاتحہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابن عربی نے فتوحات کے ۳۷ ویں باب میں لکھا ہے کہ شیخ ابویزید نے ابو موسیٰ سے کہا اے ابوموسیٰ! جب تم کسی شخص کو اربابِ طریقت کی باتوں پر ایمان رکھنے والا پاؤ تو اس سے دعا کی درخواست کرو۔ کیوں کہ اس کی دعا بلاشبہ مستجاب ہے۔اسی سے بارگاہِ رب العزت میں ارباب طریقت کی قدر ومنزلت اور جاہ وعزت کا اندازہ کرنا چاہیے۔

بعض علم تصوف کو فلاسفہ سے ماخوذ کہتے ہیں ۔ کیوں کہ صوفیاء فلاسفہ کی طرح ارواح وقلوب کو عقول ونفوس کہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ مسلمان عیسائیوں کی طرح دعا کی قبولیت کے مقام میں آمین کہتے ہیں۔ بلکہ آمین کہنا نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سنت گردانتے ہیں۔حالانکہ یہ چیز عیسائیوں سے نہیں لی گئی۔

اور اسی طرح مسلمان دنیا کے اکثر فرقوں کی طرح عالم کو حادث جانتے ہیں۔حالاں کہ انہوں نے یہ اعتقاد دوسرے فرقوں سے نہیں لیا۔اور اسی طرح مسلمان حالتِ احرام میں مشرکوں کی طرح برہنہ سر ہوتے ہیں اور سرزمین حرم کے نشیب وفراز میں بلند آواز سے پکارتے ہیں اور سر منڈواتے ہیں، حالاں کہ انہوں نے ان امور واشغال کو بت پرستوں

سے نہیں لیا۔

صرف ارواح وقلوب کوعقول ونفوس کے لفظ سے تعبیر کرنے کی بناء پر علم تصوف کو فلاسفہ سے ماخوذ کیوں سمجھ لیا جائے۔ بے شک یہ ایک افتراء ہے۔

پروٹسٹ عیسائیوں کے پادریوں میں سے ایک پادری اُلف ہے جس نے رسالہ میزان الحق میں مومنوں کو گمراہ کرنے اور انہیں ذہول ولغزش میں مبتلا کرنے کے لیے دینِ اسلام پر طعن کیا ہے اوران افتراپردازوں کی طرح اس افترا میں لب کشائی کی ہے کہ وضو میں کہنیوں تک ہاتھ دھونے کا حکم آتش پرستوں سے لیا گیا ہے۔ حالاں کہ یہ وحی الٰہی کا حکم ہے جس میں باطل کی آمیزش کی گنجائش ہی نہیں۔

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه. تنزیل من حکیم حمید

لوح محفوظ است اورا پیشوا　　از چه محفوظ است محفوظ از خطا

نے نجوم است ونہ رمل است ونہ خواب　　وحیٔ حق واللہ اعلم بالصواب

لوح محفوظ اس کا رہنما ہے اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطا اور غلطی سے محفوظ ہے اور یہ نجوم، رمل اور خواب نہیں ہے، بلکہ وحی الٰہی ہے واللہ اعلم بالصواب

بعض عوام مسئلہ وحدت الوجود کو آتش پرستوں سے ماخوذ کہتے ہیں۔ حالاں کہ اس مسئلہ کے قائل اہلِ سنت و جماعت ہیں صوفیاء وجودیہ اور ائمہ متکلمین ہیں بلکہ اہلِ قبلہ میں اکابر شیعہ مثلاً نصیر الدین طوسی، علامہ میبذی اور صدر شیرازی بھی اس مسئلہ کے قائل ہیں۔ چناں چہ طوسی کی کتاب ''اوصاف الاشراف'' میں اور میبذی کی کتاب ''فواتح'' میں اور صدر شیرازی کی کتاب ''شواہد الربوبیہ'' میں مرقوم ہے۔ اہلِ قبلہ ہی نہیں بلکہ غیر اہلِ قبلہ میں بھی بعض حکماء اس مسئلہ کے قائل ہیں۔

صاحبِ رشحات کے کلام کا ماحصل جو انہوں نے ملا عبدالغفور کے حوالہ سے نقل کیا

ہے وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی اور ان کے متبعین اور متقدمین و متاخرین میں اکثر صوفیا محققین و متقین اور حکما و متکلمین میں سے چند افراد اس مسئلہ کے قائل ہیں۔ اگر آتش پرستوں میں سے کوئی دانش مند شخص حکما کی طرح اس مسئلہ کا قائل رہا ہو تو اس بات کی گنجائش ہے اور ان تمام آراء و افکار کے اندر مختلف گروہ اتفاقِ رائے رکھتے ہیں لیکن ہر رائے اپنی جگہ ایک مستقل رائے ہے نہ کہ دوسروں سے ماخوذ۔ اس اتفاق آراء کی وجہ سے مسئلہ وحدۃ الوجود کو آتش پرستوں سے ماخوذ قرار دینا کلام بے سند اور قول بے دلیل ہے۔ هاتوا برهانكم ان كنتنم صادقين۔

اور کبھی وحدۃ الوجود کے باطل ہونے اور وحدۃ الشہود کے مبنی بر حقیقت ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں۔ چناں چہ ابوسعد کا رسالہ اس دعوٰی کی دلیل ہے۔ اور کبھی وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود دونوں کے باطل ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں اور ہر دونوں کو بدعتِ ضلالت کہتے ہیں۔ چنانچہ ''ترجمۂ ایضاح الحق'' اس مدعیٰ کی دلیل ہے۔ اور کبھی مسئلہ وجود میں متکلمین کے حق و صواب ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں اور حلول کو وجودیہ کی جانب منسوب کرتے یں اور ان کو کافر و گم راہ کہتے ہیں۔ حالاں کہ وجودیہ خود حلولیہ کی تکفیر کرتے ہیں۔

اور یہ غالی اشخاص نہیں جانتے ہیں کہ وجودیہ، شہودیہ اور متکلمین یہ تینوں اہلِ سنت و جماعت میں شامل ہیں اور اہلِ سنت کے اختلافی مسائل مظنون الافادۃ یعنی ان کی افادیت ظنی ہے اور حق ان اختلافی مسائل میں ہوتا ہے۔ مجتہد ہی کو ایک جانب یقین میسر نہیں ہے تو مقلد کو کہاں سے حاصل ہوسکتا ہے۔

اور کبھی مسئلہ وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود، تنزلات ستہ، صادر اول، تجدد امثال کمون، بروز، اور ان کے امثال کو جو تصوف کے اہم مسائل ہیں، بدعتِ سیئہ کہتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بدعت واجبہ ہے اور بعض اہلِ علم کے قول کے مطابق بدعت مندوبہ ہے جیسا کہ اس کی تفصیل

فصل الخطاب کے نوویں مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ ہاں! اتنی بات درست اور صحیح ہے کہ ان دقیق مسائل میں تحقیق و تفتیش، عوام کے لیے مذموم اور قبیح ہے۔

سند العلماء شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سورۃ تساءل کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اس سورۃ میں مقصود بیان یہ ہے کہ حقائقِ امورِ اخرویہ، مباحث ذات وصفات، مسئلہ قضا و قدر، جبر و اختیار، توحید وجودی، توحید شہودی، مشاجرات صحابہ کرام اور احکام شرعیہ کی حکمتیں جو لوگوں کی عقل و فہم سے بالاتر ہیں اور ان کی سمجھ بوجھ سے باہر ہے ان مسائل کے بارے میں زیادہ سوالات کرنا نہایت قبیح ہے اور مذموم ہے۔ اس لیے کہ لوگ (ان حقائق کے دقیق معنی نہ سمجھنے کی بنا پر) انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ورنہ کم از کم (یہ مسائل و مباحث) اکثر کے ذہن میں تشکیک کا باعث ہوتے ہیں۔ حالاں کہ ایمان ان چیزوں سے متعلق زیادہ تحقیق و تفتیش کرنے اور ان امور و مسائل کی کمیات و کیفیات کی تفصیلات جاننے پر، موقوف نہیں ہے اور یہی وہ خطرناک مرض ہے جو اس امت میں گم راہ فرقے بندی اور عقائد میں بگاڑ کا باعث بن کر ایک عالم کے ایمان کو برباد کر دیا ہے غرض اللہ نے مذکورہ سورت میں اس صورتِ حال (مذکورہ الصدر مسائل و امور میں تحقیق و تفیش اور کثرتِ سوال و جواب اور بحث و مباحثہ) کی قباحت بیان کی ہے تا کہ لوگ اس قسم کے مسائل میں الجھنے سے احتراز کریں۔ اور گم راہی و ضلالت کے بھنور میں نہ پھنس جائیں۔ انتہی

نیز ایک سائل کے جواب میں سند العلماء لکھتے ہیں کہ:

مسئلہ وحدت الوجود کا تعلق اسرار سے ہے۔ شرائع و ادیان اس مسئلہ کے جاننے پر موقوف نہیں ہے بلکہ عوام کو اس مسئلہ کی تعلیم دینا الحاد کا دروازہ کھولنے اور شرور و فساد کو مباح کرنے اور احکام شرعیہ کی پابندی میں بے پروائی اور مداھنت کا باعث بن جاتا ہے۔

پس اس مسئلہ کی نزاکت و دقت اور باریکی کی وجہ سے اس کا اظہار و بیان ممنوع ہے

اوراس باب میں سکوت وخاموشی کوواجب جانتے ہیں۔جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہواور جب میرے اصحاب کا ذکر ہوتو خاموش رہواور جب نجوم کا ذکر ہوتو خاموش رہو۔

معلوم ہوا کہ ایسے دقیق مسائل میں تحقیق وتفصیل بحث ومباحثہ کے درپے ہونا خود گمراہ ہونے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے۔یہی متکلمین محققین کا موقف ہے۔ اس احتیاط کے ساتھ ساتھ اس جماعت نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر اجمالاً روشنی ڈالی ہے۔جیسے امام غزالی، امام رازی اوران کے علاوہ اس فن کے دیگر ائمہ کرام۔اگراس مسئلہ کی تفصیل اورتوضیح مطلوب ہوتو کتاب ''تنبیہ المجوبین'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔انتہیٰ

اوراسی کا حاصل اور نتیجہ یہ ہے کہ گمراہ فرقوں میں خوارج اور روافض کا افتراق، مشاجراتِ صحابہ کی وجہ سے ہے۔اور قدریہ اور جبریہ کا مسئلہ قضاوقدر کی وجہ سے ہے۔اور منکرین وملحدین کا مسئلہ وحدۃ الوجود کی وجہ سے ہےاور باقی فرقوں کواسی پر قیاس کرلیا جائے۔

اور کبھی عوام قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اوران کے مثل دوسرے سلاسل کے اشغال اور اعمال کو بدعتِ ضلالت کہتے ہیں۔حالاں کہ مولوی خورم علی نے ''شفاء العلیل'' ترجمہ ''قول الجمیل'' میں ان خیالات کی تردید کی ہے۔

مترجم (مولوی خرم علی) کہتا ہے حضرت مصنف محقق (شاہ ولی اللہ) نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہاتِ ناقص کو جڑ سے اکھاڑ دیا ہے۔بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے مخصوص اشغال صحابہ اور تابعین کے زمانے میں نہ تھے، لہٰذا یہ سب بدعت سیئہ ہوئے۔

خلاصۂ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیاء طریقت رضی اللہ عنہم یہ اشغال مقرر کئے ہیں وہ امر، زمانِ رسالت سے اب تک برابر چلا آرہا ہے گوطرق اس کی تحصیل کے

مختلف ہیں تو فی الواقع اولیاء طریقت، مجتہدین شریعت کے مانند ہوئے مجتہدین شریعت نے استنباطِ احکام ظاہر شریعت کے اصول ٹھہرائے اور اولیاء طریقت نے باطن شریعت کی تحصیل کی جس کو طریقت کہتے ہیں۔ قواعد اور اصول مقرر فرمائے تو یہاں بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہے۔ ہاں البتہ یہ ہے کہ حضرات صحابہ کو بہ سبب صفائی طبیعت اور حضور خورشید رسالت سے تحصیل نسبت اور اکتساب فیض کی وجہ سے ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی بخلاف متاخرین کے کہ ان کو بسببِ بعد زمانِ رسالت کہ البتہ اشغال مذکور کی حاجت ہوی جیسے صحابۂ کرام کو قرآن وحدیث کی فہم میں صرف ونحو اور دیگر فنون وقواعد کی دریافت کی حاجت نہ تھی اور اہلِ عجم اور بالفعل کے عرب اس کے محتاج ہیں'' انتہی

اگر یہ ساری چیزیں بدعتِ ضلالت ہیں تو پھر یہ بات قابلِ غور ہے۔ کیوں کہ صوفیاء کی کتابیں اور منکر وطاعن اشخاص کے مشائخ وبزرگوں کی کتابیں خصوصاً مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ''قول الجمیل'' اور شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب ''صراط مستقیم'' باب سوم مختلف سلاسل کے اشغال سے بھری پڑی ہیں۔

اور عوام کبھی مقاماتِ عالیہ، وارداتِ قلبیہ اور حالاتِ اقدسیہ کو امور سیئہ خیال کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ سب امور دینیہ میں سے ہیں۔ چناں چہ اس کی تفصیل فصل الخطاب کے دوسرے مقدمہ میں گزر چکی ہے۔

اور کبھی ولایت کو پانچویں صدی ہجری سے منقطع قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ ولایت کا سلسہ تا قیامِ قیامت جاری رہے گا۔ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی ''صراط مستقیم'' کی تالیف کے اسباب میں کتاب کے آخر میں ذکر کرتے ہیں کہ:

اہلِ زمانہ کی جاہلانہ معتقدات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ولایت کو ممتنعات عقلیہ میں شمار کرتے ہیں اور اس چیز کو امت کے اولین افراد میں منحصر گردانتے ہیں۔ اور ختمِ نبوت کی

طرح ختم ولایت کے قائل ہیں۔ ؎

ہر چہ دارد از ثریا تاثرے ! می سپاردزین یکے با دیگرے

پس بہرو وری ولی قائم است تا قیامت آزمایش دائم است

ثریا سے تحت الثری تک جو کچھ موجود ہے وہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہیں۔ پس ہر دور میں ایک ولی ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ دائم ہے۔

اور کبھی اولیاء کرام کی بے خودی اور سکر کا انکار کرتے ہیں اور تمسخر و استہزاء کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ سکر خانہ خراب، مجموعات اور دفاتر کی تصنیف و تالیف اور کتابوں کے ابواب و فصول کی ترتیب میں مانع کیوں نہیں ہے۔ حالاں کہ امام ربانی مکتوبات کی جلد سوم میں ایک سوسترویں مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ فقیر یہ دفاتر و مجموعات اس عالی قدر جماعت (صوفیاء) کے علوم و اسرار میں تحریر کیا ہے، ظاہراً تمہارے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ یہ سب سکر و بے خودی کی آمیزش کے بغیر صحو خالص کے عالم میں تحریر کیا ہے۔ یہ بات اس طرح ہرگز نہیں ہے کیوں کہ وہ حرام اور منکر ہے اور دروغ و سخن بافی ہے۔ سخن باف اشخاص جو صحوِ خالص سے متصف ہیں بالضرور اس قسم کی باتیں گھڑتے ہیں۔ اور لوگوں کے دلوں کو حق تعالیٰ کی جانب سے پھیر دیتے ہیں۔

آخر حافظ کی یہ ساری فریاد، بے ہودگی اور غلط بیانی نہیں ہے۔ یہ تو قصۂ غریب اور حدیث عجیب ہے۔"

یہ تمام غلو اس بات سے آگاہ کررہا ہے کہ غالی اشخاص صوفیاء کرام کے علوم و معارف سے بالکلیہ واقف ہی نہیں ہیں۔ صوفیانہ علوم و عوارف سے لاعلمی و بے خبری جس قدر بھی ہو، ایک بری بات ہے۔ لیکن ان کا انکار کرنا تو ایک بہت بری بات اور بہت بڑی بلا ہے۔ اور یہ ایک عظیم وبال ہے۔ چناں چہ اس کی تفصیل فصل الخطاب کے تیرھویں اور سولہویں

مقدمہ میں دیکھ لی جائے۔

امام ربانی کے مکتوبات کی دوسری جلد کے ۵۵ ویں مکتوب میں اس طرح کے غالی اشخاص کے بارے میں فرماتے ہیں:

کوتاہ نظر اور ناقص افراد چند حدیثوں کو یاد کر کے احکامِ شرعیہ کو ان ہی میں منحصر قرار دیتے ہیں اور اپنی معلومات کے ماسوا اور ماوڑی کی نفی کرتے ہیں اور جو بھی چیز ان کے نزدیک ثابت نہ ہو اس کی نفی کرتے ہیں۔

وہ کیڑا جو کسی پتھر میں پوشیدہ ہوتا ہے   اسی چٹان کو اپنی زمین و آسماں خیال کرتا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆

صوفیاء کے ساتھ مولانا شاہ ولی اللہ کے اختلافات

مولانا دہلوی رسالہ ''مقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ'' میں الوصیۃ الرابع میں فرماتے ہیں: جان لینا چاہیے کہ ہمارے اور اس دور کے مشائخ کے درمیان بعض اختلاف ہیں۔ صوفی منش حضرات کہتے ہیں کہ فنا و بقا اور استہلاک و انسلاخ ہی اصل مقصود اور مطلوب ہے۔

اور کسب و معاش کی مراعات اور طاعات بدنیہ کو بجالانے سے متعلق جو بھی شرعی احکام وارد ہیں وہ اس واسطے ہے کہ تمام اشخاص اصل مطلوب اور مقصود کو پا نہیں سکتے۔ ہر وہ چیز جس کو پوری طرح حاصل نہیں کیا جاسکتا اس کو پوری طرح سے ترک بھی نہیں کیا جاسکتا۔

متکلمین کہتے ہیں کہ شریعت کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ شئی، مطلوب اور مقصود نہیں ہے، اور ہم کہتے ہیں کہ انسان کی صورت نوعیہ کے اعتبار سے مقصود و مطلوب، شریعت کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔ یعنی شریعت ہی اصل ہے اور شارع علیہ السلام نے اس اصل مطلوب کا بیان خواص وعوام دونوں کے لیے کر دیا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ نوع انسان کی تخلیق اس طرح عمل میں آئی ہے کہ وہ قوت ملکیہ اور بہمیہ دونوں کی جامع ہے اور انسان کی سعادت و نیک بختی، قوتِ ملکیہ کو طاقت پہنچانے میں ہے اور اس کی شقاوت و بدبختی، قوتِ بہیمیہ کو طاقت پہنچانے میں ہے۔

نوعِ انسانی کی تخلیق ایک ایسے طریقے پر ہوئی ہے کہ اس کا نفس، اعمال و اخلاق کی رنگارنگی کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اپنی طبیعت میں شامل کر لیتا ہے اور موت کے بعد ان اعمال کو

اپنا مصاحب اور ساتھی بنالیتا ہے یعنی ساتھ لے جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ اس کا بدن غذا کی کیفیات سے تمتع حاصل کرتا ہے۔ اور اپنا ساتھی اور مصاحب بنالیتا ہے اور اس سے بدہضمی اور بخار وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور نوع انسان کی تخلیق ایک ایسے طریقہ پر واقع ہوئی ہے کہ حظیرۂ قدس کے ساتھ اس کا الحاق اور حظیرہ قدس سے اس کا الہامات حاصل ہونا ممکن ہے اور ان اشیاء کا حصول بھی ممکن ہے جو الہام کے حکم میں داخل ہے۔ یعنی انسان کا سرور و بہجت حاصل کرنا اگر اس کو ملائکہ سے مناسبت ہو، تنگی اور وحشت سے دوچار ہونا اگر اس کو ملائکہ سے منافرت ہو۔

حاصل کلام! نوعِ انسان اس طرح واقع ہوئی تھی کہ اگر انسانوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے تو امراضِ نفسانیہ، اکثر افراد کو الم و تکلیف پہنچاتے۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کی کارسازی فرمایا ہے۔ اور ان کے واسطے نجات کی راہ متعین کیا ہے۔ اور ترجمانِ لسان غیب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہی کی جنس سے پیدا فرما کر ان کی جانب بھیجا تا کہ نعمت مکمل ہو۔ اور ربوبیت الٰہیہ جو پہلی مرتبہ ان کے ایجاد کی مقتضی تھی۔ دوسری بار ان کا ہاتھ تھامے رہے۔

پس صورتِ نوعیہ نے زبانِ حال سے شریعتِ مطہرہ کو مبدأ فیاض سے بھیک مانگ لیا ہے۔ اور نوعِ انسانی کے جمیع افراد کو شریعت کا حکم ماننا، ان میں صورت نوعیہ کے گھل مل جانے کی وجہ سے لازم اور ضروری ہے۔ اور اس مقام میں افراد کی خصوصیت کو کوئی دخل نہیں ہے، اور فنا و بقا اور استہلاک وغیرہ باعتبار خصوصیت افراد مطلوب اور مقصود ہیں۔ کیوں کہ بعض نفوس انتہائی علو و تجرد کے مرتبے میں مخلوق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اونچے درجہ کے موافق ان کی رہنمائی کرتا ہے اور فنا بقا وغیرہ احکام الٰہیہ میں سے نہیں ہیں بلکہ اس فرد کی زبانِ حال نے اس کی انفرادیت کی خصوصیت کی وجہ سے اس کا تقاضا کیا ہے۔ اور اس پر

شارع علیہ السلام کا کلام ہرگز محمول نہیں ہے نہ صراحتاً اور نہ اشارۃً۔

ہاں! ایک قوم نے ان مطالب کو شارع علیہ السلام کے کلام سے سمجھا ہے جیسے اس کی مثال ایسے ہی ہے ایک شخص لیلیٰ مجنون کا قصہ سنے اور اس قصہ کی ہر بات کو اپنی سرگزشت پر محمول کرے۔ اس کو ان کے عرف میں اعتبار کہتے ہیں۔

حاصل کلام! استہلاک اور انسلاخ کے مقدمات میں افراط و زیادتی اور ان میں ہر کس و ناکس کا مشغول ہونا، دین کے اندر ایک دردناک مرض ہے۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جو مذکورہ مقدمات کو چھپا دینے کے لیے اپنی سعی اور کوشش کو کام میں لائے۔ بھلے سے وہ اپنے اندر بعض اصلی استعدادات ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔

ہر چند کہ میری یہ بات اس دور کے صوفیا کے لیے بڑی دشوار اور ناگوار سی ہوگی، لیکن مجھے ایک کام کا حکم دیا گیا ہے اور میں اسی کے مطابق کلام کروں گا۔ زید اور عمر سے کوئی سروکار نہیں۔

الطاف القدس میں فرماتے ہیں:

اس مقام پر عوام صوفیا کو ایک عظیم اشتباہ پیش آیا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ اعتبار کو معنی مدلول کے ساتھ مشتبہ بنا لیتے ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان کوئی فرق و امتیاز کر نہیں پا رہے ہیں۔

اعتبار یہ ہے کہ عارف ایک آیت یا حدیث کو سن لیتا ہے تو اس کا ذہن ایک ایسی معرفت کی جانب منتقل ہوتا ہے جو دلالتِ وضعی کے علاوہ ہے۔ دلالت وضعی جو عبارت نص، اشاراتِ نص اور ان کے شعبوں سے استدلال کا نام ہے۔ بلکہ اس راہ میں (یعنی دلالت وضعی کے سوا) حدیث نفس میں دل میں آنے والی ایک بات دوسری بات کو کھینچ لاتی ہے اور ایک چیز سے دوسری چیز یاد آتی ہے۔ چناں چہ نیند اور بیداری کی حالت میں دل میں آنے

والی باتوں کے انتقالات اسی نوع کے ہوتے ہیں جیسا کہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ باقی انتقالات کبھی حدیث نفس ہوتے ہیں اور کبھی وسوسۂ شیطان اور کبھی خاطر عقل ہوتے ہیں۔ اور عارف کے حق میں ایسا الہام ہوگا جو مبنی بر حق ہے اور ایسی تعلیم ہوگی جو مبنی بر صواب ہے۔ اور اعتبار عارف کے مقام اور اس کے کلمے کی سماعت کرنے کے درمیان متولد ہوتا ہے۔ چناں چہ آپ نے تجربہ کیا ہوگا کہ قوال لیلیٰ و مجنوں کا قصہ پڑھتا ہے تو ایک عاشق کو اپنا درد بھرا قصۂ عشق اور اپنے محبوب کا اعراض کرنا، یا اس کا اقبال، یہ ساری باتیں دل میں گزرتی ہیں اور اس کی یادوں کی جلو میں آجاتی ہیں اور اسی راہ سے عاشق کی لذتیں ابھرتی ہیں اور اس کی سوزش دل اور اس کے جوش وجذبے ابل پڑتے ہیں۔ حالاں کہ یہ قصہ خود کوئی مثل نہیں ہے اور نہ ہی اس قصے سے مستنبط ہے بلکہ اس قصہ کے کلمات سننے اور ان کی سماعت سے نزدیکی کے باعث خود مستمع کے مقام سے اس کے محبوب کی یاد متولد ہوتی ہے۔ لہذا اس سے یہ بات واضح ہے کہ اعتبار کے اندر اصل شئے انتقالِ ذہن ہے نہ کہ دلالت کے طریقے۔

واضح ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتبار کی صنعت کو تدبر قرآن کے وقت نگاہِ مبارک میں رکھا ہے اور اسی کے موافق قرآنِ پاک کے دریا کو سر کیا ہے۔ اور علمِ اعتبار ہماری اس کتاب کا موضوع نہیں ہے۔

حاصل کلام ! یہ کہ اعتبار ایک عجیب و غریب اور قدر و قیمت والا فن ہے۔ تفسیر عرائس، حقائق سلمی اور شیخ اکبر محی الدین بن عربی اور شیخ سہروردی کا بہت سارا کلام اسی فن اعتبار سے متعلق ہے۔ انتہی

فوز الکبیر میں مرقوم ہے کہ صوفیاء کے اشارات اور ان کے اعتبارات درحقیقت فن تفسیر سے تعلق رکھنے والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ استماع قرآن کے وقت سالک کے قلب پر بہت سی، چیزیں ظاہر اور منکشف ہوتی ہیں۔

اور نظم قرآن کے درمیان اور اس حالت کے درمیان متولد اور منکشف ہوتی ہیں جو کہ سالک رکھتا ہے یا جو معرفت کہ اس کو حاصل ہے، اس سے متولد ہوتی ہیں جیسا کہ ایک شخص لیلیٰ ومجنوں کا قصہ سنتا ہے اور اپنی محبوبہ کو یاد کرتا ہے، اور جو معاملہ کہ اسکے اور اسکی محبوبہ کے درمیان گزرا ہوتا ہے وہ اس کے ذہن پر مستحضر ہو جاتا ہے۔

اس مقام پر ایک اہم فائدہ جان لینا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فن اعتبار کو مستند قرار دیا ہے اور اس راہ میں آپؐ نے سلوک فرمایا ہے تاکہ علمائے امت کے لیے سنت قرار پائے اور ان کے لیے علومِ وہبی کا ایک دروازہ کھل سکے۔ انتہیٰ

مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی اس مقدمہ میں صوفیاء کے ساتھ مخالفت رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے ہم عصر مشائخ ان کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے حتیٰ کہ ان کے شاگرد رشید قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی ان کی مخالفت کرتے ہوئے، ان پر جرح کی ہے۔

چناں چہ وصیۃ رابعہ کی شرح میں اپنے استاد کے قول کی تردید میں اس طرح رقم طراز ہیں:

فقیر محمد ثناء اللہ کہتا ہے کہ شیخ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ صوفیاء فنا وبقا کو اصل مطلب اور مقصود جانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شارع علیہ السلام نے فنا وبقا کو صرف خواص کے لیے مقرر کیا ہے اور عوام پر صرف ظاہر شرع کی پابندی لازم ہے اور متکلمین کہتے ہیں کہ شریعت کے ماسوا جو چیز بھی ہے وہ مطلوب ومقصود نہیں اور حضرت شیخ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

ظاہر شرع کے تعلق سے متکلمین جس بات کے قائل ہیں وہ نوع انسان کی صورت کا مقتضیٰ ہے اور نوع انسان کے جمیع افراد، نوع کو شریعت کا حکم ماننا ان میں صورت نوعیہ کے گھل مل جانے کی وجہ سے لازمی ہے۔ اور افراد کی خصوصیت کو اس مقام میں کوئی دخل نہیں ہے اور فنا وبقا اور استہلاک وغیرہ جن کو اصل مطلوب کہتے ہیں وہ بعض افراد کی خصوصیت کے اعتبار سے مطلوب اور مقصود ہے۔ اور یہ احکام الٰہی میں سے نہیں ہے یعنی اس کے تعلق سے

شریعت خاموش ہے بلکہ فردیت کی خصوصیت کی جہت سے زبانِ حال اس کا تقاضا کی ہے۔ اوراس پر شارع کے کلام کو ہرگز محمول نہیں کیا جاسکتا نہ صراحتاً اور نہ اشارۃً لیکن کوئی بھی شخص اعتبار کے طریقہ سے سمجھ سکتا ہے۔

اس کلام کا خلاصہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ شریعت ایک چیز ہے اور فنا و بقا وغیرہ مطالبِ صوفیاء کی دوسری علاحدہ چیز ہے۔ جو شریعت سے ماخوذ اور مستفاد نہیں ہے بلکہ اعتبار کے طریق سے مستفاد اور ماخوذ ہے۔

اور فقیر کے نزدیک حق یہ ہے کہ فنا و بقا وغیرہ مطالب صوفیا، شریعت سے صراحت کے ساتھ ثابت ہیں۔ چناں چہ قابل اعتماد صوفیا کے مطالب چند یہ ہیں:

(۱) ماسوا اللہ کے تعلق سے قلب کو پاک وصاف کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس درجہ اس حد تک استہلاک کہ اپنے نفس بلکہ ذکر کو بھی فراموش کردے۔ اس حالت اور مقام کو تصوف کی زبان میں یادداشت دوام حضور قلب اور فنا قلب کہتے ہیں اور شریعت کی زبان میں احسان سے تعبیر کرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو بلا شک وشبہ وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

مولانا روم اس حالت کے تعلق سے فرماتے ہیں:

صوفی کا مطلوب و مقصود ایک ہی حرف ہے۔ برف کی طرح پاک اور صاف وسفید دل کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔

اس مقام سے متعلق سرور پیغمبرانِ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آگاہ رہو، بے شک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ درست رہا تو سارا بدن درست رہے گا اور اگر وہ خراب ہو گیا تو سارا بدن خراب ہوگا۔ آگاہ رہو کہ گوشت کا وہ ٹکڑا قلب ہے۔

اور یہ بات جو حدیث میں وارد ہے کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ یہ سیاہی سارے قلب پر محیط ہو جاتی ہے۔اس کی ضد یہی قلب کی درستگی اور اصلاح ہے۔

(۲) دوسرا اثر تزکیہ نفس ہے۔یعنی نفس کو رذیل اخلاق سے پاک وصاف کرنا اور اس کو اوصاف حمیدہ سے آراستہ کرنا۔اس کو تصوف کی زبان میں فناء نفس اور بقاء نفس سے تعبیر کرتے ہیں۔اخلاق رذیلہ کے حرام ہونے سے متعلق اور اخلاقِ حمیدہ کے واجب ہونے سے متعلق شریعتِ مطہرہ اس حد تک بآواز بلند ناطق ہے کہ اس کی نظر میں اخلاقِ حمیدہ کے بغیر اعمال جوارح کی کوئی وقعت نہیں ہے۔نماز اور اس کے مانند اعمال ریا کے ساتھ اخلاص کے بغیر لہو ہے اور اکثر مباح اعمال نیت نیک کے ساتھ اجر وثواب کے مستحق ہیں اور قربِ الٰہی کے ان مقامات میں شامل ہو جاتے ہیں۔خدا رسیدہ صوفیاء جن کی تحصیل کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔

پیغمبرِ اسلامؐ نے تنصیص فرمائی ہے کہ (لا یزال عبدی یتقرب۔الحدیث) میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ میں اس کو دوست بنالیتا ہوں۔پس جب اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔اور اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اس حدیث کو اربابِ وحدۃ الوجود اور اصحابِ وحدۃ الشہود ہر ایک نے اپنے اپنے فہم وذوق کے مطابق معانی پر حمل کیا ہے اور لا یزال کا کلمہ قرب کے درجات ومراتب کی عدم انتہا پر دلالت کرتا ہے۔پس صوفیاء کے یہ مطالب،شریعت سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں نہ کہ اعتبار کی راہ سے۔

پس متکلمین نے یہ جو بات کہی ہے کہ شریعت کے علاوہ جو بھی ہے وہ کوئی مطلوب اور مقصود شئے نہیں ہے، صحیح ہے۔ کیوں کہ بعض متکلمین نے بعض ایسی چیزوں پر عمل نہیں کیا ہے جن کے متعلق شرعی احکام وارد ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو حج میسر نہیں ہوا۔ اسی طرح بعض لوگوں کو فناء نفس وفناء قلب میسر نہ ہوسکا۔

اور صوفیاء نے یہ بات جو کہی ہے کہ اصل مطلوب فنا وبقاء اور استہلاک ہے اور دیگر احکام جن کے متعلق شریعت ناطق ہے وہ اعتبار کے پہلو میں نہیں ہے۔ یہ بھی حق اور صواب ہے۔ کیوں کہ نماز اور روزہ اخلاص کے بغیر کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے اور اسلام کے مراتب میں اصحاب کا مرتبہ شریعت میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی لیے صورت نوعیہ انسان جو زبانِ حال سے شریعت کو مبدأ فیاض یعنی اللہ تعالیٰ سے التماس کی تو سب سے پہلے فناء نفس وفناء قلب ہی کو طلب کیا۔

گو کہ ظاہر میں بعض افراد کو یہ دولت میسر نہ ہوی جیسا کہ بعض دوسرے افراد کو اعمالِ ظاہری بلکہ ایمان بھی میسر نہ ہوا۔

لقد خلقنا الانسان الایة یعنی انسان کی استعداد بلند وبرتر ہے۔ شریعت تقاضہ کرتی ہے۔ فی احسن تقویم اسی سے کنایہ ہے۔ اور جب بعض افراد نے اس استعداد کو ضائع کردیا تو اسفل السافلین میں بے عزتی کے ساتھ ڈھکیل دیے گئے۔

حاصلِ کلام! شیخ نے یہ بات کہی ہے کہ انسلاخ اور استہلاک کے مقدمات میں افراط اور ان میں ہر کس وناکس کا مشغول ہونا، دین میں ایک مہلک اور سخت بیماری ہے۔ یہ بات فقیر کی فہم ناقص میں نہیں آرہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو یہاں تک کہ لوگ تم کو مجنون کہیں اور یہ حکم جمیع افراد انسان کے لیے عام ہے۔ انتہیٰ

مذکورہ توضیحات سے یہ حقیقت واضح ہوی کہ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کے نزدیک شریعت ایک چیز ہے اور فناء و بقاء وغیرہ مطالبِ صوفیاء ایک دوسری چیز ہے۔ جیسا کہ بعض متکلمین کا بھی یہی موقف ہے۔

اور قاضی صاحب کے نزدیک جس طرح متکلمین کے مطالب شریعت سے ماخوذ اور مستفاذ ہیں اسی طرح صوفیاء کے مطالب بھی شریعت سے ماخوذ اور مستفاذ ہیں یہی ہے۔ چنانچہ صوفیہ کرام کا موتوف یہی ہے۔ اس لیے اکابر اولیاء اللہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے ''فتوح الغیب'' اور ''ملفوظات'' میں اور سند العلماء مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ''تفسیر عزیزیہ'' میں اور مولانا اسماعیل دہلوی نے ''صراط مستقیم'' کے ابتدا میں مطالبِ صوفیہ کو باطن شریعت سے تعبیر کیا ہے۔

نیز مولانا دہلوی کے نزدیک مطالبِ صوفیہ شریعت سے صراحتاً ہیں نہ اشارۃً بلکہ اعتبار کے طریق سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اور قاضی صاحب کے نزدیک مطالبِ صوفیاء، شریعت سے صراحت اور اشارۃ دونوں طرح سے ماخوذ ہیں۔ نیز مولانا دہلوی کے نزدیک افراد کی خصوصیت کو اصل اقتضاء میں دخل ہے۔ اور قاضی صاحب کے نزدیک کمالات کی تحصیل میں افراد کو اصل اقتضاء ہی میں شرکت ہے۔ نیز مولانا دہلوی مطالب صوفیاء کو عوام سے پوشیدہ رکھنے کے قائل ہیں، لیکن قاضی صاحب ان کو آشکار کرنے کے قائل ہیں۔

اس لیے مختلف سلاسل کے مشائخ کبار و اولیاء کرام اور شیخ بہاء الدین زکریا، نظام الدین بداونی، نصیر الدین چراغ دہلوی، سید گیسو دراز بلکہ سید احمد مجاہد اور ان کے خلفاء وغیرہ نے بھی مطالبِ صوفیاء کو آشکار کرنے کا حکم دیا ہے اور عموماً لاکھوں کروڑوں اشخاص صوفیاء کے طریقہ میں بیعت کئے ہوئے ہیں اور ان حضرات کرام نے بھی افراد کی خصوصیت کا لحاظ کئے بغیر سارے لوگوں کو دعوت الی اللہ دی اور مطالبِ صوفیا کے سلوک میں مشغول کیا۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان صوفیاء نے کلموا الناس علی قدر عقولہم (الحدیث) لوگوں کے ساتھ ان کے عقل وفہم کے مطابق کلام کرو، کے مصداق استفادہ کرنے والوں کو ان کی عقل وفہم کے مطابق مسائل کو سمجھایا۔

حاصلِ کلام! یہ دونوں بزرگ مولانا دہلوی اور قاضی صاحب اگر چہ کہ ان امور میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن مطالب صوفیاء کی حقانیت اور ان کی صحت ودرستگی سے متعلق دونوں متفق ہیں۔ اور اس بلند وبرتر جماعت کے عالی مرتبت ہونے پر اور اس کی بزرگی وشرافت پر بھی متفق ہیں۔

اس مقام میں بعض عوام افراط وتفریط کا شکار ہیں اور عجیب وغریب راگ الاپ رہے ہیں کبھی مطالب صوفیاء کو دین سے علاحدہ کرتے ہیں اور ان حضرات کو بھی گمراہ کہہ دیتے ہیں جو ان مطالب کے قائل ہیں۔ اور کبھی لفظِ اعتبار سے مراد معتبر کا اعتبار کہتے ہیں، جو مولانا دہلوی کے کلام میں واقع ہے اور کبھی مطالبِ صوفیاء کو غیر واقع اور بے حقیقت خیال کرتے ہیں، مزید اس پر طرفہ یہ ہے کہ بعض لوگ اس طرح کی راگ راگنی کے باوجود صوفیاء کے طریقہ میں بیعت کرتے بھی ہیں اور بیعت کراتے بھی ہیں۔ ان ھذا الشئ عجاب: بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وحدة الوجود

مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ وحدۃ الوجود حق اور واقع کے مطابق ہے۔ کیوں کہ اس کے ثبوت میں دلائل عقلیہ اور نقلیہ موجود ہیں۔ جیسا کہ یہ مسئلہ شیخ علی مہائمی گجراتی کی کتاب ''ادلة التوحيد'' میں شرح وبسط کے ساتھ موجود ہے۔ انتہی۔

صوفیاء نے عالم کو حق تعالیٰ کا جو عین کہا ہے، اس قول سے جمیع وجوہ کے ساتھ عینیت مراد نہیں ہے بلکہ عالم ایک وجہ سے حق تعالیٰ کا عین ہے تو ایک وجہ سے حق تعالیٰ کا غیر ہے، جیسا کہ زید جو نوعِ انسان کا ایک فرد ہے حقیقت کے اعتبار سے نوع کا عین ہے اور تعیّن کے اعتبار سے غیر ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی ''الطاف القدس'' میں فرماتے ہیں۔

''ظہور'' ظاہر اور مظہر کے درمیان ایک نسبت ہے اور اس نسبت کا حکم دوسری تمام نسبتوں کے حکم کا غیر ہے۔ اس لئے کہ وہ ظاہر جمیع اعتبار سے مظہر کا عین نہیں ہے اور جمیع کے اعتبار سے مظہر کا غیر بھی نہیں ہے۔ مانند نوعِ انسان بہ نسبت افراد انسان۔

اگر نوع (حیوان ناطق) جمیع وجوہ کے ساتھ اس فرد (مثلاً زید) کا عین ہوتا تو یہ فرد (مثلاً زید) دوسرے فرد (مثلاً عمر) پر محمول ہونا چاہئے۔ جیسا کہ نوع یعنی حیوانِ ناطق زید وعمر پر محمول ہوتا اور اگر جمیع وجوہ کے ساتھ اس فرد کا غیر ہوتا تو (مثلاً زید انسان ہے) **هذا انسان** صحیح نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ **هذا حجر** (زید حجر ہے) صحیح نہیں ہے۔

نوع انسان ونوع فرس، حیوان کی طرف نسبت کرتے ہوئے اور حیوان وشجر، نامی کی طرف نسبت کرتے ہوے اور نامی و جماد جسم کی طرف نسبت کرتے ہوئے اور جسم ومجرد، جوہر کی طرف نسبت کرتے ہوئے اور جوہر وعرض، وجود عام کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہی کیفیت رکھتے ہیں۔(یعنی **من کل الوجوه** عین بھی نہیں غیر بھی نہیں) لہذا یہ امر بدیہی ہے کہ ان مقامات میں ایک دوسرے پر محمول ہونے کا مصداق اور ایک دوسرے کے مغایر ہونے کا مصداق دونوں پائے جاتے ہیں۔ اور اس صورت میں دونوں قبیل کے احکام کی گنجائش ہوتی ہے۔ ناقص عقلیں کبھی ان (مصداق حمل وتغایر) کو جمیع وجوہ کے ساتھ عین شئے کی قبیل سے قرار دیتی ہیں جیسے ملاحدہ۔

اور جب عینیت کے بعض لوازم نہ پائے جائیں تو اس عقیدہ کی تنقیض کر دیتی ہیں اور کبھی ان کو جمیع وجوہ سے غیر شئی کی قبیل سے قرار دیتی ہیں۔ جیسے اکثر متکلمین اور جب غیریت کے بعض لوازم نہ پائے جائیں تو متحیر ہو جاتی ہیں۔

عقول سلیمہ جانتی ہیں کہ عالم اور حق تعالیٰ کے درمیان عینیت اور غیریت کی نسبت کے علاوہ ایک اور ہی نسبت ہے۔ خصوصیاتِ عالم میں سے جو بھی خصوصیت ظاہر و باہر ہے ساحتِ وجود عام اس کے غبار سے پاک ہے۔ جیسا کہ جلد کی سیاہی، قد کی کوتاہی، زبان کی لکنت، نوعِ انسان کو ملوث نہیں کرتی، ہر چند کہ کالا، کوتاہ قد اور صاحب لکنت انسان ہی ہے اور جو بھی چیز مطلق ہونے کی حیثیت سے اطلاق کے مرتبہ سے ظاہر ہوی ہو اس کو خصوصیت کے ساتھ منسوب نہیں کر سکتے چنانچہ نوع ہونے، کلی ہونے، اور مطلق ہونے کو اس فرد کے ساتھ منسوب نہیں کر سکتے۔(یعنی ایک فرد لنگڑا ہو تو کہہ نہیں سکتے کہ نوع لنگڑی ہے، کلی لنگر ہے، مثلاً زید لنگڑا ہو تو کہہ نہیں سکتے کہ حیوان ناطق لنگڑا ہے) ہر چند کہ مطلق مقید میں ہے۔ (جیسے حیوان ناطق زید میں ہے)

جب ان انواع مختلفہ میں قسم قسم کے خواص ہاتھ لگ جاتے ہیں تو (الاشیاء تعرف باضدادھا۔اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں) کہ حکم کے مطابق عقل ان امور متغائرہ کی سند سے مختلف انواع کے ثبوت کا یقین کر لیتی ہے۔اور ہر ایک کو دوسرے سے فرق کر کے پہچان لیتی ہے۔ برخلاف وجود عام کے کہ اس کا کوئی غیر، محسوس اور معقول نہیں ہے کہ عقل اس کے اندر تصرف کر کے اس میں اور اس کے غیر میں فرق کر سکے۔اس کے باوجود یعنی وجود عام کا کوئی غیر نہ ہونے کے باوجود، وجود عام پر لطافت پر لطافت اور بساطت پر بساطت چڑھی ہوئی ہے۔لہٰذا حیرت کے سوا کوئی چیز عقل کے ہاتھ نہیں لگتی۔اسی لئے فلاسفر نے جوہر اور عرض کے درمیان حقیقت مشترکہ کا اثبات نہیں کیا اور وجودِ عام کو جنس اعلیٰ شمار نہیں کیا۔شاہ صاحب کے کلام کا خلاصہ ختم ہوا۔

مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی ''مکتوب مدنی'' میں فرماتے ہیں:

''صوفیاء نے عالَم کو حق تعالیٰ کا عین قرار دیا تو اس سے ان حضرات نے وجودات خاصہ کی نفی کا ارادہ نہیں کیا جو مختلف مراتب کی جانب وجود کے تنزل سے حاصل ہوتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے معنی تنزل اور ظہور کے افادے کا ارادہ کیا ہے۔جیسے ایک معقولی کہتا ہے کہ زید اور عمر ایک ہیں تو اس سے مراد نوع میں مماثلت ہے نہ کہ ان دونوں کے درمیان ہر وجہ سے اتحاد ہے اور کہتا ہے کہ انسان اور فرس ایک ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان اور فرس یہ دونوں حیوانیت میں مشترک ہیں اور کہتا ہے کہ بہادر اور شیر ایک ہیں تو اس سے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شجاعت میں دونوں ایک ہیں۔

اسی طرح صوفیاء عالم کو حق تعالیٰ کا عین کہتے ہیں تو اس سے وجودِ منبسط میں تعیّن کلی اور حق تعالیٰ کے ساتھ وجود منبسط کا قیام مراد لیتے ہیں۔ بالکلیہ تمایز کی نفی مراد نہیں لیتے۔

کسی صوفی نے کہا ہے،

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد　　　　گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

وجود کا ہر مرتبہ ایک حکم رکھتا ہے۔ اگر فرقِ مراتب کا لحاظ نہ کرو تو تم زندیق ہو۔

مولانا عبد الرحمٰن جامی اور تحفہ مرسلہ کے مصنف اور دیگر صوفیائے کرام نے غیریت کو اعتباری قرار دیا ہے۔ اس سے ان حضرات کی مراد اعتبارِ واقعی اور حقیقی ہے۔ معتبر کا اعتبار مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ شاہ صاحب مکتوبِ مذکور میں رقمطراز ہیں:

یہ نہیں کہا جائے گا کہ صوفیاء اس بات کو لازم قرار دیتے ہیں کہ حقائق امکانیہ اعتبارات ہیں اور وجود کے ساتھ اضافات لاحقہ ہیں۔ اس لئے کہ ہم کہیں گے کہ صوفیاء کہتے ہیں۔ بے شک آگ، پانی کا غیر ہے اور پانی، ہوا کا غیر ہے اور انسان گھوڑے کا غیر ہے۔ اگرچہ کہ وجود ان سب (آگ، پانی، ہوا، انسان، گھوڑا) کو شامل ہے۔ لامحالہ انہوں نے اعتبارات اور اضافات سے ایک ایسا معنی مراد لیا ہے جو اس تغائر کا مزاحم نہ ہوگا جو اختلافِ احکام کا منشاء ہے۔

اور یہ معنی ومفہوم وہی ہے جس کی تعبیر کثرت، حقیقی اور وحدت، اعتباری سے کی گئی ہے جب کہ ہم اس کی حقیقت کی کثرت مراد نہیں لیتے بلکہ احکام کی تمیز اور آثار کا اختلاف اور حقائق کا تغیر مراد لیتے ہیں۔ جو کہ وجوداتِ خاصہ ہیں اور اصل وجود میں ان کا اختلاف مراد نہیں اور ہرگز ہرگز وجود واحد منبسط کی جانب سے اپنے موجودہ ڈھانچوں کے ساتھ ان کا عدمِ رجوع بھی مراد نہیں لیتے ہیں۔

نیز شاہ صاحب مکتوب مذکور میں فرماتے ہیں:

اور ویسے ہی میرے نزدیک مولانا عبد الرحمٰن جامی کا کلام مسلم ہے۔ کیوں کہ ان کا مقصود حقائق اور ان کے متعلقات کے اصل ہونے کی نفی ہے اور بے شک حقائق اور ان کے متعلقات، وجود حق تعالیٰ کے لئے اعتبارات اور اضافات ہیں۔ اس معنی ومفہوم میں کہ ان

کے اندر وجودِ حق ظاہر اور متعین ہے فرقِ اعتباری کے معنی و مفہوم میں نہیں۔ انتہی۔

نیز شاہ صاحب مکتوب مذکور میں فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ وحدۃ الوجود کے قائل صوفیاء کا یہ قول عقل و کشف کے اعتبار سے صحیح ہے۔ اس لئے کہ جب تم کہتے ہو کہ معرکہ قتال میں جسم ہی متحقق ہے۔ پس وہی قاتل ہے اور وہی مقتول ہے اور وہی قتل کا آلہ ہے اور وہی سوار ہے اور وہی سواری ہے اور وہی زین ہے اور وہی تلوار ہے اور وہی نیزہ ہے اور وہی کمان ہے اور وہی تیر ہے اور وہی تیر چلانے والا ہے اور وہی نشانہ ہے۔ اور وہی شکست دینے والا اور وہی شکست خوردہ ہے اور وہی حملہ کرنے والا ہے اور وہی حملہ کیا گیا ہوا ہے۔"

سوائے اس کے کہ جسم ان اسماء میں سے کسی بھی اسم کا مستحق نہیں بنا ہے اگر بنا ہے تو ایک کیفیت خاصہ اور معنیٔ خاص کے ذریعہ مستحق بنا ہے۔ اگر ہم ان کیفیات کے جسم سے متصل ہونے کو قطعِ نظر کر کے ان پر غور و فکر کریں تو وہ معدوم ہوں گی اور ان کیفیات سے ان کے آثار کا صدور بھی نہ ہوگا اور اگر جسم کے ساتھ ان کا انضمام ہو جائے تو وہ کیفیات موجود ہوں گی اور ان کے آثار کا صدور بھی ہوگا اور جسم ان کیفیات کا محل ہے۔ اور ان کیفیات کا حامل بھی ہے (جسم) اپنے وجودِ خارجی سے قبل عقل و تقدیر میں ان معانی کے لئے قابل اور مستعد بھی ہے۔ اور یہ کثیر صورتیں معدوم محض ہیں اگر جسم سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کی جانب ملاحظہ کیا جائے تو ان صورتوں کے لئے کوئی تحقق اور وجود نہیں ہے۔ اور یہ تمام موہوم ہیں۔ اور اگر ان کو جسم کے انضمام کے ساتھ ملاحظہ کیا جائے تو یہ تمام صورتیں موجود ہیں۔ اور جب جسم تلوار کی صفت و کیفیت سے متصف ہو جائے اور کبھی نیزہ کی صفت سے تو جسم اسباب کا یعنی بڑھئی، لوہار، لکڑی، لوہا، آگ، بھٹی، ہتھوڑی، تیشہ اور آرہ وغیرہ کا مقتضی ہوگا۔ یہاں تک کہ معدوم موہوم (تلوار اور نیزہ) اور موجود (جسم) کے درمیان ایک نسبت پیدا ہوگئی۔

جس کی اینیت معلوم اور کیفیت مجہول ہوگی اس نسبت کی وجہ سے۔

یہ معدوم (تلوار و نیزہ) وجودِ خارجی سے متصف ہوگا اور اس وقت تلوار اور نیزہ کے وجود کا معنی وجود (جسم) کے ساتھ معدوم (تلوار و نیزہ) کا ارتباط ہے۔ اس طرح کہ اس کے لئے وجود سے اسم کا اشتقاق صحیح ہوتا ہے اور عمومی طور پر جسم صور کثیرہ کے لئے متحمل ہو جاتا ہے۔ پس جب جسم تلوار کی صفت سے متصف ہو گیا تو تلوار کے احکام قطع و برید وغیرہ سے آراستہ بھی ہو جائے گا۔ اور ایک تعینِ خاص کے ساتھ متعین ہو جائے گا۔ اور اپنی بعض متحمل صورتوں میں ظاہر ہوگا۔

پس اس وقت کہا جائے گا کہ جسم ایک مظہر خاص میں ظاہر ہوا ہے اور وہ تلوار ہے۔ اس وقت سارا کلام صحیح ہو گیا جس سے کسی عاقل کو انکار ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے یہ تو صرف لفظی مناقشات ہیں جو وضع اور عرف کی جانب لوٹتے ہیں اور ہمارے نزدیک ان مناقشات میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

جب تم جسم کے بارے میں اس قدر سمجھ چکے ہو تو پس وجود بذریعہ حمل مواطاۃ اس اطلاق کے لئے اولیٰ ہے پھر موجود جس کا معنی ہے ہر وہ شئی جو وجود سے متصف ہے بلا شک و شبہ وہ صفتِ انتزاعیہ ہے۔

لہٰذا ہمیں اس صفتِ انتزاعیہ سے بحث کرنا چاہئے کہ کیا اس صفتِ انتزاعیہ کے لئے خارج میں، انتزاع کا کوئی سبب ہے یا یہ صفت انتزاعیہ۔

انیاب الغول (بھوت کے دانت) کے مرتبے میں ہے (یعنی اس کا کوئی سبب نہیں ہے) اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عقل خارج میں انتزاع کے سبب اور منشا کا حکم کرتی ہے اور انیاب الغول کے احتمال ثانی کو منع کرتی ہے۔ اور جب یہ جسم کا حکم ہو تو یہی بطریق اولی وجود حقیقی کا حکم ہوگا جو خارج میں منشاء و انتزاع ہے۔ انتہی۔

اس موضوع پر مکتوب نگاری اور بھی بحث موجود ہے۔ یہ مقام اس کے نقل کا متحمل نہیں۔

اسی سے یہ حقیقت سمجھ لینی چاہئے کہ وجود ما نحن فیہ میں ہستی کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور وہ حق سبحانہٗ تعالیٰ ہے۔ اور وجود حقیقی ایک ایسی حقیقت ہے جو ان تین صفات سے متصف ہے۔

اول یہ کہ حق تعالیٰ کی ہستی ازلاً اور ابداً اس کی اپنی ذات ہی ہے۔

دوم یہ کہ موجودات کا قیام حدوث و بقاء کے اعتبار سے اسی کی ذات سے ہے۔

سوم یہ کہ اس کا غیر وقوع اور امکان کے اعتبار سے خارج میں متفی نہیں ہوگا۔

اور یہ انتفاء تحقیق اور حصول کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ بعض حکماء اور متکلمین کا موقف ہے۔ اس لئے کہ تحقیق اور حصول معانی مصدر یہ میں سے ہیں اور معانی مصدر یہ خارج میں موجود نہیں ہیں۔ بلکہ وہ موجوداتِ ذہنیہ میں سے ہیں۔ لہٰذا اس معنی میں لفظ وجود کا اطلاق حق تعالیٰ کی ذات پر جائز نہیں۔ جیسا کہ مولانا مولوی رفیع الدین نقشبندی قندھاری نے ''سلوکِ قادریہ'' میں تحریر کیا ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ ظاہر کا ظہور مظاہر میں تین قسم پر ہے۔

اول مجرد کا ظہور مجرد میں جیسے حق تعالیٰ کی ذاتِ واحد کا ظہور کثیر اسمائے الہیہ میں۔

دوم مجرد کا ظہور شئی مادّی میں جیسے جان واحد کا ظہور جسم کے کثیر اجزاء میں۔

سوم شئی مادّی کا ظہور شئی مادّی میں جیسے مختلف رنگوں اور شکلوں والے کثیر آئینوں میں شخصِ واحد کا ظہور۔

ان تینوں ظہور میں ظاہر تغیر و تبدل اور تقسیم و تجزی اور اس کے حلول و اتحاد کی گنجائش نہیں ہے۔ امام ربانی مکتوبات کی جلد سوم کے ۸۹ ویں مکتوب میں لکھتے ہیں:

"یہ فقیران کے اطلاقات سے ہمہ اوست کا معنی سمجھتا ہے وہ یہ ہے کہ حادث کی یہ تمام متفرق جزئیات ایک ذاتِ تعالیٰ کا ظہور ہیں۔ اس رنگ میں کہ مثلاً زید کی صورت جو متعدد آئینوں میں ظاہر ہوی ہے زید کی ایک ذات کا ظہور ہے۔ یہاں کونسی جزئیت اور اتحاد ہے۔ اور کون سا حلول اور تلوّن، زید کی ذات ان تمام صورتوں کے باوجود اپنی اصلی حالت کی خالصیت پر برقرار ہے اور آئینوں کی یہ صورتیں نہ کچھ بڑھی ہیں نہ کچھ گھٹی ہیں۔"

اس جگہ میں جہاں زید کی ذات ہے ان صورتوں کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔ تا کہ حلول وسریان جزئیت واتحاد کی نسبتوں میں سے کسی نسبت کو اس کی طرف منسوب کر سکیں۔

الأن کما کان کے راز کو اسی جگہ سمجھنا چاہیے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جس مرتبہ میں ہے وہاں عالم کو قبل ظہور جیسے گنجائش نہیں تھی بعد از ظہور بھی وہاں گنجائش نہ ہوگی۔

پس اللہ تعالیٰ **لا محالہ الأن کما کان** ہی ہوں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وجود، وحدت الوجود اور وحدۃ الشہود کے معنی میں اختلاف کا بیان

واضح ہو کہ وجود کی ماہیت میں اختلاف ہے۔ ''رشحات'' کے مصنف ملاّ عبدالغفور کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حکماء اور صوفیاء کو اس وجود کے بارے میں اختلاف ہے جو موجودات کے آثار کا مبدا ر ثابت ہوا ہے۔ وہ کون سا وجود ہے؟

شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی اور صوفیاء کی ایک قلیل جماعت اور حکماء و متکلمین کی اکثریت کی یہ رائے ہے کہ وجود حق تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت کا نام ہے جو موجودات پر افاضہ کی گئی ہے۔ اور فیض وجودی وجود عام اور نفس الرحمٰن وغیرہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور شیخ محی الدین ابنِ عربی اور آپ کے متبعین اور متقدمین و متاخرین میں اصحابِ تقویٰ وارباب تحقیق صوفیاء کی اکثریت اور حکماء و متکلمین کی اقلیت کی یہ رائے ہے کہ وہ وجود جو مبداء آثار بنا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کا وجود ہی ہے جو اپنی حقیقت کا عین ہے، غیر نہیں۔

پس سارے ممکنات، وجود واجب سے موجود ہیں یعنی ذات حق کو اشیاء کے ساتھ ایک قسم کی معیت کا تعلق واقع ہے کہ یہ معیت مجہول الکیفیت ہے۔ انبیاء اولیاء اور حکماء میں جو ارباب تحقیق ہیں ان میں سے ایک فرد بھی اس معیت اور اس کی حقیقت کے راز کے درپے نہیں ہوا ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہ ہوا ہے کہ جو کچھ افراد اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق معیت

کے راز پر مطلع اور واقف ہوئے ہیں اور جو بھی تمثیل ذاتِ حق کی معیت کے ساتھ مشابہہ ہے اس کے ساتھ کسی قدر مناسبت رکھتی ہے۔ نہ کہ معیت الٰہیہ فی الواقع ایسی ہی ہوگی جیسے معروض کے ساتھ عارض کی نسبت جیسے (کوزہ کی معیت مٹی کے ساتھ اور مٹی کی معیت کوزہ کے ساتھ) اور بعض کے نزدیک وجود امر انتزاعی ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ وجود امر انتزاعی ہے جس سے ماہیات متصف ہوتے ہیں اور بنانے والے نے ماہیت کو ماہیت اور وجود کو وجود نہیں بنایا بلکہ ماہیت کو موجود بنایا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ قول بذاتِ خود درست تو ہے لیکن وجود کی معرفت کو اسی میں حصر کرنے کے اعتبار سے اور وجود حقیقی کی بحث میں ذکر کرنے کے اعتبار سے غلط ہے۔ بلاشک وشبہ ہم ایک امر انتزاعی کا ادراک کرتے ہیں اور اس کو وجود کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ماہیات سے موصوف کرتے ہیں اور وجود کی صفت سے متصف کرنا جعل جاعل (حق تعالیٰ) کے آثار میں سے ایک اثر اور جاعل کے لئے مسبّب ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ جاعل نے ماہیت کو بنادیا اور اپنی ذات سے ماہیت کو صادر کردیا اور اس کے صدور کے بعد دیکھنے والوں نے ظہور فاعلیت اور قابلیت وغیرہ میں سے بعض احوال کو دیکھا۔ اس وقت ان کے سینوں میں ایک صورت مرتسم ہوگئی جو وجود کے نام سے موسوم ہوئی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ قول بھی بذاتِ خود درست ہے لیکن اس میں وجود معرفت کو حصر کرنے کے اعتبار سے غلط ہے۔ پس ہم خارج میں قطعی طور پر باہم متفرق اور ایک دوسرے سے ممتاز امور کا ادراک کرتے ہیں اور انہیں اسمائے مختلفہ سے موسوم کرتے ہیں۔ بلاشک شبہ امور متمائزہ جعل وجاعل ہی سے ہیں۔

وجود کے اسی اختلاف میں مولانا شاہ ولی اللہ مکتوب مدنی میں فیصلہ فرماتے ہیں۔

حق وصواب یہ ہے کہ بے شک یہاں وجودات خاصہ ہیں جن کا نام ہم نے ماہیات رکھ دیا جو دوسرے دو وجودوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک وجود وجدانی ہے جو موجودات کی شکلوں اور صورتوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اور یہ وجودِ وجدانی، وجوداتِ خاصہ پر متقدم ہے اور وجودات خاصہ، وجود کے بعض عموم کے لئے تنزلات اور تعینات ہیں۔ اور وجود و ماھیات کے درمیان اینیت کے معلوم اور کیفیت کے مجہول کے ارتباط سے وجودات خاصہ حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہی ماہیات وجود منبسط کے شئوں اور حالات اور اس کے صور علمیہ ہیں۔

اور ان میں سے دوسرا وجود منتزع ہے جو اجمالاً وجوداتِ خاصہ کے ملاحظہ سے منتزع ہے۔ ان دونوں وجودات کے قائل افراد میں سے ہر ایک نے حق وصواب کو تو پالیا لیکن ایسی چیز پر اکتفاء کر کے جو بیمار کو شفاء نہ دے اور سوزشِ دروں کو نہ بجھادے غلطی کر بیٹھے۔

صوفیاء کا کہنا ہے کہ جو شئی خارج میں ہوگی اور اس کے اوپر آثار خارجیہ مرتب ہوں گے تو وہ اس بات سے خالی نہ ہوگی کہ خارج میں اپنے حصول میں اور اس کے اوپر آثارِ خارجیہ کے درست ہونے میں یا تو کسی ضم ضمیمہ کے انضمام کی جانب محتاج ہوگی یا محتاج نہ ہوگی اگر محتاج ہوگی تو وہ شئی ممکن ہے اور اگر محتاج نہ ہوگی تو واجب ہے

اور ہم نے اپنے ذوقِ ووجدان سے ادراک کیا ہے کہ بے شک ضمیمہ وہی وجود ہے جو موجودات کی شکل اور صورتوں میں پھیلا ہوا ہے۔ اور وہ ایک ایسی شئی ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے اور اپنے غیر قیام کا باعث ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک آثارِ معلومہ میں سے کسی نوع کے ساتھ مختص اور فی نفسہ متعین نہیں ہے۔ لیکن وجود منبسط کے لئے علماً وعیناً کئے

تنزلات ہیں۔

پس ان ہی تنزلات کی وجہ سے آثارِ خاصہ معلومہ سے متعین اور مختص ہوگیا ہے۔اوراس کے تنزل کے مراتب میں سے پہلا مرتبہ بالذات، اپنے نفس کے لئے اس کی تجلّی ہے۔ایسی شانِ کلی کے ساتھ کہ کوئی بھی شان کوئی بھی حالت قطعاً اس سے خارج نہ ہو۔

پھر وجود کا تنزل اس شانِ کلی کی تفاصیل کی جانب علمی ہے عینی نہیں۔ پھر وجود کا تنزل مذکور تفصیل میں عینی ہے جیسے علمی تھا۔انتہی۔

یہ ہے وہ اختلاف جو وجود کے معنی میں صوفیاء نے کیا ہے۔لیکن وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے معنی میں اختلاف یہ ہے جس کو مولانا شاہ ولی اللہ نے مکتوب مدنی میں تحریر کیا ہے۔ملاحظہ ہو:

جان لیجیے! بے شک وحدۃ الوجود اور وحدہ الشہود دو لفظ ہیں جن کا اطلاق دو مقام میں ہوتا ہے۔کبھی یہ لفظ سیر الی اللہ کے مباحث میں استعمال ہوتے ہیں۔پس کہا جائے گا کہ اس سالک کا مقام وحدۃ الوجود ہے اور اس سالک کا مقام وحدۃ الشہود ہے۔

وحدۃ الوجود کا معنی سیر الی اللہ کے مباحث میں ایسی حقیقتِ جامعہ کی معرفت میں ڈوب جانا ہے۔جس میں عالم کا تعین اس حیثیت سے ہوا ہے کہ جس سے ایسی تفریق اور تمیز کے احکام ساقط ہو جائیں گے۔جن پر خیر وشر کی بنیاد رکھی گئی ہے اور جن کی عقل وشریعت دونوں خبر دیتے ہیں اور ان کی مکمل تشریح کرتے ہیں۔یہ وہ مقام ہے جس میں بعض سالکین حلول کا شکار ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس مقام سے خلاصی عطا فرماتا ہے۔

اور وحدۃ الشہود کا معنی جمع اور تفریق کے احکام میں جمع کرنا ہے۔پس جان لینا چاہئے کہ اشیاء ایک اعتبار سے واحد ہیں اور دوسرے اعتبار سے کثیر اور مبائن ومتفرق ہیں اور یہ مقام مقام اول (وحدۃ ولوجود) سے ارفع اور اکمل ہے۔اور اس اصطلاح کو میں نے شیخ

آدم، نبوری قدس سرہٗ کے بعض متبعین سے حاصل کیا ہے

اور کبھی وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے الفاظ بعینہ اشیاء کے حقائق کی معرفت میں کیئے جاتے ہیں۔ پس صوفیاء نے قدیم کے ساتھ حادث کے ارتباط کی وجہ میں غور وفکر کیا تو وجودیہ حضرات کے نزدیک یہ بات ثابت ہوی کہ بے شک عالم ایک ہی حقیقت میں جمع شدہ چند اعراض کا نام ہے۔ جیسے کہ (اگر آپ موم سے) سے انسان کی صورت گھوڑے کی صورت، گدھے کی صورت بنائیں تو موم پر وہ صورتیں اتر آتی ہیں اور موم کی طبیعت تمام حالتوں میں باقی رہتی ہے لیکن موم کو تماثیل کے نام سے یعنی انسان، گھوڑے اور گدھے کے نام سے موسوم نہیں کیا جائے گا۔ اگر کیا جائے گا تو اس کے اوپر مرتسم ہونے والی صورتوں کی وجہ سے موسوم کیا جائے گا۔ یہ صورتیں حقیقت میں یہی تماثیل ہیں لیکن ان کے لئے وجود نہیں ہے۔ مگر ایک ضمیمہ کے انضمام کے ساتھ ان کا وجود قائم ہے اور وہ ضمیمہ موم ہے۔

اور شہودیہ حضرات کے نزدیک یہ بات ثابت ہوی کہ بے شک اشیاء عالم، اسماء اور صفات کے عکس ہیں۔ جو نیستی کے ایسے آئینوں میں منطبع ہوئے ہیں جو ان اسماء کے مقابل ہیں۔ جیسا کہ قدرت کی مقابلہ میں عدم ہے جو عجز ہے۔ پس جب قدرت کی شعاع، عجز کے آئینہ میں منعکس ہوتی ہے تو وہ قدرت ممکنہ بن جاتی ہے۔ تمام صفات کو اسی پر قیاس کر لیا جائے اور وجود بھی اسی اسلوب اور نہج پر ہے۔

مذہبِ اول وحدۃ الوجود سے موسوم ہے اور مذہبِ ثانی وحدۃ الشہود سے موسوم ہے۔

اصل الاصول کے مصنف حضرت شاہ عبدالقادر فخری میلاپوری ۲۳ ویں اصل میں سیر وسلوکِ معنوی اور مرتبہ توحید حالی کے مباحث میں فرماتے ہیں۔

حضرات صوفیاء کو مرتبہ توحید حالی دو قسم سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک قسم یہ ہے کہ احدیت ذاتی کی سطوت میں یہ ساری کثرتیں مقہور اور مخفی ہو جاتی ہیں اور حقیقت واحدہ نظر

آتی ہے۔ مثلاً اگر سونے کے تمام زیورات کو پگھلا دی جائیں تو خالص سونا بغیر صورت کے نظر آئے گا اور اگر لوہے کے تمام اسلحہ اور زر ہیں پگھلا دیں تو محض لوہا نظر آئے گا اور تمام سمندری موجیں، حباب، برف اور اولہ کی صورتیں برطرف ہوگئیں تو صرف سادہ سمندر نظر آئے گا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ آدمی اس حقیقت واحدہ کو ان کثرتوں میں مشاہدہ کرے بغیر اس کے یہ کثرتیں سالک کی نظر سے مرتفع ہوں مثلاً کلّی کا مشاہدہ افراد کے ضمن میں اور سونے کا مشاہدہ زیور میں اور لوہے کا مشاہدہ اسلحہ میں اور سمندر کا مشاہدہ امواج اور بلبلوں میں اور مٹی کا مشاہدہ برتنوں میں۔

وجودی حضرات کو ان کے اپنے سلوک میں اولاً اور دوسری قسم پیش آتی ہے۔ اس کے بعد وہ پہلی قسم کے شہود پر فائز ہوتے ہیں۔

پس یہ حضرات جانتے ہیں کہ وہ صورت جو ہم کو قسم اول میں مشہود ہوئی یعنی کثرت میں (زیورات) وحدت (سونے) کا نظارہ ہی حقیقت ہے۔ کیونکہ اس حقیقت واحدہ کو کثرتوں کے ساتھ معیتِ ذاتی حاصل ہے۔ اور دوسری قسم میں جو بات نظر آئی اور وہ صورت جو آخر میں شہود ہوئی یہ دیکھنے میں فقط اخفاء اور پردہ ہے۔ مثلاً نور آفتاب کی سطوت میں ستاروں کا پوشیدہ ہونا۔

شہودی حضرات کو بھی یہی صورت پیش آتی ہے اور وہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ جو صورت ہم کو اولاً مشہود ہوئی عشق و محبت کے غلبہ کی وجہ سے تھی۔

در و دیوار میں آئینہ شد از کثرتِ شوق ہر کجامی نگرم روئے ترامی بینم

کثرتِ شوق کے باعث در و دیوار میرا آئینہ بن گئے ہیں، جہاں کہیں دیکھتا ہوں تو تمہارے چہرے ہی کو دیکھ رہا ہوں۔

ورنہ حقیقت واحدہ کو کثرتوں کے ساتھ کسی طرح ملابست اور مخالطت نہیں ہے۔

(کیوں کہ حقیقتِ واحدہ عالم کے ساتھ نسبت تبائن رکھتی ہے۔) اور وہ صورت جو آخر میں مشہود ہوی حقیقت نفس الامری ہے اور اس مرتبہ سے ترقی واقع ہوی۔

اور اسی طرح وجودی حضرات جب فنائے تام کی منزل پر پہنچتے ہیں تو ان کو قسم اول کا مشہود میسر آتا ہے، جب منزل بقا (یعنی فرقِ ثانی جس کو فرق بعد الجمع کہتے ہیں) سے سرفراز ہوتے ہیں، قسم ثانی کے شہود سے نیچے اتر آتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ وہ تجلی ذاتی الٰہی، سیر الی اللہ اور فنافی اللہ رہی ہے۔ اور یہ تجلی صفاتی اور اسمائی، سیر فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔

اور شہودی صوفیاء کو بھی یہی حالت پیش آتی ہے تو وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ذات بحت کا شہود حقیقی اور نفس الامری تھا اور یہ کثرت میں وحدت کا شہود صرف ہماری نظر میں ہے۔ واقعی اور حقیقی نہیں ہے جیسے کوئی شخص سورج کے دائرہ پر نظر کرے۔ پھر دوسری اشیاء پر نظر ڈالے۔

اور شیخ ولی اللہ محدث دہلوی جو سلسلہ احمدیہ کے خلفاء میں قابلِ اعتماد خلیفہ ہیں ''ہمعات'' میں راہ جذب کے بیان کے بعد فرماتے ہیں:

اور جب وحدت کی یہ قسم سالک پر منکشف ہوگئی (یعنی فنائے تام کی منزل پر پہنچ جائے) تو اس نے راہِ جذب طے کرلیا۔ خواہ توحیدِ وجودی کا معتقد ہو یا معتقد نہ ہو۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص (شہودی) پہلے توحید صفاتی کو پالیتا ہے اور ایک زمانے کے بعد اس منزل سے گزر کر توحیدِ ذاتی کے مقام پر پہنچتا ہے اور اس معاملہ کی توجیہ اس طرح کرتا ہے کہ میں پہلے مغلوب ہو چکا تھا اور واجب کی قیومت کو ممکن کی طرف نسبت کرتے ہوئے متحد سمجھا ہوا تھا۔ جیسا کہ کوئی شخص عالمِ خواب میں درندے کو مثلاً شیر، بھیڑیئے، ریچھ وغیرہ کو دیکھتا ہے۔ حالاں کہ وہاں کوئی درندہ نہیں ہے۔ بلکہ اسی کی قوتِ غضبیہ ہے جو درندوں کی شکل وصورت میں ظاہر ہوی ہے اور جب اس مقام سے ترقی کر گیا

اور تنزیہ کے درجے میں پہنچا تو اس کو تشبیہ کے بھنور سے رہائی سمجھا اور دوسرے (وجودی) کو یہی صورت پیش آئی تو اس نے اس معاملہ کی توجیہہ اس طرح کی کہ یہ ظہور اور سریان امر محقق ہے اور وہ دوسری پوشیدگی صرف نظر میں پوشیدگی ہے۔

پھر شیخ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں۔

یہی طریق امر متفق علیہ ہے۔ اور اولیائے کاملین میں سے ایک ولی بھی ایسا نہیں ہے جس نے راہ سے سلوک طے نہ کیا ہو۔ یہ اور بات ہے کہ ان کے درمیان اس کی تعبیر میں اختلاف ہو۔

عباراتنا شتّٰی وحسنک واحد وکل الی ذاک الجمیل یشیر

ترا حسن تو ایک ہی ہے۔ ہماری تعبیرات مختلف ہیں لیکن ہر تعبیر اسی صاحبِ حسن و جمال کی جانب اشارہ کر رہی ہے۔

لیکن قوی المعرفت اور ذکی الذہن شخص ہی ان اولیائے کرام کے کلام کا خلاصہ سمجھ سکتا ہے۔ لہٰذا تعبیرات کے فرق و اختلاف کو ان ہی حضرات کے خلاصہ کلام کی جانب رجوع کرنا چاہیئے۔ شاہ صاحب کی بحث مکمل ہوئی۔

نیز مولانا فخری میلاپوری مذکورہ اصل میں فرماتے ہیں:

وحدتِ شہود کا معنی یہ ہے کہ ان وجودات خاصہ کے درمیان کوئی جہت جامعہ نہیں ہے بلکہ تمام وجودات حقائق مختلفہ ہیں اور تمام آثار فاعل حقیقی سے فیض پانے والے ہیں جو اس کی ذات کا مقتضاء ہے اور فاعل حقیقی جمیع وجوہ سے ان وجوداتِ خاصہ کا غیر ہے۔ (پس وجود عام اور عالم کے درمیان نسبتِ تبائن ہوئی)

یعنی اکابر اولیاء اللہ کو توحید حالی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ حضرات کرام آثار میں ان آثار کے فاعل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس یہ چیز عشق و محبت کے غلبہ و استیلاء اور غلو کی

وجہ سے ہے۔ مثلاً کوئی شخص سورج کے دائرے پر نظر کرے یہاں تک کہ اس کی حسِ مشترک میں قرصِ شمس کی صورت مرتسم و منقش اور مضبوط و استوار ہو جائے۔

پس وہ شخص اس کے بعد جس چیز کو بھی دیکھے گا تو اس کا پہلا شہود قرص شمس ہوگا۔ پس وہ کہہ اٹھے گا، میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا مگر اس کے قبل سورج کو دیکھا ہے۔

پھر جب بعض صوفیاء کی نظر اپنی ذات پر پڑتی ہے تو وہ پکار اٹھتے ہیں **سبحانی ما اعظم شانی** ۔(میری ذات پاک ہے اور میری شان بڑی عظیم ہے) **لیس فی جیبی سوی الشمس** (میری قمیص میں سورج کے سوا کوئی نہیں ہے) اور بعض نے **اناالشمس** (میں سورج ہوں) کہہ دیا۔

عقل کی ضرورت اور بداہت سے معلوم ہے کہ شمس ہرگز اشیاء کا عین نہیں ہوا ہے۔ بعض صوفیاء نے فرمایا ہے کہ وحدت الشہود کا یہی معنی لوگوں کی زبان پر مشہور ہے۔ لیکن میں ان اکابرین کے تعلق سے یہ گمان نہیں کرتا کہ انہوں نے اس طرح کہا ہوگا۔ بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ کسی ایسے شخص نے کہا ہوگا جو ان کے مذہب کو قلم بند کرنے کے درپے تھا۔

اللہ تعالیٰ ہی ان کی مراد اور معنی کو بہتر جانتا ہے اس لئے کہ توحید حالی کو اگر وحدۃ الشہود کہا جائے اس پر اعتراض وارد ہوگا کہ بلاشبہ توحید حالی کا حاصل ہونا صرف خواص صوفیاء ہی کے لئے ہے اور یہ انتہائی کمال ہے جس پر تمام صوفیاء کا اتفاق ہے۔ پس اگر بات ایسی ہی ہو تو یہ بات لازم آئے گی کہ ان بزرگوں کے ریاضات و مجاہدات شہودِ غیر حقیقی کا ثمرہ دیں گے جو حسّی غلطیوں کی قبیل سے ہے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

والذین جاهد وافینا لنهدینهم سبلنا

ترجمہ: جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے رستے ضرور دکھا دیں گے۔

فحشاهم عن ذلک ترجمہ :وہ بزرگ اس سے پاک ہیں۔

نیز مولانا فخری میلا پوری کے کلام کا خلاصہ یہ ہے جو انہوں نے اصل مذکور میں کیا ہے وجودات خاصہ کے درمیان ایک جہت جامعہ ہے جس کو آپ چاہیں تو وجود منبسط بھی کہہ سکتے ہیں یا وجود عام بھی کہہ سکتے ہیں۔ وجوداتِ خاصہ کے ساتھ موجود منبسط کی نسبت اور اس کا ربط و تعلق اگر چہ **بحکم ولللہ المثل الاعلیٰ** محسوسات کی مثال سے اعلیٰ وارفع ہے لیکن یہ مثال سمجھنے کے لئے (وجودات خاصہ کے ساتھ وجود منبسط کی نسبت اور اس کا ربط و تعلق) افراد میں صورت نوعیہ کے ظہور کے مانند ہے۔ یا موج و حباب کے ساتھ پانی کی نسبت کی طرح ہے۔ یا زیورات کے ساتھ سونے کی نسبت کے مثل ہے۔ یا برتنوں کے ساتھ مٹی کی نسبت کے مانند ہے۔ کیوں کہ **مامن کثرۃ الاوقد ضبطھا الوحدۃ** (کوئی کثرت ایسی نہیں جس کے ساتھ وحدت کا ربط وضبط نہ ہو)

اور کل متعین مسبوق باللا تعین (ہر متعین مسبوق ہوتا ہے اور غیر متعین سابق) کے حکم کے مطابق تعین چاہئے۔ ضروری ہے کہ یہ وجودات خاصہ، وجود منبسط کے اشراقات اور ظلال ہوں۔ یا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وجود منبسط کے تنزلات اور ظہورات ہوں، یا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وجود منبسط کے تعینات اور تقیدات ہوں۔ اس کے لئے ساری تعبیرات کا خلاصہ یہ ہے کہ وجودِ منبسط اصل ہے۔ اور وجوداتِ خاصہ جو حقائق اشیاء ہیں اس کی فروع ہیں۔ لہٰذا یہ خصوصیات قوالب موہومہ کی منزل میں ہوں گے۔ اور وجود منبسط کے سوا کوئی بھی ثابت اور متحقق نہیں ہے۔ کیوں کہ موجود کو جب ہم ماہیت سے الگ کریں اور وجود کو ماہیت سے کھینچ لیں تو اس وقت میں جمیع الوجوہ کوئی نہیں رہتا۔ مثال کے طور پر ہم مٹی سے ایک گھڑا بنائیں اور تصور میں گھڑے کی صورت مٹی سے جدا کریں تو اس صورت کو کوئی تحقق اور ثبات نہیں رہتا اور وہ صورت ایک وہم سے زیادہ نہ ہوگی اور کوزے سے صورت کے انتزاع

کے وقت جب ہم غور سے دیکھیں تو ہر اثر اور صورت مٹی ہی سے ہوگی۔لیکن مٹی کثیر صورتوں کی متحمل ہے۔اگر ہم چاہیں تو اس کو چار گوشہ یا کرّہ یا اور کسی دوسری شکل میں ڈھال سکتے ہیں۔اور یہ تمام اشکال مٹی کے لئے قالب کی منزل میں ہیں۔اور ہر ایک شکل اپنی ذات کی حد میں امر موہوم ہوتی ہے کہ مٹی کے ساتھ اس کو ایک نسبت حاصل ہوتی ہے۔اور اسی نسبت کی وجہ سے مٹی کا نام سبو ہو جاتا ہے۔اور سبو کی خصوصیات اور احکام مٹی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔پس صوفیاء جو کہتے ہیں کہ عالم وہم اور خیال ہے اور اعیان ثابتہ یعنی ممکنات کی حقیقتیں وجود کی بو باس بھی نہیں رکھتیں۔جیسی عبارتوں سے مراد یہ ہے کہ یہ عالم کی صورتیں ایسے وجود کے ساتھ موجود نہیں ہیں، جو وجود منبسط کے علاوہ ہو، اور وجود منبسط ان تمام صورتوں کو شامل ہو، اور وجود حقیقی کی اضافت عالم کیصورتوں کی جانب محض وہم اور خیال ہو۔اس معنی و مفہوم میں نہیں کہ حقائق اشیاء کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔

آگ، ہوا، پانی، مٹی، گھوڑا اور انسان کی کوئی حقیقت ہی نہیں اور مکلّف کے لئے طاعت و معصیت، جزا و سزا اور جنت و دوزخ نہ ہوگی۔ **معاذالله من ذلک**

لیکن ان عبارتوں کی مراد، معانی کی وقت و باریکی کی وجہ اور عبارات کی ضیق و تنگی کے باعث کما حقہ واضح نہیں ہوتی اور مقصود کے خلاف ہونے کا وہم پیدا کرتی ہے۔

شیخ قدس سرہ کا یہ ارشاد حق محسوس اور خلق معقول ہے۔اسی مقام کی خبر دے رہا ہے

حاصلِ کلام! وجود حقیقی ایک فائض البرکات ذات ہوگی اور لا موجود الا الله متحقق اور ثابت ہوگا۔

مثنوی

۱ عدم ہائیم ہستی ہائے ما — تو وجودِ مطلقی فانی نما
۲ نیست رانمود ہست انحتشم — ہست رانمود و بر شکلِ عدم
۳ بحر راپوشید و کیف کرد آشکار — باورا پوشید و نمودت غبار
۴ خاک را بینی بیالا اے علیل! — باورانی جز بتعریف و دلیل
۵ کف ہمی بینی روا نہ ہر طرف — کف بجز دربانداردِ منصرف
۶ کف بحس بینی و دربا از دلیل — فکر پنہاں آشکارا قال و قیل
۷ نفی را اثبات می پند اشتیم — دیدۂ معدوم بینی داشتیم
۸ جرم سر گشتہ از ضلال — چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال
۹ اے عدم راچون نشاند اندر نظر — چوں نہاں کردآن حقیقت از بصر
۱۰ آفریں اے اوستادِ سحر باف — کہ نمودی معرضاں رادر دصاف

ترجمہ :

۱) ہم درحقیقت معدوم ہیں مگر موجود ہیں بظاہر تو (درحقیقت) سراپا وجود ہے (مگر) فانی جیسا (بظاہر)

۲) اس مہتمم بالشان ذات (اللہ تعالیٰ) نے معدوم کو وجودِ (ظاہری) بخشا اور موجود کو بہ شکلِ عدم بنایا یعنی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔

۳) سمندر کو چھپا دیا اور جھاگ کو ظاہر کیا، (یاد رہے کہ سمندر صرف پانی کا نام نہیں ہے جو نظر آتا ہے) ہوا کو پوشیدہ کیا اور گرد و غبار کو تیرے (دیکھنے کے) لئے آشکار کیا۔

۴) اے بیمار آنکھ والے (اس گرد و غبار میں) تم صرف مٹی ہی کا اوپر سے نظارہ کر سکتے ہو نہ کہ ہوا کا۔ ہوا کا وجود دلیل و تعریف کے بغیر ثابت ہے۔

۵) جھاگ کو (سطح آب پر) ہر سمت بہتے ہوئے تم دیکھ سکتے ہو جھاگ کے لئے سمندر کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔

٦) جھاگ آنکھوں سے دکھائی دیتا اور دریا دلیل کے ذریعہ جانا جاتا ہے۔ فکر اور سوچ چھپی رہتی ہے (مگر) بحث و گفتگو سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

۷) ہم نفی کو اثبات سمجھ بیٹھے ہیں یعنی معدوم کو موجود سمجھ گئے ہیں ہم (حقیقت کو) نہ دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں۔

۸) بے شک ہم سراسر گمراہی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جب حقیقت آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو وہم و گمان پیدا ہوتے ہیں۔

۹) اے شخص تو جب عدم کو نظر میں رکھا یعنی اپنے معدوم ہونے کا احساس تجھے نہیں رہا اور جب وہ حقیقت (مطلقہ) تیری نگاہ سے پوشیدہ ہو گی یعنی تو خدا کے وجود کو فراموش کر بیٹھا (تو تیرا وہی حال ہو گا جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔)

۱۰) مبارک ہو اے استاذ فن کب تو نے منہ موڑنے والوں کے لئے تلچھٹ پاک کیا ہے یعنی تو نے کبھی بھی حقیقت آشکار نہیں کیا اور معاملہ صاف نہیں کیا۔

اس کے بعد یہ بات جان لینی چاہئے کہ امام ربانی نے مکتوبات کی جلد اول کے ۱٦۰ ویں مکتوب میں جو بحث کی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ :

مشائخ طریقت تین گروہ میں منقسم ہیں۔ پہلا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ عالم حق

تعالیٰ ان سے خارج میں موجود ہے اور اس کے اندر اوصاف کمال میں سے جو بھی ہے تمام کا تمام حق تعالیٰ کی ایجاد سے ہے۔

دوسرا گروہ عالم کو حق تعالیٰ کا ظل اور سایہ جانتا ہے لیکن یہ اس بات کا قائل ہے کہ عالم، خارج میں موجود ہے لیکن، وہ ظلیت کے طریق پر ہے۔ اصالت کے طریق پر نہیں اور عالم کا وجود، حق تعالیٰ کے وجود سے قائم ہے۔ جیسے سایہ کا قیام۔ اصل کی وجہ سے ہوتا ہے۔

تیسرا گروہ وحدت الوجود کا قائل ہے۔ یعنی خارج میں بس ایک ہی موجود ہے اور عالم کے لئے خارج میں کوئی تحقق اور ثبات نہیں ہے۔ یہ گروہ بھی عالم کو حق تعالیٰ کا ظل کہتا ہے اور یہ طبقہ واصلین، کاملین کا ہے۔ حسبِ تفاوت درجات وصل کمال

امام موصوف کے کلام کا خلاصہ مکمل ہوا۔

پہلے گروہ کو ایجادیہ کہتے ہیں اور یہ طبقہ متکلمین کی طرح ''ہمہ از وست'' کا قائل تھا اور مخلوق وخالق، مصنوع وصانع، نقش ونقاش، کوزہ وکمہار اور تصویر ومصور کی طرح جانتا تھا۔

دوسرے گروہ کو شہودیہ کہتے ہیں اور یہ ''ہمہ بدوست'' کا قائل ہے اور مخلوق وخالق کو عکس وشخص کی طرح جانتا ہے۔ جیسا کہ عکس شخص کے بغیر قائم نہیں رہتا۔ اسی طرح عالم، حق تعالیٰ کے غیر قائم نہیں رہ سکتا۔

ان دونوں گروہوں کے نزدیک وجود ممکن، جمیع وجوہ سے وجود واجب (حق تعالیٰ) کا بغیر ہے۔

تیسرے گروہ کو وجودیہ کہتے ہیں اور یہ ''ہمہ اوست'' کا قائل ہے۔ پہلا گروہ صرف ایجاد کا قائل ہے، دوسرا گروہ ایجاد کے اقرار کے باوجود انعکاس کا قائل ہے اور تیسرا گروہ ایجاد وانعکاس کے اقرار کے ساتھ ساتھ صورتوں میں وجود کی معیت کا قائل ہے اور اس کے نزدیک وجود کے انضمام کے بغیر صورتوں کے لئے کوئی ظہور اور کوئی نشان اور علامت نہیں

ہے۔

ماحصل یہ ہے کہ:

وجودیہ کے نزدیک وجودات خاصہ کے درمیان ایک جہتِ جامعہ ہے اور یہی وجود عام ہے اور یہ وجود عام (حق تعالیٰ) جو ہر قیوم اور جنسِ اعلیٰ ہے اور وجوداتِ خاصہ اپنے جمیع اجزاء کے ساتھ وجود واحد کی ذات میں اعراض مجتمعہ ہیں اور اس جنسِ اعلیٰ (وجود عام) کی نسبت وجودات خاصہ کے ساتھ مشہور چار نسبتوں میں سے عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔

اور شہودیہ ایجادیہ اور بہت سارے متکلمین کے نزدیک وجوداتِ خاصہ کے درمیان کوئی جہت جامعہ نہیں ہے اور اس جنسِ اعلیٰ (وجود عام) کی نسبت وجودات خاصہ کے ساتھ مذکورہ نسبتوں میں نسبت تباین ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ علمائے ظاہر کے نزدیک عالم، وجود اصلی کے ساتھ موجود ہے۔ اور علمائے باطن کے نزدیک خواہ وجودی ہوں یا شہودی عالم، وجود ظلّی کے ساتھ موجود ہے۔ امام ربانی اور شیخ ابن عربی دونوں وجود اصلی کی نفی میں متفق ہیں اور وجود ظلّی کے اثبات میں بھی متفق ہیں اور وجود ظلّی کو وہم اور خیال تصور کرتے ہیں اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا کسی کو موجود نہیں مانتے ہیں۔ امام ربانی وجودِ ظلی کو خارج میں ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے مکتوبات کی جلد دوم کے پہلے مکتوب میں لکھا ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ موجود ظلی کے مسئلہ میں امام ربانی کے اقوال اور آراء مختلف ہیں مکتوبات کی جلد دوم کے مکتوب اول وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ: عالم، وجود ظلی کے ساتھ موجود خارجی ہے۔ اور مذکورہ جلد کے ۴۴ ویں مکتوب اور دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ عالم، ایک وہم محکم اور خیال استوار کے ساتھ موجود ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس کے تعلق سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''مکتوب مدنی'' میں فرماتے ہیں:

عالم کے بارے میں مجدد الف ثانی کے اقوال اور آراء مختلف ہیں۔ جیسا کہ ان کا ایک قول یہ ہے کہ عالم وجود ظلی کے ساتھ خارج میں موجود ہے۔

ایک دوسرا قول یہ ہے کہ عالم، وہم اور خیال میں موجود ہے۔ مگر اتنی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ میں عالم کو استواری اور مضبوطی عطا کی ہے جس کی وجہ سے وہ وہم محکم اور خیال استوار ہو گیا۔

نیز مکتوب مذکور میں فرماتے ہیں۔

اسی طرح مجدد الف ثانی کے اقوال اور آراء کا یہ اختلاف کہ بے شک عالم، وجود ظلی کے ساتھ موجود خارجی وہم محکم کم نفع والا اختلاف ہے، جب کہ مقصود یہ ہے کہ بے شک موجودات خاصہ اس طرح متحقق اور ثابت ہیں کہ ان سے ان کے آثار ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ خواہ آپ اس ثبات و تحقق کو وجود خارجی سے موسوم کریں یا اس کو وہم محکم اور خیال استوار سے تعبیر کریں، دونوں برابر ہیں۔

اور اگر آپ مجھ سے حق خالص سے متعلق سوال کریں تو میں یہ کہوں گا کہ بے شک ذات الٰہی جس طرح کہ وہ ہے۔ بہت ہی جلیل اور عظیم ہے اس سے کہ وہ خارج میں ہے یا اعیان میں۔ اس لئے کہ خارج نفس رحمانی کا نام ہے اور اعیان میں کہنا بھی خارج کے طرف اشارہ ہے۔

ہاں! حق تعالیٰ کے لئے خارج میں تجلی عظیم ہے۔ اس تجلی کی شرط کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خارج میں یا پس پردہ ہونے کی صفت سے متصف ہوتا ہے۔

اور اگر آپ مجھ سے ان سارے اقوال سے متعلق سوال کریں گے تو میں ان کا انکار

نہیں کروں گا مگر تعبیر کی جیت سے یا شئی کو غیر موزوں اور غیر محل میں ذکر کرنے کی جہت سے انکار کروں گا۔ ورنہ صاحب کشف ایسی چیز بیان نہیں کریں گے جس کی اصلاً کوئی حقیقت ہی نہ ہو۔

نیز جاننا چاہئے کہ شیخ ابن عربی اور امام ربانی کے درمیان اسماء کی اصلیت اور ممکنات کی فرعیت کے مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے اور ان دونوں اکابرین کا وجدان اور فہم ایک ہی ہے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک بزرگ نے اس مقدمہ کو دوسری عبارت سے تعبیر کیا ہے۔ اور امام ربانی نے سہو بشری اور ذہول علمی کی وجہ سے شیخ ابن عربی کی عبارت کو اپنے فہم و وجدان کے خلاف محمول کیا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جس کی وجہ سے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "مکتوبِ مدنی" میں اس طرح وضاحت فرماتے ہیں کہ:

جو شخص اس مرتبہ میں اسماء کی اصلیت اور ممکنات کی فرعیت کی تعبیر کا ارادہ کیا ہے اس کے لئے دو عبارتیں ہیں۔ اور وہ دونوں بھی صحیح ہیں۔

شیخ ابن عربی کی تعبیر یہ ہے کہ حقائق ممکنات یہی اسماء اور صفات ہیں جو علم میں متمیز اور متفاوت ہیں۔

اور امام ربانی کی تعبیر یہ ہے کہ حقائق ممکنات عکوس ہیں، ایسے اسماء اور صفات کے جو اعدام میں منطبعہ ہیں۔ یہ ایسے اعدام میں جو اسماء کے مقابل ہیں۔

اور ان دونوں تعبیرات کے اندر صرف معمولی سا فرق ہے اور اشیاء کی حقائق ما ھی علیہ کی تفتیش کے وقت اس کی پروا نہیں کی جاوے گی۔

اور امام ربانی کی تعبیر (ان حقائق الممکنات عکوس الاسماء والصفات المنطبعة فی الاعدام المقابلة) شیخ ابن عربی اور ان کے متبعین کی تعبیر کی مخالف نہیں ہے۔

اس معنی و مفہوم میں شیخ ابن عربی اور ان کے متبعین کی تصریحات اور تلویحات کثرت سے موجود ہیں اور ہم نے مسئلہ کی مختلف وجوہات کی جانب اشارہ کر دیا ہے۔ لہٰذا شیخ کے کلام کو نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے اور ان کی تصریحات کو مسلسل نقل کر کے بحث کو طویل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور شیخ ابن عربی کی یہ تعبیر (**حقائق الممکنات ھی الاسماء**) اس مفہوم میں ہے کہ اسماء ہی وجود میں اصل ہیں۔ اور ان کے لئے طرف مقابل میں ظلال و عکوس ہیں جن کو اعیان ممکنات سے موسوم کیا جاتا ہے یا اس مفہوم میں ہے کہ بے شک عارف کے لئے اسماء میں سے ایک رب ہے اور وہی عارف کی حقیقت ہے جس کی جانب عارف رجوع کرتا ہے۔

یہ مفہوم امام ربانی کی تعبیر کے خلاف نہیں ہے۔ اگر ہم چاہیں تو امام ربانی کے کلام سے ان کے کلام پر بہت ساری دلیلیں قائم کر دیں۔

امام ربانی کے کلام کا محمل یہ ہے کہ انہوں نے شیخ ابن عربی اور ان کے متبعین کے بعض مقالات کو دیکھ کر اور اپنے وجدان و فہم کے خلاف پر محمول کر دیا اور یہ لغزش علمی و ذہول فہمی ہے منزلِ کشفی نہیں۔ علمائے کرام علمی لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ نہیں ہیں۔ اگر ان کے کلام میں بھی کچھ علمی لغزشیں اور فہمی خطائیں پائی جاتی ہیں تو ان امور کی وجہ سے ان کے مراتب اور بلند درجات علیا مجروح نہیں ہو سکتے۔ شاہ ولی اللہ کے کلام کا خلاصہ مکمل ہوا۔

اصحاب عقائد نے کہا ہے کہ مجتہد سے خطا اور صواب دونوں کا صدور ہوتا ہے۔

جب علامہ امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان اور تمام عظیم الشان مجتہدین کی خطا اور ان کے درجات علیا اور مقامات رفیعہ کے لئے کوئی نقصان اور ضرر کا باعث نہیں بن سکتی ہے تو امام ربانی جو مقلد حنفیہ ہیں، کی خطا غلطی ان کے مقام رفعت کے لئے کیوں کر نقصان اور ضرر کا

باعث ہوسکتی ہے۔

حاصل کلام!

وجودیہ اورشہودیہ کے درمیان کثیر مباحثات ہیں اوران مباحث میں طویل مقابلے ہیں جس کی ترجمانی یہ مختصر کتاب نہیں کرسکتی۔

تفتیش وتنقیح اور بحث ومباحثہ کے بعد واقعی جب عالم ہر دونوں (شہودیہ اور وجودیہ) کے نزدیک موجود ظلی ہے (موجود اصلی نہیں) تب تو ہر دونوں کی جائے رجوع اور مطمح نظر ایک ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب ''مکتوب مدنی'' میں یہ فیصلہ فرماتے ہیں۔

ہمارے نزدیک وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے مکشوف پوری طرح صحیح ہیں، لیکن اس قول کو وحدۃ الشہود (ان العالم عکوس الاسماء والصفات انطبعت فی مرایا اور عدم المالكتك السماء والصفات)

شیخ ابن عربی نے امام ربانی کی تعبیر کو غلطی اور سہو پر محمول نہیں کیا ہے۔ بلکہ شیخ ابن عربی اوران کے متبعین حتیٰ کہ حکماء نے بھی سہو پر محمول نہیں کیا ہے۔ اور یہ بات اس لئے ہے کہ اس تعبیر کا خلاصہ مجازات اور استعارات (جو صعوبتِ فہم اور دقتِ فکر کو واجب کردیتی ہیں۔) کی تخلیص اور تہذیب کے بعد یہ ہے کہ حقائق امکانیہ، انتہائی ضعیف اور انتہائی ناقص ہیں۔ اور حقیقتِ وجودیہ انتہائی کامل اور انتہائی قوی ہیں۔ اس اعتبار سے کہ ممکن ہے کہ حقائق امکانیہ کے تعلق سے یہ بات کہی جائے کہ بے شک وہ (حقائقِ امکانیہ) اعدام ہیں۔ جس میں وجودات (اسماء) کی صورتیں ظاہر ہوئیں اور یہ قول متفق علیہ ہے جس میں کسی قسم کا اخفاء اور اشتباہ نہیں ہے۔

وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں اور بھی دوسری تفصیلات ہیں جن کو فقیر (مصنف فصل

الخطاب) کے فتویٰ ''غایۃ التحقیق'' میں دیکھ سکتے ہیں۔

نیز یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ وجودیہ، شہودیہ، ایجادیہ اور علم کلام کے علماء یہ تمام اہل سنت جماعت میں شامل ہیں۔ اور اہل سنت کے اختلافات میں ایک دوسرے پر عیب اور نکتہ چینی نہیں کرنا چاہیئے زبان نبوت نے ارشاد فرمایا علماء کا اختلاف رحمت ہے، اور اہل سنت کے ہر مکتبہ فکر کے افراد کو ان کے موقف پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ **فربکم اعلم بمن هو اهدیٰ سبیلا**: تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ تم میں کون زیادہ ہدایت کی راہ پر گامزن ہے۔ ان اختلافات میں مجتہد ہی کو کسی ایک جانب کے حق وصواب ہونے کا یقین نہیں ہے تو ایک مقلد کو یہ بات کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس موضوع کی تفصیل پانچویں مقدمہ میں دیکھی جائے۔ اس اختلافی مسئلہ میں بعض لوگ علمائے کرام اور صوفیائے عظام پر جو لعن طعن کر رہے ہیں اس کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی جان لینی چاہیئے کہ ''الطاف القدس'' کے مصنف شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کے شاگرد رشید شاہ شرف الدین صاحب مصنف ''قول الفصل'' قول فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں وجودیہ کی غلطیوں میں سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے ''ہمہ اوست'' کہہ دیا۔ پھر عبودیت اور ربوبیت کے لوازم کے درمیان یہ فرق اور دوری دیکھی تو حیران رہ گئے۔ اس غلطی کا حل دو سہو کے بیان پر موقوف ہے۔

ایک سہو جو وجود عام کے ساتھ وجودات خاصہ کی نسبت کی معرفت میں ہوا اور دوسرا سہو جو ذات بحت کے ساتھ وجود عام کی نسبت کے درمیان ہوا۔

سہو اول کا بیان یہ ہے کہ ظہور ایک نسبت ہے ظاہر اور مظہر کے درمیان اور اس نسبت کا حکم ساری نسبتوں کے حکم کے علاوہ ہے۔ کیوں کہ ظاہر جمیع اعتبار سے مظہر کا عین نہیں

ہے اور جمیع اعتبار سے مظہر کا غیر بھی نہیں ہے۔نوع انسان کے مانند یہ نسبت افراد انسان۔

اگر نوع (مثلاً حیوان ناطق) من جمیع الوجوہ اس فرد (مثلاً زید) کا عین ہوتا تو چاہئے کہ یہ فرد (زید) دوسرے فرد (بکر) پر محمول ہو جائے۔جیسا کہ نوع محمول ہوتا ہے۔اور اگر نوع، من جمیع الوجوہ اس فرد کا غیر ہوتا تو ھذا انسان صحیح نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ ھذا حجر صحیح نہیں ہے۔نوع انسان و نوع فرس، حیوان کی بہ نسبت،، اور حیوان و شجر نامی کی بہ نسبت اور نامی و جماد جسم کی بہ نسبت اور جسم و مجرد، جوہر کی بہ نسبت اور جوہر و عرض وجود عام کی نسبت یہی حکم رکھتے ہیں۔لہٰذا یہ امر یہی ہے کہ ان مواضع کے اندر حمل کے مصداق اور تغائر کے مصداق ہر دونوں پائے جاتے ہیں، اور اس صورت میں ہر دو قبیل کے احکام کی گنجائش ہوتی ہے۔

عقول قاصرہ کبھی ان کو (مصداق حمل و تغائر) من جمیع الوجوہ عین شئی کی قبیل سے قرار دیتی ہیں (جیسے ملاحدہ) لیکن جب عینیت کے لوازم نہ پائے جائیں تو اس عقیدہ کو توڑ دیتی ہیں اور کبھی ان کو من جمیع الوجوہ غیر کے قبیل سے قرار دیتی ہیں (جیسے اکثر متکلمین) لیکن جب غیریت کے بعض لوازم نہ پائے جائیں تو حیران رہ جاتی ہیں۔

عقول سلیمہ جانتی ہیں کہ عینیت اور غیریت کی نسبت کے علاوہ ایک نسبت ہے جو اشیاء کی خصوصیات سے پیدا ہونے والی ہے۔ان کے اثر سے وجود عام کا دامن پاک و صاف ہے۔جیسے جلد کی سیاہی قد کی کوتاہی اور زبان کی لکنت نوع انسان کو ملوث نہیں کرتی۔ہر چند کہ کالا شخص، پست قد اور صاحب لکنت، انسان ہی ہے۔اور جو بھی چیز من حیث المطلقیت، اطلاق کے مرتبہ سے ظاہر ہو جائے تو اس کو خصوصیات کے ساتھ اس کو منسوب نہ کرنا چاہئے۔

جیسا کہ نوع۔(حیوان ناطق) ہونے، کلی ہونے اور مطلق ہونے کو اس فرد (زید) کے ساتھ منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ہر چند کہ مطلق (حیوان ناطق) مقید (زید) میں ہے۔

جب ان انواع مختلفہ کے اندر خواص متنوعہ ہاتھ لگ جاتے ہیں تو عقل امور متغائر کو دلیل بنا کر الاشیاء تعرف باضدادھا کے حکم کے مطابق مختلف انواع کے ثبوت کا یقین کر لیتی ہے۔ اور ہر ایک نوع کو دوسری نوع سے جدا کر لیتی ہے۔ برخلاف وجود عام (حق تعالیٰ) کے کہ اس کا غیر معقول اور محسوس نہیں ہے کہ اس کے اندر عقل تصرف کر سکے اور پھر غیر سے پہچان سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ لطافت میں لطافت اور بساطت میں بساطت ہے حیرت کے سوا عقل کو کوئی شئے میسر نہیں ہوگی۔

اسی لئے فلاسفہ نے جوہر اور عرض کے درمیان حقیقت مشترکہ کا اثبات نہیں کیا ہے اور وجود عام کو جنس اعلیٰ نہیں شمار کیا ہے۔ اس کا سبب فلاسفہ کی عقل کے نزدیک وجود عام کا عدم حضور ہے۔ ہم خود جانتے ہیں کہ ایک حقیقت دو جسم کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ کبھی قیام کے لباس میں بذات خود ظہور کرتی ہے اور جوہر کا نام اختیار کر لیتی ہے۔ اور کبھی قیام کے لباس میں اپنے غیر کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور عرض کا نام اختیار کر لیتی ہے۔ اسی معنی کی رنگینوں اور عجائب میں سے یہ بات ہے۔ عالم مثال (علم) میں جوہر کا (شیر) اعراض ہونا۔

اور خیال کی منزل میں جوہر (کوہ محسوس) کا عرض (کوہ معلوم) ہونا اور موجود خارجی پر صورت ذہنیہ کا صادق آنا۔ (اس طرح کہ یہ یہی ہے جس کو میں فراموش کیا تھا)۔ اس کے علاوہ بھی اور بہت سی چیزیں ہیں جو مخفی اور مستور ہیں۔

لیکن اصحابِ ذوق، ذوق کے حاسہّ سے بطریق حضور شئی لذاتہ (جیسے ہم خود اپنے آپ کو دیکھیں) شئی کا ادراک کر لیتے ہیں اور بطریق حضور شئی بذاتہ (جسے ہم سورج کی روشنی میں پہاڑ کو دیکھیں) شئی کا ادراک کر لیتے ہیں۔ بطریق حضور شئی فی ذاتہ (جیسے آئینہ میں تعینات خارجیہ) شئی کا ادراک کر لیتے ہیں۔ اور حقیقت کو کئی وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے جانتے ہیں اور اس کے ذریعہ اشیائے ناآشنا سے آشنا ہوتے ہیں۔ غرض ظاہر و

مظہر میں ظہور نسبت کا کچھ حصہ اصحاب ذوق کی عقل میں پایا جاتا ہے۔

سہو ثانی کا بیان ہے کہ وجود عام اور ذات بحت کے درمیان ایک معلوم الانیت اور مجہول الکیفیت نسبت ہے، جمیع وجوہ کے ساتھ نہ تنزل ہے اور نہ جمیع وجوہ کے ساتھ ظہور ہے۔

پس ان حقائق سے ہر حقیقت مفصلہ کے ثبوت پر جو بھی اشکال پیدا ہوتا ہے وہ اس جگہ (یعنی) وجود عام اور ذات بحت کے درمیان نسبت کی جگہ) سننے کے قابل نہیں ہے۔ اور نہ وہ اس مرتبہ میں داخل کرنے کے قابل ہے۔

حضرات صوفیاء میں سے ایک جماعت نے جب اپنی ذات میں دیکھا تو ان کو وجود عام مشہود ہوا۔ جس کو انہوں نے وجود سے تعبیر کیا۔ اور انہوں نے اس میں اس درجہ لطافت اور بساطت کو پالیا جو عقل و دانش کے دائرہ میں سمانہیں ہوسکتی تو اسی کو مبدأ المبادی (حق تعالیٰ)یقین کرلیا۔

اوران کو لطافت و بساطت سے جو کچھ بھی حاصل ہوا اسی وجود پر منطبق کر دیا، اور اس معرفت میں ابدالدہر رہ گئے اور حقیقت کو نہیں جان سکے۔

ہنوز ایوانِ استغناء بلند است، ایوان استغناء ابھی تک بلند ہے۔

جو بھی شخص علامہ قیصری کے مقدمہ کا مطالعہ کرے گا وہ اس مذہب کو بخوبی جان لے گا۔ اس غلطی کا سبب وجود عام پر رک جانا ہے اور اس کے کئی وجوہ میں سے ایک وجہ پر اکتفا کر لینا ہے۔ اور اس کی حقیقت اور ماہیت تک رسائی حاصل نہ کرنا ہے۔ اگر وجود عام کی کنہہ اور ماہیت تک رسائی حاصل کر لیتے تو اس کو مبداء المبادی نہیں کہتے۔

صوفیاء کی ایک جماعت (مانند شیخ ابن عربی اور شیخ صدرالدین قونیوی) کا وجود عام کے ماوریٰ پر بھی گزر ہوا تو انہوں نے ذات بحت کو مبدأ لمبادی اور اول الاوائل سمجھ لیا۔

اور وجود عام کو صادر اول اور موجودات کی شکلوں اور صورتوں کو وجود منبسط کہہ دیا۔ لیکن احکام تفصیلہ کے معاملہ میں وجود عام اور ذات بحت دونوں خلط ملط کر دیا۔ اور ایک ہی نام (یعنی اسم موجود) سے موسوم کر دیا۔ اور تسامح اور تساہل کی وجہ سے ہر ایک کے احکام کی تعبیر کو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا۔

بعض حقائق کو بعض کے ساتھ خلط ملط کر دینا اور شئی الطف کو اپنے مقام سے ہٹا دینا اور کئی حقائق کو ایک ہی اسم سے موسوم کرنا صوفیاء کی قدیم رسم ہے۔ **ولین هذا اول قــارورة كسـرت** (محاورہ ہے: یہ پہلی بوتل نہیں جو توڑ دی گئی ہو) یعنی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

اس جماعت کے بعض متبعین حضرات (مثلاً تحفۃ المرسلہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مصنف اور مولانا عبدالرحمٰن جامی وغیرہ) کو اس تسامح اور تساھل کی وجہ سے ایک اشتباہ واقع ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے یہ خیال کیا کہ وجود ایک ہی ہے جو اعتبارات کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہو گیا۔ مختلف حقائق کے ساتھ تعلق کی وجہ سے وجود عام ہے اور صرافت کی وجہ سے ذات بحت ہے۔

اس اشتباہ کی وجہ عدم تفرقہ ہے۔ اس نسبت کے درمیان جو مختلف حقائق کو وجود عام کے ساتھ ہوتی ہے اور اس نسبت کے درمیان جو وجود عام کو مبدأ المبادی کے ساتھ ہوتی ہے۔

اور ایک گروہ (شہودیہ) جس کا ذوق اور وجدان تجلی اعظم سے پیوستہ تھا برہان عقلی کے ذریعہ صفات تنزیہ کو واجب میں اثبات کیا ہے (جیسے متکلمین) یا شرائع کی تقلید میں صفات تشبیہ اعتقاد کیا ہے۔

ان خواص کو نہ وجود عام میں پائے اور نہ اس چیز میں جو اہل معرفت نے ذاتِ بحت کے لئے درمیان میں لا کر اس کا مصداق سمجھے ان دونوں نسبتوں کے انکار کے لئے اٹھ

کھڑے ہوئے۔

اتنی بات ثابت شدہ سمجھے کہ ذات بحت کے ساتھ تجلی اعظم کے انتساب کے اعتبار سے اور ذات بحت ان انوار و عکوس کہ ساتھ جو تجلی اعظم سے پھیلے ہوئے ہے بہت سارے احکام رکھتی ہے۔ اور شرائع میں انہیں احکام کا بیان ہوتا ہے۔ اور وجدان، برہان اور تقلید شرائع کو اس میدان سے باہر گذر نہیں ہے اور ان کے نزدیک ان کے ماوراء کی کوئی خبر نہیں۔

واللہ اعلم بحقیقتہ الامور۔ شہودیہ اور وجودیہ کی بحث کا خلاصہ مکمل ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تیرھویں صدی ھجری کے اھل علم میں سے چند علماء جو وحدۃ الوجود کے قائل ھیں۔

کیا عرفاء کرام اور کیا علمائے عظام اور کیا شیعہ حضرات اور مشہور حکماء وحدۃ الوجود کے قائل ہزاروں ہیں۔ جن میں سے چند اکابرین کی تفاصیل مولانا فقیہہ علی مہایمی کی کتاب ''اجلۃ التائید شرح ادلۃ التوحید'' اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کی کتاب ''نفحات'' اور مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب ''اخبار اخیار'' اور مولانا شاہ عبدالقادر فخری کی کتاب ''اصل الاصول'' اور ان کے علاوہ دوسرے اہل قلم حضرات کی تصانیف میں تلاش کیجئے۔

قائلانِ وحدۃ الوجود کے اقوال و آراء کی کثرت ان کے نقل میں مانع ہو رہی ہے ۔لہٰذا ناچار فقیر بعض علمائے کرام متاخرین کے چند اقوال اس کتاب کے آخر میں نقل کر رہا ہے جو تیرھویں صدی ہجری میں گزرے ہیں۔

بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبدالعلی، ''شرح سلّم'' میں فرماتے ہیں۔ کہ

''ہم اس کتاب کو اس حکمت حقہ کے ذکر سے منور کرتے ہیں جو پیغمبروں اور سچی خبر دینے والے رسولوں پر وحی کی گئی تھی اور اولیائے عظام پر جن انکشاف کیا گیا ہے۔ معلوم کر رکھو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ موجود ہے اور وجود بحت ہے اور بالذات موجود ہے۔ اور اللہ کے ماسوا کسی شئی کا وجود نہیں اور پورے موجودات عالم اللہ تعالیٰ کے شیون اور تعینات ہیں۔ اور ان میں اللہ تعالیٰ کا ظہور ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ واجب بھی ہے اور جاعل بھی اور سارے متعینات ممکن اور مجعول ہیں۔ پس کثرت میں واحدہ کا ظہور ہوا ہے اور کثرت صرف بالاعتبارات تعین واحد کی مغائر ہوتی ہے۔ اور اعتبارات (کثرت) کا وجود بھی تعین واحد

سے ہی مستعار ملا ہوا ہے۔ اور موجود درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی ہے اور۔

اللہ سبحانہ وجود مطلق ہے۔ لیکن ان معنوں میں نہیں کہ اطلاق اللہ سبحانہ کے لئے قید بن جائے۔ وہ کلی ہے اور نہ جزئی اور نہ ہی کثیر اور نہ ہی اس کے سوا اس کے ساتھ کوئی شئی ہے اور نہ ہی وجود میں اس کا کوئی شریک ہے، وہی ہے حق اور فی حد ذاتہ منزہ اور واجب لذاتہ ہے۔ اور وہ خالق مشبہ ہے تعینات عدمیہ کے ساتھ اور نہ واجب، ممکن ہوتا ہے اور نہ ہی ممکن واجب۔ پس اللہ تعالیٰ تشبیہ اور تنزیہہ دونوں کا جامع ہے۔ وہ فقط منزہ نہیں ہے۔ جیسا کہ اشعریہ کا مذہب ہے۔ اس لئے کہ یہ تقید ہے اور وہ فقط مشبہ بھی نہیں ہے جیسا کہ مجسمہ کا مذہب ہے۔ اس لئے کہ یہ تحدید ہے اور اللہ تعالیٰ تقید اور تحدید دونوں سے بری ہے۔

سید الاولیاء رئیس الاتقیاء، امام المتقین، زمین پر اللہ کے خلیفہ، طالبین کے ہادی، شیخ اکبر ولایت محمدیہ کے خاتم شیخ محی الملۃ والدین ابن عربی قدس سرہٗ نے اللہ تعالیٰ ان کے کلام کی لذت سے ہمیں بہرہ ور کرے۔

اگر تم صرف تنزیہ کے قائل ہو تو تم اللہ تعالیٰ کو قیہ سے مقید کر دو گے یعنی خدا کے ظہور کے منکر بن جاؤ گے۔ حالاں کہ خدا نے خود اپنے آپ کو ظاہر کی صفت سے متصف کیا ہے۔ اگر تم صرف تشبیہ کے قائل ہو جیسا کہ مجسمہ کا عقیدہ ہے کہ خدا مجسم ومشبہ ہے تو تم خدا کی حد بندی کر دو گے حالاں کہ خدا کسی بھی حد بندی میں محدود نہیں ہے۔

اگر تم تنزیہ اور تشبیہ دونوں کے قائل ہو یعنی عین تشبیہ میں خدا کے منزہ ہونے اور عین تنزیہ میں مشبہ ہونے کے قائل ہو تو تم معرفت الٰہی میں صائب الرائے بن کر امام اور سردار کہلاؤ گے۔

ایسے میں تم یہ کہنے کے قابل بن جاؤ گے کہ جو بھی شخص اللہ کے وجود کے لئے جوڑ ٹھرائے گا یعنی وہ اس بات کا قائل ہو کہ وجود متعدد ومتبائن ہیں۔ اللہ کے لئے ایک وجود

علاحدہ ہے اور ممکن کے لئے ایک وجود علاحدہ ہے تو اس نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھرایا، لہٰذا وہ مشرک ہے اور یہ شرکِ خفی ہے اور جو شخص اس لئے وجود کے واحد و فرد ہونے کا قائل ہو کہ وجود نفس ذات حق ہے اور واحد ہے اور اس کے مظاہر کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے تو وہ شخص موحد ہے۔

تم اس قسم کی تشبیہ سے بچنا کہ خود کو ایک موجود اور خدا کو موجود دوم سمجھو بلکہ مظاہر مشبہ میں تشبیہ کے قائل ہونا چاہئے اور اگر تم مفرد ہو یعنی تشبیہ کو تنزیہ سے الگ کرنے والے ہو تو ایسی تنزیہ سے خود کو بچائے رکھو، ماحصل یہ کہ تمہیں عین تشبیہ میں تنزیہ کے اور عین تنزیہ میں تشبیہ کے قائل ہونا چاہئے۔

تم عین حق نہیں ہو اس لئے حق وجود مطلق ہے اور تم مقید و متعین، ظاہر ہے کہ مقید مطلق کا عین نہیں ہو سکتا، بلکہ تم عین حق ہو بحسب حقیقت، اس لئے کہ حق تمہارے اندر متعین ہے اور تم حق کو عین۔ موجودات میں سہل طور پر تعین کی قید سے بری بھی اور متعین میں ظاہر بھی دیکھتے ہو۔ انتہی کلامہ الشریف آپ کا قابل شرف کلام پورا ہو گیا۔

منکرین کا کہنا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود متعدد وجوہ سے خلاف عقل ہے اولاً یہ کہ اس سے واجب اور ممکن کا اتحاد لازم آتا ہے جو یقیناً محال ہے۔ ثانیاً یہ کہ اس سے تمام موجودات کا حقیقت میں متحد ہونا لازم آتا ہے۔ جو یقیناً محال ہے۔ ثالثاً یہ کہ اس سے کثرت میں واحد کا ظہور ہونا لازمی آتا ہے اور یہ بداہتہً محال ہے۔

ان اشکلات واحتمالات کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اولاً تو یہ مسئلہ انبیائے کرام کے نزدیک وحی کے نور سے اور اولیائے کرام کے نزدیک مکاشفہ کے نور سے منکشف ہوا ہے۔ لہٰذا عقلِ متوسط کی مخالفت میں (اصل مسئلہ) کو کوئی ضرر نہیں، لیکن عقل نورانی اس کی الفت نہیں کرتی، ثانیاً وجوب مطلق مع امکان افراد کے لئے کئی شواہد ہیں۔ جس طرح دو

نقیض کا مفہوم ہے۔ مفہوم واجب ہے اور اس کے افراد یعنی دونوں نقیض میں سے ہر ایک ممکن ہے۔ اور تمام موجودات حقیقت میں مخالف ہونے کے لئے اب تک کوئی دلیل قائم نہیں ہوی اور دعویٰ بداہت بلا دلیل صحیح نہیں، حقائق کی تنقیح کی دشواری کا تم بھی اعتراف کرتے ہیں اور کثرت میں واحد کا ظہور ممتنع نہیں ہے۔ تم میں سے اکثر طبعی کے وجود کے قائل ہیں اور کثرتِ محضہ سے امر واحد کے عدم انتزاع میں بداہت کا دعویٰ کرنے والے بھی تمہارے اندر موجود ہیں۔ پس اس سے تمام موجودات کے درمیان ایک امرِ مشترک کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو وجود کو اسی امر مشترک سے منتزع کرتا ہے اور وہی امر واحد وجود حقیقی ہے اور وہ وجود واجب ہے اور عدم کے قابل نہیں۔

اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ وجود، واجب الوجود اور تمام حقائق کی حقیقت اور عالم اس کے شئیون ہیں، اور وہ وجود ایک خاص قید سے منزہ ہے۔

نیز منکرین یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود شریعتِ مطہرہ کے خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بھی غلط ہے۔ کیوں کہ قرآنی آیات اور احادیثِ نبویؐ اس کی تائید میں ہیں۔ ان ہی دلائل سے ایک دلیل کلمہ توحید ہے۔

اس طرح اصول دین میں تاویل کرنا باطل ہے۔ جو مقبول نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ان کفار نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک پیغمبر آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص خوارق میں ساحر اور دعوے نبوت میں جھوٹا ہے اور کیا یہ شخص سچا ہوسکتا ہے ! کہ اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا۔ واقعی یہ بڑی عجیب بات ہے۔

یہ آیت کریمہ اس موقعہ پر نازل ہوی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ۔ ایک کلمہ کہو جس کی وجہ سے تم نجات پاؤ گے اور عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے۔ انہوں نے کہا بلکہ دس کلمات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو لا الہ الا اللہ: پس وہ

فرار ہو گئے اور کہا، اتنی مخلوقات کے لئے ایک ہی الٰہ کیسے ہو سکتا ہے اور کیوں کر کثیر خداؤں کا ایک ہی خدا اقرار دیا جائے دوسروں نے کہا: ہم نے تو یہ بات اپنے پچھلے مذہب میں نہیں سنی۔ ہو نہ ہو یہ اس شخص کی گھڑت ہے، چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر قائم رہو۔ یہ کوئی مطلب کی بات ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اس قصہ کو بیان کیا ہے۔ وہ اہل لسان تھے۔ پس انہوں نے جو کچھ سمجھا وہی مراد مدلول ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فہم کا انکار نہیں کیا۔ ان دلائل میں سے ایک دلیل اللہ کا قول ہے، وہی ہے جو آسمان میں الٰہ ہے ورزمین میں الٰہ ہے اور یہ دلیل بھی ہے۔ بے شک اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا، جنہوں نے اپنی قوم سے کہا: ایک الٰہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارے لئے کوئی الٰہ نہیں جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر یہ پیغام دے کر بھیجا، تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو۔ میں تمہارے لئے ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔ اسی طرح ہودؑ، شعیبؑ اور صالحؑ علیہ السلام نے فرمایا جیسا کہ سورہ اعراف میں قصہ بیان کیا گیا اور بے شک الٰہ حق سے مراد قول غیر مسموع ہے۔ پس بلاشبہ ایسا قول ہے جو رسولوں کے عدم بیان کی وجہ سے ہے۔ ان کی مراد اصول دین میں ہے اور کلام کا آغاز خطاب میں لے آنے سے تاویل کیا گیا۔ یہ دلیل بھی ہے اللہ کا ارشاد ہے: جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ فی الواقع اللہ سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک صحابہ کرام کے ہاتھوں پر تھا۔ اور یہ دلیل بھی ہے، اللہ کا ارشاد ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں شریک ہونے کے لائق کوئی اور معبود بھی ہے۔ بلکہ یہ قوم حد سے تجاوز کی ہوئی ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اگر تم رسی کو لٹکا دو تو وہ بھی اللہ ہی پر جا گرے گی۔ اور یہ صحیح حدیث ہے اور یہ حدیث قدسی بھی دلیل ہے۔ بندہ

جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرلیتا ہے تو میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔ جب محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، یہ بھی صحیح حدیث ہے۔

حاصل کلام!

مسئلہ وحدت الوجود کی صحت واثبات پرنوروحی شاہد ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

اللھم ثبت قلبی علی الایمان مدة الحیوة الدنیا وبما لمماة بتصدق بنبیک وحبیبک و مصطفک واٰلہ الکرام واصحٰبہ العظام صلوٰت اللہ علیہ وعلیھم اجمعین۔

سندالعلماء مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی "**تحفہ اثنا عشریہ**" میں فرماتے ہیں:

چودھواں عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کسی شئے میں حلول نہیں کرتا اور نہ ہی کسی بدن میں داخل ہوتا ہے۔ تمام غالی شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ائمہ کے بدن میں حلول کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ابومسلم مروزی صاحب الدعوۃ کے بدن میں بھی جس کے قائل زرامیہ ہیں۔

طرفہ طرازی یہ ہے کہ شیخ ابن مطہر حلی نے ان ساری باتوں کو جاننے کے باوجود کتاب "نہج الحق" میں حلول کے قول کو صوفیائے اہل سنت جماعت کی طرف منسوب کردیا ہے۔ حالاں کہ یہ سبھی حضرات حلولیہ کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہ تمام باتیں مسئلہ وحدت الوجود (جوانتہائی دقیق اور غامض ہے) کو نا سمجھنے کا نتیجہ ہے کہ حلول کو محمول کیا گیا۔ اس جگہ ان کے علماء کی دقیقہ شناسی بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ جیسا کہ یہی معاملہ دیگر مطالب غامضہ کا بھی ہے جو ائمہ حضرات کے کلام میں واقع ہوئے ہیں۔ ان چیزوں کو غلط سمجھ کر مسخ اور تبدیل کردئے ہیں۔ شیعہ کے بعض غالی فرقے مثلاً بنانیہ، نصیریہ اور اسحاقیہ وغیرہ حلول کے بجائے اتحاد کے

چکر میں پھنس گئے ہیں۔ حالاں کہ اتحاد مطلقاً باطل ہے اور اس کا بطلان تو روشن بدیہات میں سے ہے۔ شیخ ابن مطہر حلی نے کمال دقیقہ شناسی کے زعم کے ساتھ اتحاد کے قول کو بھی سالکین اہل سنت کی جانب منسوب کر دیا ہے۔ حالاں کہ ان بزرگوں کی مراد اس اتحاد سے ان معنوں میں سے ایک ہے نہ کہ حقیقی اتحاد مراد ہے۔

معنی اول یہ کہ تجلی کا نور ظاہر ہونے کے وقت میں بندے کی انانیت کی مضمحل اور زائل ہونا ہے جس طرح کہ آفتاب کی روشنی ظاہر ہونے کے وقت میں چراغ کی روشنی مضمحل اور زائل ہو جاتی ہے اور اسی حالت کا پیش آنا اور نور و تجلی کا ظاہر ہونا قرآن مجید اور اقوال عترت سے ظاہر ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تو اس پہاڑ کے پرخچے اڑا دئے اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور اللہ کا یہ ارشاد : جب اس آگ کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ آواز دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں یعنی فرشتے، ان پر بھی برکت ہو اور جو اس کے پاس ہے یعنی موسیٰؑ ان پر بھی برکت ہو، یہ دعا بطور تحیہ و سلام کے ہے اور رب العالمین پاک ہے۔ اور اقوال عترت طاہرہ میں سے حضرت صادق کا قول، جو ابو بصیر کے مراسلہ میں ہے۔ کلینی کی روایت سے پیچھے گزر چکا ہے، کہ بے شک مومنین دنیا میں یوم قیامت سے قبل خدا کو دیکھ لیں گے۔ اور اس معنی کی توضیح و تشریح شیخ ابن فارض مصریؒ نے ''قصیدۂ تائیہ'' میں کیا ہے۔

اسی مفہوم کو شیخ ابن فارض مصری علیہ الرحمہ نے اپنے ''قصیدۂ تائیہ'' میں واضح کیا ہے۔ صوفیائے کرام کے نظریۂ اتحاد کا ثبوت ایک ایسی حدیث سے ہے جس کی روایت ضعیف نہیں ہے۔ اور وہ اشارہ کر رہی ہے بندے کے محبوب ہونے کے بارے میں جو نوافل یا ادائے فرائض کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے اور تنبیہ الاشارہ کا مقام کنت له سمعا سے نور آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہے اور وہ حدیث قدسی یہ ہے:

میرا بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے تو میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکا پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلنے لگتا ہے۔

معنیٰ دوم یہ کہ خود کو آئینہ قرار دیں اور اللہ تعالیٰ کے مظاہر میں سے ایک مظہر سمجھیں اس طرح کہ بعض احکام مظہر سے منسوب ہوں گے اور بعض منسوب نہ ہوں گے۔ لیکن جو وصف کہ ظاہر کی پاکی و نزاہت میں عیب و نقص کا باعث ہو مظہر سے آگے نہ بڑھے اور جو وصف کہ مرتبۂ ظاہر کا عنوان جو مظہر کی طرف نقول نہیں کرے اور یہ معانی و مفاہیم بھی قرآن کریم اور اقوال عترت سے پوری طرح ظاہر ہے۔

جس کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کی، بے شک جو لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں اور حضرت امیرؑ کا ''خطبۃ البیان'' اور ''خطبۃ الفتخار'' فرقہ امامیہ کی کتابوں میں مشہور و معروف ہے اگر شیخ حلی اتحاد کے ان صحیح معنوں سے دانستہ طور پر لاعلمی ظاہر کر رہے ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ دوسرے ذی فہم شیعہ ان معنی کو سمجھے ہوئے ہیں اور عقل و فہم کی ترازو میں عمدہ طور پر تولے ہیں۔

خواجہ نصیر طوسی کا کلام ''شرح مقامات العارفین'' میں اور صدرراء شیرازی کا کلام ''شواہد ربوبیت و اسفار'' میں اور ابن ابی جمہور کا کلام اور اس فرقہ کے دوسرے متاخرین کا کلام ملاحظہ کرنا چاہئے۔ اور اگر ان اشخاص پر بھی اعتماد نہ ہو کہ ان کا کلام تصوف، فسلفہ اور شریعت کے درمیان مخلوط ہے۔ تو مقداد اور شارح قواعد اور صاحبِ کنز العرفان فی تفسیر الاحکام کا کلام نقل کرتا ہوں۔

''شرح الفصول فی علم الاصول'' میں حضرت مقداد سالک کو پیش آنے والے احوال کے ذکر فرماتے ہیں کہ: اتحاد سے مراد یہ ہے کہ سالک بغیر کسی تکلیف کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرتا رہے اور کہتا ہے کہ اسی سے ساری مخلوقات اور موجودات قائم ہیں۔ اس حیثیت سے کل ایک ہی ہوگا کیونکہ سالک جب اللہ تعالیٰ کی تجلی اور نور سے دیکھنے والا ہوجائے گا تو اس کو سوائے اللہ کی ذات کے کوئی نظر نہیں آئے گا۔ نہ رائی اور نہ مرئی۔

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ایک عالم کے جواب میں فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجمع کمالات ومناقت، قیم احکامِ شریعت مولوی نوراللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ آپ کے جذبہ حفاظت شریعت واصلاح ودین میں اضافہ فرمائے۔

بعد از ابلاغِ سلام مسنون۔ فقیر عبدالعزیز عرض کرتا ہے کہ آپ کا مکتوب گرامی مسئلہ توحید وجودی وشہودی کے استفسار سے متعلق اور میاں رمضان شاہ کے وحشت ناک اقوال کی تردید وانکار سے متعلق موصول ہوا۔

مہربانِ من! حقیقت الامر یہ ہے کہ عظیم صوفیائے متقدمین نے اس مسئلہ میں اس طرح سے توضیحات اور اشارات کی ہے کہ تاویل کا احتمال باقی رہ جاتا ہے۔ کبھی حکایت کے ذریعہ تاویل ہوسکتی ہے اور کبھی سکر ومستی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ خود آپ ہی نے چند بزرگوں کے ارشادات نقل فرمایا ہے۔ طبقۂ سلف گزر جانے کے بعد اور پانچ سو صدی ہجری کے بعد صوفیائے کرام دو فرقوں میں بٹ گئے اور ایک کثیر جماعت نے ان اشارات کو حقیقت پر محمول کیا۔ اور اس بات کے قائل ہوگئے کہ وجوب، امکان، قدیم، حادث، مُرد، جسمانی، مومن، کافر، نجس اور طاہر کے مراتب ودرجات میں ایک ہی وجود ظاہر ہے لیکن ہر مظہر علاحدہ حکم رکھتا ہے، اور ان مظاہر کے احکام میں فرق وامتیاز کرنا ضروری

ہے۔جیسا کہ مومن کے لئے نجات کا حکم ہے تو کافر کے لئے قتل وقید کا حکم ہے اور تمام صفات متضادہ میں اسی طرح قیاس کر لینا چاہئے۔

وجود کا ہر مرتبہ ایک حکم رکھتا ہے۔لہٰذا فرقِ مراتب نہ کیا گیا تو زندیقیت ہے۔

اور یہی فرق ظاہر شریعت کے احکام میں قائم ہے۔اسی لئے تو منکوحہ عورت حلال ہے اور اجنبی عورت حرام اور باپ کی تعظیم وتکریم واجب ہے اور کافر معاند واجب التحقیر ہے اور جو شخص صرف وحدت الوجود کو پیش نظر رکھتے ہوئے شریعت کے احکام میں فرق نہ کرے تو خلافِ شرع اور الحاد وزندیقہ ہے۔

اور اسی طرح وجود جو ذاتِ حق کا عین ہے صوفیاء کے نزدیک مظاہر مختلفہ میں ظہور کے باوجود مرتبہ واحدیت میں نقائص سے پاک اور منزہ ہے اور کمالات سے متصف ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ مراتب کثرت کا نقصان اس پر عائد نہیں ہوتا، جیسا کہ آفتاب کی شعاعیں نجاسات پر واقع ہونے کے باوجود آفتاب نجس نہیں ہوتا اور انسان کی حقیقت کلیہ کسی مسلمان، کافر، صالح، فاسق، عالم اور جاہل میں ظہور کرنے کے باوجود خود کوئی نقص اور نقصان قبول نہیں کرتی اور بہت سے نامور صوفیائے کرام اور علمائے کرام نے یہی موقف اختیار کیا ہے، اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔جیسا کہ سلسلۂ قادریہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور شیخ صدرالدین قونوی اور شیخ عبدالکریم جیلی اور شیخ عبدالرزاق جھجانوی اور شیخ امان پانی پتی رحمھم اللہ کی کتابیں اور سلسلہ کبرویہ میں مولانا رومی اور شمس تبریزی کی کتابیں، اور سلسلہ سہروردیہ میں شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور سلسلۂ چشتیہ میں سید محمد گیسودراز اور سید جعفر مکی رحمھما اللہ کی کتابیں اور سلسلہ نقشبندیہ میں اور سلسلہ نقش بندیہ میں خواجہ باقی باللہ اور عبیداللہ احرار اور مولانا نورالدین جامی اور مولانا عبدالغفور لاری کی کتابیں نہایت عمدہ اور قابل مطالعہ ہیں۔

ان کے علاوہ شیخ عبدالرزاق کاشی، شمس الدین قنباری قیصری اور سعید الدین فرغانی وغیرہ بھی اسی مسلک کے پیروکار اور موید گذرے ہیں اور ان بزرگوں کی کتابیں بھی مشہود اور موجود ہیں، اور آنجناب کے مطالعہ میں آئی ہوں گی۔

صوفیائے کرام کی دوسری جماعت نے ان اشارات کو تاویل حکایت یا سکر و مستی پر محمول کرتے ہوئے وحدت الوجود کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بعض اوقات وجود کی وحدت سالک کی نگاہوں میں نظر آتی ہیں بغیر اس کے کہ حقیقت میں وحدت ہو جیسا کہ آفتاب کی روشنی میں تمام سیارے بے نور نظر آتے اور دکھائی نہیں دیتے حالاں کہ نفس الامر میں ان کا وجود ہے اور وہ روشنی بھی رکھتے ہیں لیکن دن کے وقت میں آفتاب کی روشنی کے غلبہ کے باعث ان کی روشنی مضمحل ہو جاتی ہے اور یہی حالت و کیفیت چراغ کی ہوتی ہے۔ جب کہ وہ مشعل کے آگے رہے۔

اسی لئے جو حضرات توحیدِ خالص کے نظریہ سے لوٹ چکے ہیں ان کے نزدیک توحید صرف شہود اور نظر میں ہے بغیر اس کے کہ وجود میں ہو۔ جیسا کہ شیخ علاؤالدین سمنانی اور دیگر صوفیائے متقدمین کا یہی مسلک ہے اور امام ربانی مجدد الف ثانی اور ان کے متبعین کا بھی یہی موقف ہے اور ان حضرت نے بھی اس عقیدہ کے اثبات میں بہت ساری کتابیں لکھی ہیں اور آپ کو بھی معلوم ہی ہوگا۔

حاصل کلام! ہم لوگ وجودی اور شہودی کے اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں طرفین میں سے کسی ایک جانب کی صحت و درستگی کا جزم و یقین حاصل نہیں کر سکتے لہٰذا ہمارے لئے یہی ایک راہ ہے کہ جس طرح مذاہب اربعہ میں حق کو دائر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں مذہبِ حنفیہ صواب پر مبنی ہے اور خطا کا احتمال ہے اور مذہبِ شافعیہ و مالکیہ اور ان کے علاوہ دیگر مذاہب خطا ہیں اور صواب کا احتمال ہے۔

اسی طرح ان دونوں مذاہب (وجودی وشہودی) میں سے کسی ایک مذہب کی دلیل راجح معلوم ہوتو دوسرے مذہب کو غلط اور گمراہ خیال نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ دوسرے مذہب کو غلط سمجھنے سے نامور علماء ومشائخ کی کثیر جماعت کا کافر اور گم راہ ہونا لازم آئے گا۔

ہاں! اگر کسی ایک مذہب کی تقلید میں غلو کرے اور فرق مراتب کو نظرانداز کردے اور جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھے اور عابد کو معبود، حادث کو قدیم، ملوث کو منزہ، حرام کو حلال اور نجس کو طاہر خیال کرے تو یقیناً ایسے اشخاص ملحد وزندیق قرار پائیں گے۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی کے فرق کے باعث جو اختلاف امت میں پیدا ہوا وہ سنی ورافضی یا سنی وخارجی کے اختلاف کے مانند نہیں ہے کہ فریقین جانبین سے ایک دوسرے کو گم راہ اور کافر قرار دیں بلکہ شہودی اور وجودی کا اختلاف تو مذاہب اربعہ کے اختلاف کی طرح ہے۔

ہاں! اگر کوئی وجودی شخص جادۂ اعتدال سے قدم باہر رکھتے ہوئے الحاد وزندیقہ کی نوبت و مصیبت پیدا کردے تو وہ یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہے۔ اور اسی طرح کوئی شہودی شخص اعتدال کی روش ترک کرتے ہوئے علماء اور صوفیا کے گروہ کثیر کو گم راہ اور کافر کہنے لگے تو وہ یقیناً مطعون اور قابل سرزنش ہے۔

یہ ہے اس اختلافی مسئلہ کی تفصیل، اب میاں رمضان شاہ کے احوال ملاحظہ کیجئے:

اگر وہ احکام شریعت کے پابند ہیں اور لوگوں کو نماز، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر، خوف، رجا، تقویٰ اور اصلاح کی دعوت دے رہے ہیں تو الحاد وزندقہ سے بہت دور ہیں۔ معاذ اللہ! اگر وہ شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کر رہے ہیں اور لوگوں کو اباحت اعمال اور الحاد وزندقہ کی تلقین کر رہے ہیں۔ تو یقیناً گم راہ کہنے کے قابل اور کافر قرار دینے کے لائق ہیں۔

فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند ایسے وجوہ ہوں جو تکفیر کے موجب ہیں اور ایک ہی وجہ ایسی ہے جس سے عدم تکفیر کا پہلو نکلتا ہے تو مفتی کے لئے ضروری

ہے کہ اسی پہلو کو اختیار کرنے جب کہ قائل خود وجہ کفر کی وضاحت کیا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری اور دیگر مستند فتاویٰ میں مرقوم ہے، جب کسی قول اور مسئلہ میں چند ایسے اسباب اور وجوہ پائے جاتے ہوں جس سے تکفیر لازم آرہی ہے اور ایک وجہ ایسی ہے جس سے تکفیر لازم نہیں آتی تو مفتی کو چاہئے کہ اسی ایک مانع تکفیر وجہ کو اختیار کرتے ہوئے کسی مسلمان کو کافر قرار نہ دے الا یہ کہ قائل خود اپنے ارادے کی وضاحت کردے۔ جس سے تکفیر لازم آرہی ہے تو ایسی صورت میں تاویل بے سود ہے۔ پھر اگر قائل کی نیت میں مانع تکفیر وجہ موجود ہو تو وہ مسلمان ہے اور اگر موجب تکفیر وجہ ہو تو مفتی کا فتویٰ نفع نہیں دے گا۔

واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل۔ السلام علیکم وقلبی لدیکم۔

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں کہ وحدت الوجود حق اور واقع کے مطابق ہے، کیوں کہ اس کے ثبوت کے لئے دلائل عقلیہ اور نقلیہ موجود ہیں۔ جیسا کہ شیخ علی مہایمی گجراتی کی کتاب "**ادلۃ التوحید**" میں شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔

علمائے متکلمین اس مسئلہ کو رد کرنے کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ مسئلہ وحدت الوجود پر کمالِ وقت وباریکی کے باعث بہت سارے عقلی اور نقلی شبہات وارد ہوتے ہیں اور ان شبہات کا حل متکلمین کو میسر نہ ہوسکا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اس مسئلہ کا انکار کیا اور یہ سطحی متکلمین کی حالت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود کا تعلق اسرار و رموز سے ہے اور اس کے سمجھنے اور سمجھانے پر شریعت کا انحصار نہیں ہے بلکہ اس کی تشریح اور تلقین عوام کے حق میں الحاد کا دروازہ کھول دیتی ہے اور ان کے لئے اباحت اعمال، شرور وفساد اور تکالیف شرعیہ میں مداہنت کا باعث ہے۔ جیسا کہ مسئلۂ وحدت الوجود کی اسی دقت وباریکی کی وجہ سے اس کا

اظہار و بیان اور تشریح و تلقین ممنوع اور محذور ہے۔ اسی لئے متکلمین نے اس باب میں کفِ لسان کو واجب ضروری سمجھا جیسا کہ حدیث شریف ہے۔

جب قضا و قدر کا ذکر ہو تو سکوت اختیار کرو اور جب میرے صحابہؓ کا تذکرہ ہو تو ان کی ذوات کو ہدفِ تنقید و بحث نہ بناؤ اور جب نجوم کا ذکر ہو تو خاموشی اختیار کرو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوی کہ اس دقیق مسئلہ مس تحقیق و تفتیش اور تفصیل کے درپے ہونا گویا خود کو گم راہی میں مبتلا کرنا ہے اور دوسروں کو بھی ضلالت کے بھنور میں جھونک دینا ہے اور یہی متکلمین محققین کا موقف ہے۔ اس سکوت و احتیاط کے باوجود ان حضرات نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر اجمالاً بحث کی ہے۔ جیسے امام غزالی، امام رازی اور ان کے علاوہ اور بھی اس فن کے دوسرے امام اگر اس مسئلہ کی تفصیل و تشریح دیکھنی ہو تو کتاب، ''تنبیہ المجوبین'' کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

حاصل کلام! حقیقت تو یہ ہے کہ مسئلہ ابتداء میں دلائل و براہین کی روشنی میں منکشف نہیں ہوا بلکہ محض موہبت و معرفت سے منکشف ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا منکشف ہونا کسب و تحصیل پر مبنی نہیں ہے، بلکہ اس کے انکشاف کو حالات و کیفیات کے ورود ہونے پر منحصر سمجھنا چاہئے۔

ہاں اگر کسی شخص کو اولیاء اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں کلام کرنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ ان بزرگوں کے بارے میں بد اعتقاد نہ ہو جائے اور رسائل توحید ملاحظہ کرے تا کہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے واقفیت حاصل کرے۔ ان کے بارے میں اعتقاد فاسد نہ پھیلائے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ ایسا آدمی اس مسئلہ کو کسب و تحصیل کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرے۔ ورنہ یہ مسئلہ عقل و فہم اور فکر و نظر کی راہ سے سمجھ میں آنے والا نہیں، اسی لئے تو کہا گیا: **ھو طور وراء طور العقل۔** وہ مقام ہی عقل سے ماوراء ہے۔

اور یہ ارشاد بھی ہے کہ قلندر جو بھی کہتا ہے مشاہدے کے بعد ہی کہتا ہے۔

ایک عامی شخص جو اس مرتبہ کو نہیں پہنچا ہے اور نہ عالم متکلم ہے، وہ اس بات کا مکلّف ہے کہ متشابہات قرآن پر ایمان کی طرح اجمالاً یہ جان لے کہ حضرات صوفیاء نے جو کچھ کہا ہے وہ حق وصواب ہے اور میری عقل ان حقائق واسرار تک نہیں پہنچ پا رہی ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ علمائے متکلمین کی وہ جماعت جو معتمد اور مستند ہے اس نے صراحتاً مسئلہ وحدت الوجود کا انکار نہیں کیا ہے، بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور اس کے اظہار و بیان سے اپنی زبان وقلم کو روک لیا ہے، انہیں اسباب ووجوہ کی بناء پر جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

ہاں! علمائے متکلمین کے مقلدین اور متبعین نے ان کے سکوت کو انکار خیال کیا ہے جیسے علامہ تفتازانی اور قاضی عضد اور دیگر متاخرین۔

لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ اس باب میں امام غزالی اور امام رازی اور ان کے ہم مثل علماء ہی لائق تقلید ہیں نہ کہ متاخرین کا گروہ۔

نیز مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی ''رسالہ مُحیہ'' میں فرماتے ہیں: اب میں مقصود میں بحث کا آغاز کرتا ہوں۔ بادشاہ معبود پر اعتماد کرتے ہوئے جب کہ وہی مقصود ہے اور وہ مشہود بلکہ وجود کے دائرہ میں موجود ہے۔

مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی ''صراط مستقیم'' کے دوسرے باب میں فرماتے ہیں لوگ وحدۃ الوجود کے صحیح اور غلط ہونے کے بارے میں سوالات کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے عرض ہے کہ اس باب میں اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ مخلوقات حق تعالیٰ کا عین نہیں ہیں اگر چہ کہ ان کا وجود اور قیام اسی کی ذات پاک سے قائم ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے صفات سے سمجھنا چاہئے کہ صفات حق تعالیٰ کے عین ہیں اور نہ غیر بلکہ اس کی ذات سے قائم ہیں۔ اسی طرح دوسری مخلوقات صفات کے عین ہیں اور نہ غیر۔ بلکہ ان کے مظاہر ہیں۔ صفات اگر چہ بذات خود مظاہر سے مستغنی اور بے نیاز

ہیں، لیکن باوجود مظاہر مختلفہ (جو مخلوقات سے عبارت ہیں) سے استغناء کے حکمت الٰہیہ اسی چیز کی متقاضی رہی کہ صفات کا ظہور مظاہر ہی کے ذریعہ ہو۔

اکابر صوفیاء کے مقصود کا معنی اور ان کی مراد کا مفہوم یہی ہے۔ لیکن ملحدین وقت بزرگوں کے اقوال وارشادات کو ان کے مقصود اور مراد کے خلاف عمل کرتے ہوئے تحریف اور تلبیس کی راہ ہموار کئے ہوئے ہیں۔

لٰہذا وحدت الوجود کے تعلق سے اس قدر علم آگہی کافی ہے۔ لیکن اپنے اوقات کو اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ کے ذریعہ صرف کرنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ حضرات انبیاء کرامؑ کی طاعت کے کمالات و برکات سے محروم ہونے کا موجب ہے۔

نیز مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی ''صراط مستقیم'' کے بابِ اول میں لکھتے ہیں:

حاصل کلام! بساط وجود پر حق تعالی کی قیومیت کا انبساط اور ان حقائق متکثرہ کا قیام اسی ذات متوحد ولاشریک سے سمجھا جائے گا۔ اور آیت **هو الاول والآخر والظاهر والباطن** اور آیت **وهو بكل شئى محيط** اور حدیث **لو دليتم بحبل الى الارض السابعة السفى لهبط على الله** اسی عظیم حقیقت کی نشان دہی کر رہی ہے۔

سبحان اللہ حب عشقی اور جذب تجلی علمی کی کیا خوب تاثیر ہے کہ جس کے فیض سے یہ مشتِ خاک یعنی انسان مقامِ مقدس یعنی بارگاہِ الٰہی میں کس قدر قابل عظمت ہوگیا اور رب الارباب کی مجلس میں یہ حقیر مٹی کس قدر بلند مرتبہ و مقام سے سرفرازی ہوی۔ عشق ہی کی بدولت جسم خاکی افلاک پر پہنچ گیا اور کوہ رقص و وجد میں آگیا اور چالاک ہوگیا۔ اے عاشق طور میں جان عشق کی برکت ہی سے آئی اور وہ مست ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے۔

وحدت الوجود سے متعلق بات کرنا اور معارف الٰہیہ میں لب کھولنا اور ان ابیات کے مضامین کی تشریح اسی مقام کے لوازم سے ہے۔

نے بلند و پست آواز میں جو کچھ کہہ رہی ہے اگر میں اس کو فاش کردوں تو دنیا والے مجھ پر برہم ہو جائیں، جملہ معشوق ہے اور عاشق پردہ، اور زندہ معشوق اور عاشق مردہ۔

حاصل کلام! اس مختصر سے رسالہ میں مزید دوسرے اقوال وارشادات نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور طعن و تشنیع کرنے والے زیادہ تر لوگ مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ مکمل اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے فرمان وارشاد کو بے چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان ہی کے قول کو اس صدی کے علمائے متاخرین کے اقوال کے اخیر درج کیا گیا ہے۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه ولا تعجل فی قلوبنا ولا تعجل فی قلوبنا غلاًللذین آمنو اربنا انک رؤف رحیم۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Design & Printed @

Al-Mansoor Graphics

#49/1, Binny Mill Road, Cottonpet, Bangalore-560 053
Cell : 9845658861
e-mail : almansoorgraphics@gmail.com